ماہنامہ

المرشد لاہور

قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربہ فصلی

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

ستمبر ۱۹۹۹

ماہنامہ المرشد لاہور

جلد نمبر21	جمادی الاول 1420ھ بمطابق ستمبر 1999ء	شمارہ نمبر2

اس شمارے میں

1	اداریہ		3
2	نفاذ اسلام میں صرف ایک رکاوٹ	امیر محمد اکرم اعوان	4
3	ایمان	امیر محمد اکرم اعوان	12
4	انٹرویو میاں محمد ادریس، چیف ایگزیکٹو ستارہ کیمیکلز	محمد اسلم، اعجاز احمد اعجاز	15
5	پاکستان ایٹمی طاقت کیسے بنا؟	ڈاکٹر اشفاق احمد	19
6	جشن عید میلاد النبی ﷺ	امیر محمد اکرم اعوان	21
7	خونیں انقلاب یا سول وار	قیوم نظامی	27
8	شہادت ہے مقصود و مطلوب مومن	محمد مسعود اختر	29
9	قربت خالق	امیر محمد اکرم اعوان	31
10	سفر آہستہ آہستہ	عرفانہ عزیز	34
11	1999ء میں 1972ء کی سوچ	ارشاد احمد عارف	35
12	آزادی کا تحفظ کیوں کر ممکن ہے	پروفیسر عبدالرزاق	37
13	تبدیلی نظام ... ضرورت اور مراد	امیر محمد اکرم اعوان	39
14	طب نبوی ؐ اضافی گوشت کے لوتھڑے	ڈاکٹر خالد غزنوی	41
15	سفیران رسالت (دوسرا حصہ)	مراسلہ، رانا محمد اقبال	44
16	مجاہد کی اذاں اور	ذوالقرنین حیدر علوی	48
17	تقاضائے محبت	امیر محمد اکرم اعوان	51
18	بحر آرزو کے پار چلیں	آسیہ اعوان	55
19	مہنگائی کا جن اور بوتل ... چند تجاویز	انجینئر میجر ارشد مفتی	56
20	بچوں کی تربیت کیسے کی جائے؟	ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی	61

رابطہ آفس:۔ دار العرفان، عقب عبداللہ پور ویگن سٹینڈ، ریلوے کالونی فیصل آباد۔ فون 727410

ناشر:۔ پروفیسر حافظ عبدالرزاق　　انتخاب جدید پریس لاہور 6314365

پتہ:۔ ماہنامہ المرشد، اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔ فون 5180467

اداریہ

صرف نواز ہٹاؤ مسئلے کا حل نہیں

ان دنوں ملک کے طول و عرض میں نواز ہٹاؤ تحریک چل نکلی ہے جو دن بدن زور پکڑتی جا رہی ہے۔ تقریباً" تمام سیاسی جماعتیں اس سلسلے میں میدان میں اتر چکی ہیں اور اپنی اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے کے ساتھ دیگر جماعتوں سے الحاق کر کے "گو نواز شریف" مہم کو مزید موثر بنانے میں مصروف ہیں اور موجودہ حکمرانوں کی پے در پے ناکامیوں سے متنفر لوگ ان کی آواز میں آواز بھی ملا رہے ہیں لیکن کیا نواز شریف کو ہٹانا ہی ہمارے مسائل کا حل ہے؟ اگر غور کیا جائے تو ہمارے تمام تر مسائل اور گزشتہ و موجودہ حکمرانوں کی ناکامیوں کا سب ہمارا موجودہ سیاسی نظام ہے۔ یہ ایک ایسا کافرانہ سیاسی نظام ہے جو عدم مساوات' ناانصافی' استحصال اور غیر اسلامی شعائر پر مشتمل ہے۔ گزشتہ دنوں لاہور میں 36 سیاسی و مذہبی جماعتوں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں امیر الاخوان امیر محمد اکرم اعوان نے وہاں موجود تمام سیاسی جماعتوں کے راہنماؤں سے اپنے خطاب میں سوال کیا کہ کیا نواز شریف کو ہٹانے سے تمام مسائل حل ہو جائیں گے؟ پھر انہوں نے کہا کہ نہیں اس سے پہلے بھی اس ملک میں حکمران تبدیل ہوتے رہے ہیں ایوب کے بعد یحییٰ آیا اس کے بعد بھٹو' پھر ضیاء اور بینظیر کے بعد اب موجودہ حکمران برسراقتدار آئے ہیں لیکن مسائل نہ صرف جوں کے توں ہیں بلکہ ان میں مزید اضافہ ہی ہوا ہے۔ انہوں نے واشگاف الفاظ میں کہا کہ فساد کی جڑ موجودہ نظام ہے آپ بتائیں کیا آپ کے پاس ایسا متبادل نظام ہے جس میں امیر و غریب کے لئے تعلیم' صحت' روزگار اور انصاف کے یکساں مواقع ہوں' اگر ایسا نظام آپ کے پاس ہے تو ہم آپ کے ساتھ ہیں لیکن اگر آپ صرف حکمرانوں کی تبدیلی چاہتے ہیں تو ہم اس لایعنی مہم بازی میں آپ کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ امیر اکرم اعوان نے یہ بھی واضح کیا کہ ایسا نظام صرف اسلام ہے' انہوں نے نواز شریف سے اپنی حالیہ ملاقات میں ان پر بھی واضح کیا کہ وہ انہیں ہٹانا نہیں چاہتے بلکہ اس نظام کی تبدیلی چاہتے ہیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہمارے تمام تر مسائل موجودہ نظام کی وجہ سے ہیں اور پچھلے طویل عرصہ سے نہ صرف سیاسی پارٹیوں بلکہ عوام کو بھی اس حقیقت کا ادراک ہو چکا ہے کہ جب تک یہ نظام تبدیل نہ ہو گا اس وقت تک ملک اور اس کے عوام کی تقدیر نہیں بدلے گی۔ اسلام دشمن قوتیں بھی اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں کہ اگر پاکستان میں اسلامی نظام نافذ ہو گیا تو پھر ان کے لئے نہ صرف پاکستان کو اپنے مذموم مقاصد کے لئے استعمال کرنا ممکن نہیں رہے گا بلکہ پاکستان اسلام کا ایک ایسا قلعہ بن جائے گا جو دنیا بھر کی لادینی و استحصالی قوتوں کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنا تمام تر زور صرف کر کے پاکستان میں نفاذ اسلام کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کر رہی ہیں اور اس مقصد کے لئے سیاسی اور دینی جماعتوں میں بھی اپنے ایجنٹ پیدا کرنے میں مصروف ہیں۔ پاکستان کے غیور اور محب وطن مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ ملک میں نفاذ اسلام کے لئے عملی جدوجہد میں مصروف ہو جائیں اور نہ صرف حکمرانوں بلکہ سیاسی و مذہبی جماعتوں پر بھی واضح کر دیں کہ وہ صرف اور صرف ایک شرط پر ان کا ساتھ دیں گے کہ رب کی دھرتی پر رب کا نظام نافذ کیا جائے۔

نفاذ اسلام میں صرف ایک رکاوٹ

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
مورخہ 98-1-22 دارالعرفان منارہ

اعوذ باالله من الشیطن الرجیم ○
بسم الله الرحمن الرحیم
ان ارسلنک بالحق بشرا و نذیرا وان من امته الاخلا فیھا نذیر ○ وان یکذبوک فقد کذب الذین من قبلھم جاء تھم رسلھم بالبینت وبالزبرو بالکتاب المنیر ثم اخذت الذین کفروا فکیف کان نکیر ○
الھم سبحانک لا علم النا الاما علمتنا انک انت العلیم الحکیم -
مولا یا صلے وسلم دائما ابدا علی حبیبک من ذانت بہ العصر

بائیسویں پارے میں سورۃ فاطر کی پندرھویں رکوع کی آخری آیات میں ارشاد ہوتا ہے ان ارسلنک بالحق بشیرا و نذیرا کہ اے حبیب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہم نے آپؐ کو حق و صداقت کے ساتھ یہ منصب جلیلہ دے کر مبعوث فرمایا ہے کہ آپؐ اعمال کے نہ صرف دینوی بلکہ اخروی نتائج سے بھی لوگوں کو آگاہ فرمائیں۔ یاد رہے نظام ہائے حیات جو مرتب کئے جاتے ہیں ان کے مرتبین بڑے اعلیٰ درجے کے پڑھے لکھے باشعور تجربہ کار وسیع النظر لوگ ہوتے ہیں یہ ساری خوبیاں اس لئے ان میں ضروری ہوتی ہیں کہ اس نظام کے نتیجے میں بہتری حاصل ہو۔ اتنے وسیع النظر لوگ ہوں کہ ان کی نتائج پر نظر ہو لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ قوموں اور ملکوں کے منتخب افراد بڑے گنے چنے لوگ' بہت زیادہ پڑھے لکھے اور قابل بھروسہ لوگ امور دنیا کے بڑے ماہر' ان کے نتائج کے بڑے جاننے والے' بڑے حساب دان' تاریخ دان' اقوام عالم کے حالات سے واقف' جب وہ کوئی قاعدہ مرتب کرتے ہیں یا قانون بناتے ہیں تو دیکھا یہ گیا ہے کہ اس کے نفاذ کے بعد یا اس پر عمل پیرا ہونے کے بعد دو صورتوں کا عملی تجربہ ہوتا ہے ایک تو اس کے قابل عمل ہونے کی صورت میں اس کے نفاذ کے بعد پتہ چلتا ہے اور پھر آپ دیکھتے ہیں کہ دنیا کی ساری حکومتیں یا ان میں ترامیم کرتی ہیں یا وہ اتنے بودے ہوتے ہیں کہ وہ سارے کا سارا ضابطہ ہی واپس لے لیا جاتا ہے اور ہمارے ہاں تو اکثر یہ ہوتا ہے۔ پاکستان میں تو ایک ضابطہ نافذ ہوتا ہے اور پھر اس کے نفاذ سے پہلے وہ واپس لے لیا جاتا ہے اس لیے کہ وہ قابل عمل نہیں ہوتا۔

دوسری بات یہ دیکھی جاتی ہے کہ جو ضابطے نافذ کیے جاتے ہیں ان پر کیا واقعی وہی نتیجے مرتب ہوئے جو ان کے مدون کرنے والے یا منضبط کرنے والوں کا خیال تھا یا امید تھی۔ یہ دونوں باتیں کبھی اور کسی بھی ضابطے پر پوری نہیں ہوتیں۔ بعض ایسے بوگس ہوتے ہیں کہ وہ واپس لے لیے جاتے ہیں۔ بعض میں ترامیم کی ضرورت پیش آجاتی ہے اور ان میں پھر تبدیلیاں کی جاتی ہیں اور اس کے باوجود جب نتیجہ سامنے آتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہوسکے۔ اور بہت اچھا ضابطہ اسے سمجھا جاتا ہے جس سے کسی حد تک کامیابی نصیب ہوجائے۔ یہاں متوجہ فرمایا جارہا ہے آپؐ کی ذات ستودہ صفات کی طرف تو ارشاد ہورہا ہے انا ارسلنک بالحق اندازے اور گمان نہیں' موہوم امیدیں نہیں کہ اس کا نتیجہ امید ہے ایسا ہوگا یا غالبا" ایسا ہوگا۔ ایسی بات نہیں' یقینی نتائج کے ساتھ کہ جو کام کرنے کا حکم آپؐ دیں' جو ضابطہ حیات آپؐ دیں' جو طرز عبادت آپؐ دیں' جو عقیدہ آپؐ دیں اس پر کامیابی کی بشارت بالحق ہو' بشارت ہو حق کے ساتھ یعنی آپؐ اس پر خوش خبری دیں وہ بالکل حق ہو اس میں شبہ کی گنجائش نہ ہو۔ یہ آپؐ کا منصب عالی ہے۔ آپؐ نذیر بالحق بھی ہیں۔ نذیر سے مراد نقصان سے ڈرانا ہے کہ ان ضوابط پر یا ان قوانین پر یا ان احکام پر جو عمل نہیں کرتا' لاعلمی سے' یا جہالت سے اس پر عمل نہیں کرسکا۔ دوسرا طاقت' اختیار یا اقتدار نہ ہونے کی وجہ سے وہ کام نہیں کرسکا' تیسرا اس کی مخالفت کرنے کے لئے اس پر عمل نہیں کرتا۔ اب ایک ہی کام کے تین نتیجے مرتب ہوں گے۔ اس نقصان کی اطلاع بھی آپؐ نے حق کے ساتھ دینی ہے یہ آپؐ کا منصب جلیلہ ہے۔ "انا ارسلنک" اللہ کریم نے اپنی طرف سے نسبت فرمائی ہے کہ ہم نے آپؐ کو مبعوث فرمایا ہے۔ اللہ نے آپؐ کو مبعوث فرمایا ہے حق کے ساتھ کہ جو ضابطہ حیات عقیدے اور نظریے کے بارے ہے وہ عبادت کے بارے ہے یا وہ سیاست کے بارے یا وہ

معاملات کے بارے ہے یا وہ معیشت کے بارے ہے۔ یا تعلیم و علم کے بارے ہے یا وہ عدالت کے بارے ہے جو راستہ آپؐ متعین فرما دیتے ہیں۔ اس پر کامیابی کی یقینی خوش خبری دے دیجئے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں وہ کامیاب ہی کامیاب ہے۔ اس دنیا میں بھی کامیاب ہے اور آخرت میں بھی کامیاب ہے۔ **اور** ان ضابطوں پہ عمل نہیں کرتا اسے ناکامی کی بھی یقینی خبر دیجئے۔ صرف ناکامی نہیں بلکہ اس پر اللہ کی سزا کی' عذاب الٰہی کی بھی۔ ہمارے ہاں جو بہت بڑی غلط فہمی ہے وہ یہ ہے کہ کافر دنیا میں بڑی موج کر رہا ہے جب کہ ہمارا جو عقیدہ یا نظریہ یا قرآن حکیم جو بتاتا ہے یا علماء جو ہمیں بتاتے ہیں وہ یہ ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی نافرمانی کرنے والے کا مقدر عذاب ہے تباہی ہے بربادی ہے لیکن جدھر ہم دیکھتے ہیں کافر موج کر رہے ہیں ان کے پاس سلطنتیں ہیں' حکومتیں ہیں' مال و دولت ہے اور طاقت ہے اور دنیا میں وہ سپر پاور کہلاتے ہیں۔ اگر اس کا تجزیہ کیا جائے تو پہلی بات تو یہ ہے کہ کافر سپر پاور نہیں ہے۔ انہیں ہم نے بنالیا ہے۔ سپر پاور کافر نہیں ہے دنیاوی اعتبار سے آج بھی مسلمان سپر پاور ہے

یہ الگ بات ہے کہ

ہماری کمزوری یا ہماری اسلام سے بے وفائی کافروں کو سپر پاور بنا گئی۔ اگر دنیاوی اعتبار سے دیکھا جائے تو سپر پاور افرادی قوت سے بنتی ہوگی یا وسائل سے بنتی ہوگی یا ٹیکنالوجی سے بنتی ہوگی۔ تین ہی طریقے ہیں ناں تو افرادی قوت دنیا میں سب سے زیادہ مسلمانوں کے پاس ہے۔ دنیا کی آبادی کم و بیش چھ سو کروڑ کے لگ بھگ ہے چھ ارب کے لگ بھگ ہے۔ جس میں سے دو ارب کے لگ بھگ ایک قوم ہیں مسلمان اور دنیا کی ایک سو بائیس اقوام شامل ہیں چار ارب میں۔ یعنی پوری دنیا کی ایک تہائی آبادی صرف مسلمان ہیں اور دو تہائی میں ایک سو بائیس اقوام ہیں۔ تو پھر اندازہ کیجئے طاقت کس کے پاس ہے اگر افرادی قوت سے سپر پاور بنتا ہے تو مسلمان ہیں۔ لیکن یہ کہا جائے کہ صرف افراد سے بات نہیں بنتی' آج کل زمانہ معیشت کا اور اقتصادیات کا ہے' آج کل طاقت اس کے پاس ہے جو اقتصادی اعتبار سے مضبوط ہے۔۔۔ چند برس پہلے امریکہ کے اکانومسٹ جو تھے انہوں نے ایک تجزیہ شائع کیا تھا جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ دنیا کی آبادی کے وسائل کا دنیا کی ضروریات کی تکمیل کے وسائل کا 46 فیصد مسلمانوں کے پاس ہے لیکن یہ جھوٹ تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ وسائل کا 80 فیصد مسلمانوں کے پاس ہے۔ دنیا میں جتنے وسائل ہیں رزق کے' ان میں زراعت ہے ان میں جانور ہیں جن سے گوشت اور کھال حاصل ہوتی ہے۔ ان میں معدنیات ہیں۔ تو دنیا کے زرخیز ترین علاقے بھی مسلمانوں کے پاس ہیں۔ دنیا کے معدنیات سے سب سے زیادہ بھرپور علاقے بھی **مسلمانوں کے پاس ہیں۔ دنیا کی ساری بہترین بندرگاہیں اور گرم سمندر بھی مسلمانوں کے پاس** ہیں اور دنیا کے نقشے کو پھیلا کر دیکھو تو زمین کا جو جگر ہے سب سے بہترین حصہ جو زمین کا ہے وہ مسلمان ممالک کے پاس ہے۔ اب مسلمانوں نے خود کو ساٹھ حکومتوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ پھر ہر ملک میں بیسیوں پارٹیاں ہیں' پھر ہر پارٹی ایک دوسرے سے برسرپیکار ہے' تو وہ قصور مسلمانوں کا ہے۔ جتنے دنیا کے ممالک ہیں وہ مغربی ہوں یا فار ایسٹ کے ہوں وہ مسلمان ممالک سے اپنی ساری انڈسٹری کا خام مال لیتے ہیں۔ اور پھر اس کو پیوری فائی کر کے اسی کو تھوڑا بنا سنوار کر اربوں روپے منافع مسلمانوں سے کماتے ہیں۔ ہم نے ایک دفعہ تھوڑا سا کاروبار کیا تھا اور کچھ چیزیں برآمد کی تھیں ایک برآمدی لائسنس ایکسپورٹ کا بنوایا تھا۔ اس میں ہمیں سروے کرنا پڑا۔ یہ تین چار سال پہلے کی بات ہے۔ ایک چاقو بنتا ہے سیالکوٹ میں وہ جو ڈاکٹروں کے آپریشن کے کام آتا ہے۔ پیٹ کھولنے کے لیے یا بدن کھولنے کے لئے۔ وہ چھوٹا کٹر ہوتا ہے اتنا سا کٹر ہوتا ہے۔ پیچھے ہینڈل سا اور اس سے آگے وہ بنا ہوتا ہے وہ فولڈ وولڈ نہیں ہوتا کوئی دستہ وستہ نہیں ہوتا سیدھا نستر کی طرح بنا ہوتا ہے وہ سیالکوٹ میں بنتا ہے۔ ان دنوں دو ڈالر کا ایکسپورٹ ہوتا تھا۔ یہاں سے جرمنی کی ایک فرم لیتی تھی۔ سیالکوٹ سے وہ جرمنی جاتا تھا جرمنی میں وہ اس پر سٹیمپ لگاتے تھے Made in Germany صرف اتنا۔ یہاں سے جو جاتا تھا اس پہ کچھ لکھا نہیں ہوتا تھا۔ اس پر جرمنی میں جاکے مشین میں دیتے اس پہ وہ کندہ کر دیتی ہے Made in Germany وہاں سے وہ بیس ڈالر کا سعودی عرب میں آتا تھا۔ سیالکوٹ سے بنا دو ڈالر میں۔ میٹریل بھی مزدور کی مزدوری بھی اور کارخانہ دار کا پرافٹ بھی اس دو ڈالر میں شامل تھا۔ انہوں نے اس پہ صرف Made in Germany لکھا اس کے ساتھ انہوں نے تیس ڈالر لے لیے اور وہ بھی پھر مسلمانوں ہی سے لیے۔ اسی طرح آپ دیکھ لیں خام تیل کی اکثریت جو ہے وہ مسلمان ممالک کے پاس ہے لیکن اس کی آمدن جو ہے وہ مغرب کے پاس ہے۔ تو وسائل بھی مسلمانوں کے پاس ہیں اب رہ گئی ٹیکنالوجی تو دنیا کی سب سے جدید ٹیکنیک اور مہارت جو ہے وہ مسلمانوں کے پاس ہے۔ آپ دنیا کے کسی صنعتی ملک میں چلے جائیں کسی شعبے میں چلے جائیں سائنس میں' کمپیوٹر میں' لیزر ٹیکنالوجی میں' کسی شعبے میں چلے جائیں تو آپ کو مسلمان اور بالخصوص پاکستانی مسلمان صف اول میں نظر آئیں گے۔ یہ آپ کا بڑا ایٹم کا چرچا تھا کہ ایٹمی پروگرام بن رہا ہے اور پھر کیپ اسے کر دیا گیا' ٹوپی اوڑھا

دی گئی اسے' یہ جو ہمارے کاروں کے ڈیلر ہوتے ہیں نا شو روم جنہوں نے بنائے ہوتے ہیں ان کا محاورہ ہے کہ فلاں کو ٹوپی اوڑھانی ہے بھائی' اس نوں دھوکہ دے کے تے اس کولوں پیسے زیادہ لینے ہیں۔ یہ ان کا محاورہ ہے جسے سرکاری سطح پر امریکہ تک پذیرائی ہوئی کہ ایٹمی پروگرام کو Caping کردیا گیا اور یہ ہوگیا وہ ہوگیا تو یہ سارا جو شوشہ جس نے امریکہ کو پریشان کردیا' مغربی دنیا کو ہلا دیا وختہ ڈال دیا تو ایک ہی بندہ ڈاکٹر عبدالقدیر کہیں سے حکومت پاکستان پکڑ کرلے آئی مگر تھا تو پاکستانی ہی' ایسے لاکھوں عبدالقدیر مغرب کی جان ہیں۔ وہ برطانیہ میں ہو' یورپی اقوام میں ہو یا امریکہ میں جو نئی ایجادات آتی ہیں بلکہ یہ جو Space میں سیٹلائٹ جارہے ہیں۔ یہ راکٹ بھیج رہے ہیں' ڈسکوری بھیج رہے ہیں تو ناسا کا میں نے بھی ایک سال وزٹ کیا تھا۔ اس کی گورننگ باڈی پانچ سائنس دانوں پہ مشتمل تھی ان میں تین پاکستانی سائنس دان تھے۔ یعنی فنی مہارت بھی مسلمانوں کے پاس ہے۔ وسائل رزق کے بھی مسلمانوں کے پاس ہیں' افرادی قوت بھی مسلمانوں کے پاس ہے۔ کافر اس لیے سپر پاور ہے کہ مسلمان اسلام سے وفا نہیں کرتے' ایک بات۔ آج ایک خط بھی تھا کسی برخوردار کا کہ جی اسلام کے لیے دور حاضر کا بڑا مسئلہ کیا ہے تو میں نے صرف ایک اس کے سامنے لکھا ہے سرخ سیاہی سے "مسلمان" اسلام کے لئے رکاوٹ صرف آج کا مسلمان ہے اور کوئی اسے روک ہی نہیں سکتا۔ کافر میں سکت ہی نہیں' کفر کے پاس طاقت ہی نہیں۔ اندھیرا روشنی کو نہیں روک سکتا۔ ہاں سورج سے اس کی کرنیں ہی بے وفائی کرجائیں تو الگ بات ہے اندھیرا نہیں روک سکتا اسے۔ تو ایک بات تو یہ ہوگئی کہ کافر سپر پاور نہیں' سپر پاور اسلام ہے' مسلمان ہے آج بھی۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ اپنے آپ سے بے خبر ہے اپنی حیثیت سے نا آشنا ہے۔ اور اس نے اپنے آپ کو منتشر کرکے کافر کو سپر پاور بنادیا ہے۔ مسلمان اس پہ سوچنا گوارا نہیں کرتا کہ کافر بہت زیادہ تحقیق کرتے ہیں۔ آج ہمارے ملک میں جو دہشت گردی ہو رہی ہے یہ نہ فرقہ بازی ہے اور نہ دہشت گردی ہے یہ منظم سازش ہے عالم کفر کی' اہل وطن کو اس میں مصروف رکھنے کے لئے کیونکہ انہیں سب سے زیادہ خطرہ ب اس ملک سے ہے۔ وہ تجزیہ کرتے ہیں کہ دنیا میں کہیں کوئی اسلام کے حق میں تحریک چلتی ہے تو اس میں دماغ پاکستان کا ہوتا ہے' سرمایہ پاکستان کا ہوتا ہے اور خون پاکستان کا ہوتا ہے۔ فلسطین میں لڑی جانے والی جنگ ہو یا اری ٹیریا میں' وہ شیشان میں ہو یا الجزائر میں' وہ کابل میں ہو یا کشمیر میں تو پاکستان کا خون بھی اس پہ بہتا ہے' پاکستان کا سرمایہ بھی وہاں پہنچتا ہے اور پاکستان کا ذہن بھی وہاں ان کی قیادت کے لئے پہنچ جاتا ہے۔

کافر سپر پاور نہیں' سپر پاور اسلام ہے' مسلمان ہے یہ الگ بات ہے کہ وہ اپنے آپ سے بے خبر ہے اپنی حیثیت سے نا آشنا ہے اور اس نے اپنے آپ کو منتشر کرکے کافر کو سپر پاور بنادیا ہے

دنیا میں جتنی تحریکیں چل رہی ہیں کسی نہ کسی طرح وہ Related ہیں پاکستان کے ساتھ اور ان کی base جو ہے وہ یہاں ہے یہیں سے انہیں فیڈ کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مغرب پاکستان سے خوفزدہ ہے اور مغرب پاکستان کو اپنے آپ میں الجھائے رکھنا چاہتا ہے۔ یہ جو جتنی جنگیں ہو رہی ہیں ان کے پیچھے اہل مغرب کا بہت بڑا ذہن ہے۔ اور وہ ملک بڑے عجیب طریقے سے کام کرتے ہیں۔ ایک دفعہ مجھے دو تین سال پہلے کسی نے کہا جی کہ پچاس ہزار روپیہ لیتے ہیں امریکہ کونسلیٹ لاہور والے اور امریکہ کا ویزا دے دیتے ہیں۔ مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ یہ کیسے ممکن ہے۔ تو میں جا رہا تھا امریکہ' وہاں جاکر میں اس کی کھوج میں لگا رہا۔ تو پتہ یہ چلا کہ انہیں حکومت نے کہا ہے کہ ملک میں بدامنی پھیلانے کے لئے ہمیں یہاں سے جو پیسہ دینا پڑتا ہے اس کے بدلے وہاں سے فنڈز جنریٹ کرو اور وہیں خرچ کرو تو وہ جو ویزے پر پچاس ہزار ریٹ لے رہے تھے نری رشوت نہیں تھی وہ ملک میں بدامنی پھیلانے کے لیے وہاں سے فنڈز آنا بند ہوگئے تھے تو یہیں سے انہیں فنڈز جنریٹ کرنے کا حکم ملا یعنی وہ اس پہ اتنی محنت اور کوشش کرتے ہیں۔ اب آپ اندازہ کرلیجئے کہ کتنی بڑی طاقت ہے جو آپس کی قتل و غارت گری کی نظر ہو رہی ہے۔ یہ لوگ وہی ہیں کہ یہاں صرف شیعہ اور سنی نہیں رہتے تھے یہاں شیعہ سنی کے ساتھ ہندو بھی رہتے تھے سکھ بھی رہتے تھے' عیسائی بھی رہتے تھے۔ ہر گاؤں میں ہر مذہب کے لوگ تھے۔ ہر گاؤں میں ہر مذہب کی پوجا ہوتی تھی۔ ہم نے سکھوں کو لاشیں جلاتے دیکھا کوئی نہیں احتجاج کرتا تھا بلکہ ان کے لئے جگہیں مختص تھیں۔ ان کے لئے لوگ احترام لحاظ کرتے تھے۔ ہندوؤں اور سکھوں ہی کی دکانیں ہوتی تھیں ہمارے ہاں' ہمارے ان علاقوں میں تو مسلمان جو ہیں یہ ڈنڈے مار قسم کی قوم تھی اور یہ تجارت کرنا کمزوری سمجھتے تھے اور اپنی شان کے خلاف سمجھتے تھے بلکہ اب زمانہ بدل گیا اور ہوٹل بن گئے۔ یہاں ہمارے ہاں تو کھانے کا' دودھ کا' گھی کا' ان چیزوں پر پیسہ لینا وہ جرم خیال کرتے تھے۔ کسی کے پاس گھی ہے تو وہ

دوسرے کو مفت دیتا تھا۔ دودھ جتنا چاہئے مفت مل جاتا تھا تو یہ چیزیں بیچنے کی نہیں ہوتی تھیں اور اسے بیچنا یہ اپنے وقار کے منافی سمجھتے تھے کہ بھلا یہ بھی کوئی روزی کمانے کا ذریعہ ہے تو یہ اب بن گئے ہوٹل اور یہ بکنے لگیں دال روٹیاں۔ تو تجارت پہ ساری اجارہ داری ہندوؤں کی تھی نہ کوئی ان کی دوکان لوٹتا تھا۔ نہ ان کا کوئی پیسہ چھینتا تھا نہ ان سے کوئی زیادتی ہی کرتا تھا۔ تو اب کیوں کرتے ہیں؟ اس لئے کہ دنیا کی کافر طاقتیں ہمیں آپس میں لڑا کر وہ قوت جو ان کے خلاف استعمال ہونے کا خطرہ ہے اس کا سدباب کر رہی ہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ کافر آج بھی عذاب الٰہی سے بچا ہوا نہیں ہے۔ اس کے پاس ایک لمحہ سکون کا نہیں ہے۔ ایک لمحہ کسی کافر کے پاس سکون کا نہیں ہے۔ اس قدر بھٹکے ہیں وہ کہ اب پورے ویسٹ (west) میں انہیں ولدیت کا خانہ ختم کرنا پڑا۔ کیوں؟ پتہ ہی نہیں چلتا۔ کسی کی ولدیت ثابت ہی نہیں ہوتی۔ جب کسی کی آبرو کا کوئی تصور نہ رہے اس کے پاس سکون کہاں سے آئے گا۔ پھر کوئی کسی کا ہمدرد نہیں ہوتا۔ پورے کافر معاشرے میں اس طرح کی کوئی چیز نہیں ہے۔ جسے آپ شفقت یا ہمدردی کہہ سکیں۔ سب کچھ مکینیکل اور مشینی ہے۔ اور یہ جو آپ پراپیگنڈہ دیکھتے ہیں ناں وہاں ایکسیڈنٹ ہوا اور فوراً" پہنچ گئی پولیس اور ہسپتال لے گئے' یہ ان سے پوچھیں جنہیں لے جاتے ہیں وہ کہتے ہیں خدا ہمیں مار دیتا اس سے بہتر تھا یہ اٹھانے والے نہ پہنچتے کہ ان کا قرضہ تو زندگی بھر اترے گا ہی نہیں

ہمارے ایک عزیز کا Accident ہو گیا تھا امریکہ میں تو غالباً" ہفتہ یا دو ہفتے مجھے صحیح یاد نہیں ہسپتال اسے رہنا پڑا۔ دس ہزار ڈالر بل بنا ان دس ہزار ڈالروں میں روزانہ کے اڑھائی سو ڈالر بلڈ ٹیسٹ کے شامل تھے کہ کہیں اس نے شراب تو نہیں پی حالانکہ اس نے پہلے دن انہیں بتایا تھا کہ میں مسلمان ہوں میں نے آج تک شراب چکھی نہیں' نہ آئندہ کوئی پینے کا میرا ارادہ ہے میں شراب نہیں پیتا تو ایک دفعہ نہیں دن میں پانچ دفعہ ٹیسٹ کرتے تھے اور ہر ٹیسٹ کے پچاس ڈالر اور جتنے دن رہا روزانہ کرتے رہے۔ اس کی صحت سے زیادہ انہیں اپنا بل مین ٹین کرنے کی فکر تھی۔ انہوں نے کہا بس جی ہمارے مینول میں ہے' اتنی ہمدردی کرتے ہیں۔ یہ ہمدردی محبت شفقت احترام کی چیزیں کافر معاشرے میں نہیں ہیں۔ لیکن کچھ چیزیں جو وہاں ہیں۔ وہ تب نہیں تھیں جب اللہ کے رسولؐ معبوث ہوئے۔ جب قرآن نے زندگی کے ضابطے دیئے تب ان کے پاس نہیں تھیں۔ مسلمانوں کی عالمی فتوحات کے بعد انہوں نے تاریخ اسلام کا تجزیہ کیا۔ مسلمانوں کی کامیابیوں کا تجزیہ کیا اور دنیاوی کامیابیوں کے لئے کچھ اصول مسلمانوں سے Adopt کئے کہ یہ صحرائے عرب سے اٹھ کر مٹھی بھر لوگ کس طرح دنیا پہ چھا گئے ان میں کیا کیا خوبیاں تھیں جو خوبیاں انہوں نے اختیار کیں۔ ہمارے ایک پاکستانی ہوتے تھے صدیقی صاحب۔ اللہ انہیں غریق رحمت کرے وہ کنگ جارج ششم کے ساتھ غالباً" تھے ان کے وہ فوجی افسر جو ساتھ ہوتا ہے کیا کہتے ہیں اسے ADC یا اس طرح تو کپتان تھے اس وقت برطانوی فوج میں وہ جبکہ اس زمانے میں تو کسی ایشیائی کا کپتان ہونا ایک بڑی عجیب بات تھی تو وہ کافی عرصہ بادشاہ کے ساتھ رہے برطانوی شاہی خاندان پہلے ایک قلعہ میں رہتا تھا جو آج بھی عجائب گھر کے طور پر انہوں نے محفوظ رکھا ہوا ہے دریا کے کنارے اور آج کل جو شاہی محل ہے اس نے اپنے لئے بنایا تھا بادشاہوں نے اس سے لے لیا تو بکنگھم پیلس میں جب یہ منتقل ہوئے تو کچھ یادداشتیں تھیں حکومت برطانیہ کی کیونکہ برطانیہ نے ایک دفعہ روئے زمین کے تقریباً" ہر حصہ پر قدم جمائے۔ کینیڈا ان کے ماتحت تھا' امریکہ ان کے ماتحت تھا' افریقہ ان کی نوآدیاں تھیں' یہ مشرق وسطیٰ پہ چھائے ہوئے تھے' ہندوستان ان کے پاس تھا' برما ان کے زیر نگیں تھا اور سارے یہ مشرقی جزائر ان کے قبضہ میں تھے جاپان تک۔ تو کہا جاتا تھا کہ برطانوی حکومت پر سورج غروب نہیں ہوتا تو اس زمانے میں قلعے سے بکنگھم پیلس میں جب یہ منتقل ہوئے تو جب ان کا سامان منتقل کیا گیا تو اس قلعے میں کچھ یادداشتیں تھیں جو بہت ہی کنفیڈنشل اور پوشیدہ تھیں تو وہ چونکہ بادشاہ جی کا ADC تھا تو وہ سارے کاغذات اسی نے منتقل کرنا تھے ان یادداشتوں کی اس نے نقول کرالیں۔ اللہ انہیں غریق رحمت کرے وہ جماعت کے ساتھی بھی بنے وہ کراچی میں مجھ سے ملے اللہ اللہ کرتے رہے کرنل محبوب صاحب کے ہاں۔ تو وہ ان کی نقول انہوں نے مجھے فراہم کیں کوئی ایک صدی سنبھالنے کے بعد اس شخص نے وہ سو سال تک محفوظ رکھیں تو انہوں نے وہ میرے سپرد کیں میں نے کرنل صاحب کو دی ہیں کہ انہیں اردو میں ترجمہ کرکے ان کی کتاب اب بنائی جائے اس میں وہ سارے راز موجود ہیں کہ کس کس طرح مسلمانوں کی ایجادات انہوں نے انگریزوں کے نام لگائیں کہاں کہاں پر اسلامی حکومتیں تھیں جو انہوں نے ختم کیں اور تاریخ سے مٹا دیں تو آپ کو حیرت ہوگی کہ برطانیہ کے متعدد حصے پر بھی اسلامی حکومت تھی اور آکسفورڈ یونیورسٹی جو ہے اس کی بنیاد مسلمانوں نے رکھی تھی ایک زمانے میں امریکہ کا بھی آدھے سے زیادہ حصہ مسلمانوں کے زیر نگیں تھا اور بے شمار ایجادات جن کو بعد میں انہوں نے انگریزی ناموں سے روشناس کرایا انہی مسلمان موجدین کے نام انہوں نے کنورٹ کرکے انگریزی میں رکھ لیا۔ اس میں پوری

فہرست دی ہوئی ہے کہ فلاں کا نام ہم نے یہ رکھا' فلاں مسلمان کا نام ہم نے یہ رکھا اس کا یہ نام تھا ہم نے یہ رکھا۔ اس سیکرٹ فائل میں ساری فہرست موجود ہے تو کافر کے پاس جو فائدہ دینوی بھی ہے وہ اتنا ہے جہاں اس نے وہ اصول اپنائے، جو محمد رسول ﷺ نے دیئے تو اخروی فائدے سے وہ اپنے کفر کی وجہ سے محروم رہے گا لیکن دنیاوی فائدہ تو کافر کو بھی نصیب ہوتا ہے۔ تجارت میں ان کا وہ اصول ہے جو اسلام نے دیا لیکن معیشت میں اس کا وہ اصول ہے جس سے اسلام روکتا ہے۔ تجارت میں وہ کماتا ہے اور معیشت میں آکر مار کھا جاتا ہے۔ غریب' غریب تر ہو جاتا ہے' امیر امیر تر ہو جاتا ہے۔ اگلے دن سٹیلائٹ پر دکھا رہے تھے کہ آج کل اس وقت پیرس میں نصف سے زیادہ آبادی ان لوگوں کی ہے جو سڑکوں پہ زندگی بسر کرتے ہیں' ان کے پاس گھر نہیں ہیں۔ یعنی دنیا کا جو بہترین خوبصورت ترین شہر شمار ہوتا ہے۔ وہاں کے باسیوں میں بھی نصف سے زیادہ وہ لوگ ہیں جو فٹ پاتھ پر پڑے ہیں اور جن کے پاس سر چھپانے کی جگہ نہیں ہے ان کی معیشت کا نظام سودی ہے۔ جو اسلام کے خلاف ہے یہ اس کا نتیجہ ہے۔ تجارت میں جو کامیابی ہے وہ' وہ اصول ہے جو قرآن نے دیا تھا کہ پورا دو' صحیح مال دو اور صحیح قیمت لو۔ تو یہ جو ہم پر یہ رعب چھایا ہوا ہے کہ جی کافر عیش کر رہا ہے۔ کافر عیش نہیں کر رہا کافر کو ہم عیش کرا رہے ہیں۔ اس کا جواب بھی مسلمانوں کو دینا پڑے گا۔ کافر اگر دنیا پہ ظلم ڈھا رہا ہے۔ کافر اگر دنیا کا Policeman بنا ہوا ہے' کافر اگر دنیا پر دندناتا پھر رہا ہے' جسے چاہتا ہے تباہ کر دیتا ہے جسے چاہتا ہے غلام بنا لیتا ہے تو اسے یہ فرصت یہ مہلت یہ طاقت بھی مسلمانوں نے دے رکھی ہے۔ وسائل مسلمانوں کے ہیں' قوت مسلمانوں کی ہے' علم و عقل اور خرد مسلمانوں کی ہے جسے کافر استعمال کر رہے ہیں۔ میں نے کل بھی عرض کیا تھا کہ ولید اور ابو جہل جیسے لوگوں کو بھی یہ یقین تھا کہ جو حضورؐ کہتے ہیں یہ سچ ہے۔ وہ نہیں مانتے تھے اپنی انا کی وجہ سے۔ ہم ایسے بدھو ہیں کہ ہم مانتے ہیں لیکن ہمیں آپ کے ارشادات پر یقین نہیں ہے۔ یعنی عجیب صورت حال ہے سمجھ سے بالاتر کہ جو نہیں مانتے تھے' ارشادات عالیہ پر انہیں بھی یقین تھا کہ جو یہ کہتے ہیں وہ حق ہے۔ ہم کوئی ایسے بدنصیب ہیں کہ ہم مانتے ہیں۔ نبوت کو مانتے ہیں' قرآن کو مانتے ہیں' صداقت کو مانتے ہیں' پھر جب بات ہوتی ہے یہ کام اس طرح مت کرو تو ہم وہ کرتے ہیں اس لیے کہ ہمیں وہ یقین نہیں ہوتا کہ یار اس طرح کرنے سے کیا ہوگا اس طرح سے کیا ہوگا۔ تو یہ آیہ کریمہ اس بات کی ضمانت فراہم کر رہی ہے۔ اللہ کریم اپنی طرف نسبت کرکے فرماتے ہیں کہ ہم نے آپؐ کو حق کے ساتھ شک و شبہ سے بالا تر اور دنیا ہی نہیں آخرت تک کے نتائج سے مطلع کرنے کی طاقت

دنیا کے بہترین اور خوبصورت شہر کہلوانے والے پیرس میں نصف سے زیادہ آبادی ان لوگوں کی ہے جو سڑکوں پر زندگی بسر کرتے ہیں' ان کے پاس گھر نہیں ہیں' اس کی وجہ صرف نظام اسلام کی بجائے سودی نظام کا ہونا ہے

عطا کرکے مبعوث فرمایا ہے کہ جو آپؐ کے بنائے ہوئے ضابطے کو آپؐ کے عطا کردہ نظام حیات کو اپنائے آپؐ اسے دنیا میں کامیابی کی بشارت دیں موت میں کامیابی کی بشارت دیں برزخ میں کامیابی کی بشارت دیں اور میدان حشر میں کامیابی کی نوید سنا دیں۔ یہ آپؐ کا منصب جلیلہ ہے۔

اب جو آپؐ کی بات نہ مانے اسے بتا دیجئے کہ تو دنیا میں ناکام ہوگا ذاتی زندگی میں پریشان ہوگا۔ قومی زندگی میں پریشان ہوگا' موت میں پریشان ہوگا' برزخ میں پریشان ہوگا اور آخرت میں پریشان ہو جائے گا۔ انا ارسلنک بالحق بشیرا" و نذیرا۔ ہم نے آپؐ کو مبعوث فرمایا ہے حق و صداقت کے ساتھ کہ آپؐ خوش خبری بھی سنائیں' اطاعت گزاروں کو نوید کامرانی بھی دیں۔ اور جو آپؐ کے ارشادات سے استفادہ نہ کر سکیں انہیں ناکامی کے عبرت ناک حالات بھی یہیں بتا دیں کہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ اور فرمایا ہم تو ایسے کریم ہیں کہ ہم نے کسی قوم کو نبی کے بغیر نہیں رکھا۔ ہر قوم میں ہم نے نبی مبعوث فرمایا اور جب آپؐ مبعوث ہوئے تو اقوام عالم کو آپؐ کا خوشہ چین بنا دیا گیا۔ لیکن اگر لوگوں کو یقین نہیں آتا لوگ انکار کرتے تھے تو دکھ ہوتا تھا آقائے نامدار ﷺ کو۔ کیسی عجیب بات ہے کہ جو آپؐ کا حکم نہیں مانتے تھے' آپؐ کو نبیؐ اور رسولؐ نہیں مانتے تھے' آپؐ پر زبان طعن دراز کرتے تھے' آپؐ کو ایذا دیتے تھے' معاذ اللہ آپؐ کے قتل کے درپے تھے' حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو ان کا دکھ ہوتا تھا اور آپؐ فرماتے تھے کہ عجیب بات ہے میری بعثت کے بعد بھی بنی آدم پھر جہنم میں جائیں۔ تو یہ تو بڑے دکھ کی بات ہے' اور کیسی عجیب بات ہے آپ حضورؐ کی رحمت العالمینی کا اندازہ فرمایئے کہ رب کریم تسلی دیتے ہیں کہ آپؐ اتنے غمگین نہ ہوں یہ محروم القسمت لوگ ہر عہد میں رہے ہیں اور ہر نبی کے ساتھ انہوں نے یہ کیا اگر یہ آپؐ کی تکذیب کرتے ہیں تو پہلے انبیاء کی بھی لوگوں نے تکذیب کی ہے۔ یہ محروم القسمت لوگ' بدنصیب لوگ ہر عہد میں ہوتے ہیں۔ لیکن آپؐ کے کرم کا اور آپؐ کی شفقت کا

اور آپؐ کی انسانیت پر جو آپؐ کی محبت تھی اس کا اندازہ کیجئے کہ آپؐ کو ان کا دکھ پہنچ رہا ہے۔ جو آپ پر ظلم ڈھانے کو تیار ہیں اس پر کسی فارسی شاعر نے کہا تھا ناں

دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمناں نظر داری

کہ تیرا کرم عام تو دشمنوں پر بھی ہے پھر تو دوستوں کو کیسے محروم رکھے گا۔ دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمناں نظرداری

اللہ اللہ دنیا شعروادب کی دنیا کا سب سے اہم موضوع معشوق اور محبوب کی بے وفائی کا شکوہ ہے۔ تو دنیا بھر کے آپ شعروادب کو پڑھ جائیں کسی زبان کے شعروادب کو پڑھ جائیں تو سارے انسانی ادب کا اور انسانی شعروشاعری کا سب سے بڑا موضوع جو ہے وہ یا بے وفائی ہے محبوب کی یا اندیشہ بے وفائی ہے۔ یہ کیسا محبوب ہے جو بے وفاؤں کے لئے راتوں کو روتا ہے۔ اور جس کے دل کو ان کا دکھ پہنچتا ہے جو اس پر عاشق نہیں ہوتے' جو اس سے محبت نہیں کرتے' جو اس سے رشتہ الفت استوار نہیں کرتے' جو اس سے کچھ لینا نہیں چاہتے ان کے لئے دکھی ہوتا ہے۔ یعنی کمال رحمت یہ ہے ہیرے جب تراشے جاتے ہیں ناں تو مختلف تراشوں کی مختلف قیمتیں ہیں۔ سب سے قیمتی تراش ہیرے کی وہ ہوتی ہے جس میں اس کے زیادہ سے زیادہ پہلو بنائے جاتے ہیں۔ جتنے زیادہ پہلو اس میں تراش کر بنا دیئے جاتے ہیں اتنے گنا اس کی قیمت بڑتی جاتی ہے کہ اس کا ہر پہلو ایک نئی روشنی دیتا ہے۔ ہر پہلو میں ساتوں رنگ موجود ہوتے ہیں۔ ہیرے کے جتنے پہلو تراش دیئے جائیں ہر پہلو میں ساتوں رنگ موجود ہوتے ہیں۔ اور اس پر جب لائٹ پڑتی ہے تو ہر طرف نور بکھر جاتا ہے۔ آپ اندازہ کیجئے کہ جس قلب اطہر کو رب جلیل نے ساری انسانیت کے لئے تراشا ہے اس کے کتنے پہلو ہوں گے اور ہر پہلو میں نورانیت کا کیا رنگ ہوگا۔ ایک دل ایک وقت میں ایک کو چاہتا ہے لیکن کیا قلب اطہر ہے محمد رسول اللہؐ کا کہ ایک قلب اطہر ساری انسانیت کے لئے ہے۔ اس میں کتنے پہلو ہیں کرم کے' کس طرح سے بنایا ہے رب العالمین نے اور کتنی نورانیت ہے اور کتنی اس میں قوت ہے اور کتنی اس میں شفقت ہے اور کتنی محبت ہے کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔ تو وہ جو شفقتیں' محبتیں' کرم ہیں ان کا فطری تقاضا ہے کہ جب لوگ اپنی مرضی سے' اپنے اختیار سے اس سے محروم ہوتے ہیں تو رحمت العالمین' دکھ محسوس کرتے ہیں کہ میں بھی موجود ہوں' میری نبوت بھی ہو اور یہ لوگ پھر دوزخ میں جائیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ میری مثال لوگوں کے ساتھ ایسی ہے جیسے کسی نے جنگل میں آگ جلائی ہو اور بے شمار پروانے جمع ہو جائیں اور وہ اس آگ میں گرتے ہوں اور کوئی ایسا آدمی ہو جو لپک لپک کر ایک ایک کو بچا رہا ہو۔ انہیں آگ سے محفوظ کر رہا ہو۔ فرمایا لوگوں کی مثال ان پروانوں کی ہے اور میری مثال ایسی ہے کہ میں ایک ایک کو آگ سے اچک رہا ہوں۔

یہاں رب کریم نے فرمایا اگر یہ آپؐ کو جھٹلاتے ہیں تو آپؐ دکھی نہ ہوا کریں اس لیے کہ آپؐ سے پہلے نبی آئے اور لوگوں نے ان کے ساتھ بھی اسی طرح کا برتاؤ کیا۔ ان کے پاس نبی اور رسول آئے۔ اللہ کی طرف سے صحیفے لائے' روشن کتابیں لائے' معجزات لائے' دلائل لے کر آئے اور لوگوں نے ان کی تکذیب کی لیکن تکذیب نبوت پر جو یقینی نتیجہ مرتب ہوتا ہے وہ انہیں بتا دیجئے کہ کفر کر کے' تعلیمات نبوت کا انکار کر کے' اتباع رسالت سے محروم ہو کر کوئی دست قدرت سے بھاگ نہیں سکتا' وہ دست قدرت کی گرفت میں آجاتا ہے۔ ہم نے پکڑا پھر ان کو۔ میں نے ان کو پکڑا وہ دست قدرت کی گرفت میں آگئے۔ وہ جنہوں نے نبیؐ کے ارشادات کا انکار کیا۔ یہاں ایک بات ذہن نشین کر لیجئے ایک آدمی انکار کر دیتا ہے کہ میں مانتا ہی نہیں ہوں وہ کافر ہو گیا۔ کافر ہمیشہ کے لئے ہی آخرت سے محروم ہو گیا اور اگر کفر پر ہی مر گیا تو ہمیشہ جہنم میں ہی رہے گا اور کبھی اس کی دوزخ کی زندگی ختم نہیں ہوگی اور نہ دوزخ سے رہائی ہوگی۔ دوسرا وہ بد نصیب ہے جو انکار نہیں کرتا آپ اسے کافر نہیں کہہ سکتے لیکن وہ عمل نہیں کرتا۔ اب آخرت کا جو معاملہ ہے وہ مختلف ہے وہاں تین صورتیں ہیں اللہ چاہے بغیر پوچھے معاف کر دے اس کی بخشش بے پناہ ہے اور اس نے انکار تو کیا نہیں کافر تو ہے نہیں مسلمان ہے بغیر پوچھے معاف کر دے' شفاعت کے مختلف شعبے ہیں۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی شفاعت' شفاعت کبریٰ ہے۔ کسی کے چھوٹے چھوٹے بچے معصوم مر گئے میدان حشر میں وہ کہیں گئے کہ ہم تو ماں باپ کے بغیر جنت میں نہیں جائیں گے وہ ان کے لیے وہی شفیق بن جائیں گے۔ کسی کی کوئی چھوٹی سی نیکی کام آگئی بہر حال یہ ساری چیزیں اپنی جگہ' کوئی کسی کا کسی نیک کے ساتھ تعلق' کسی کا کوئی شیخ' کسی کا کوئی پیر' کسی کا کوئی استاد' کسی کا کوئی تعلیم و علم' لیکن کوئی شفاعت سے بچ گیا۔ اگر اس سے بھی محروم رہا تو دوزخ میں جانا ہوگا اور کبھی نہ کبھی اگر اس میں رائی برابر بھی ایمان ہے تو کبھی نہ کبھی اس کی جان چھوٹ جائے گی۔ یہ نتائج اخروی ہیں۔ دنیا کے جو نتائج ہیں وہ دونوں کے لئے برابر ہوتے ہیں۔ وہاں ایمان و کفر کی کوئی قید نہیں۔ دھوپ میں کافر بھی بیٹھے تو سردی دور ہو جائے گی۔ مومن بھی بیٹھے سردی دور ہو جائے گی۔ اچھا کھانا مومن کو دو یا کافر کو دو دونوں کی صحت ٹھیک ہوگی۔ علاج معالجے میں دوا دونوں پہ اثر کرے گی تو دنیا میں ماننے والا بھی اگر

آپؐ کے ارشادات پر عمل کرنے سے انکار کر دے تو اس کی جو دنیاوی سزا اور محرومی ہے وہ اس پر اسی طرح آتی ہے جس طرح کافر پر آتی ہے۔ جیسے کافر بھی اگر دینی ضابطوں کا اتباع کرے تو اسی طرح کے فائدے مرتب ہوتے ہیں جو مسلمان پہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح مسلمان بھی جب دنیوی امور میں اتباع نبوت چھوڑ دے تو اسی طرح کی محرومی آتی ہے جس طرح کافر پہ آتی ہے۔ تو ہمارا فرض یہ ہے اللہ ہمیں توفیق دے اور ہدایت دے کہ ہم اس مرض سے نکل سکیں۔ الحمد اللہ ہم نے مانا انکار تو نہیں کیا یہ بھی اللہ کا احسان ہے کہ انکار پہ تو نوبت نہ پہنچی لیکن ہمارا فرض یہ ہے کہ عملاً" جب ہم نہیں کرتے تو مار وہی پڑتی ہے جو کفر پہ پڑنی چاہئے وہ ہمیں اپنی مسلمانی کے باوجود پڑتی ہے۔

جس طرح انکار والا گرفت میں آجاتا ہے کافر دونوں جہانوں میں گرفت میں آگیا۔ ایمان والا ' آخرت میں اس کے پاس کوئی سبب بچنے کے ' مغفرت الٰہی کے ' وسعت رحمت باری کے ہیں لیکن دنیاوی نتائج تو بھگتے گا فرمایا فکیف کان نکیر پھر آپ نے دیکھا کافروں کی تباہی کا تماشہ اور حال - میرا عذاب کتنا رسوا کرتا ہے بندے کو اور کس طرح تباہ کر دیتا ہے تو ہماری رسوائی اور تباہی کا جو سبب ہے وہ یہ ہے کہ ہم نے اپنی عملی زندگی میں اتباع رسالت کو ' قرآن کی اتباع کو ' اللہ کے دین کی اتباع کو چھوڑ رکھا ہے۔ ہم چیزوں کو ماضی کی طرف لے جاتے ہیں - بڑے دھڑلے سے ہمارا آج کا دانشور کہتا ہے کہ جی یہ ملک تو اس لیے ہم نے لیا تھا کہ ہندو کا جو اقتصادی تسلط ہے اس سے مسلمان نکل جائیں اور مسلمان اپنا کاروبار کریں اور معاشی طور پر خوشحال ہو جائیں۔ کیا کوئی ایک آدمی ایسا پیش کیا جاسکتا ہے ان لوگوں میں سے جو ابھی زندہ ہیں اور جو پاکستان بننے کے وقت ہجرتیں کر کے آئے یا اس ملک کے جن لوگوں نے تعمیر پاکستان میں حصہ لیا۔ ان میں سے بھی کوئی ایک بندہ پیش کیا جاسکتا ہے جو اس بات کی شہادت دے کہ جی وہ اقتصادی خوشحالی کے لئے ہم نے یہ ساری محنت کی تھی۔ ان میں سے کوئی نہیں کہتا یہ صرف وہ لوگ کہتے ہیں جو شریک سفر نہ تھے۔ ایک ایک بندے نے صرف اور صرف نفاذ اسلام کے دعوے پر ساری محنت کی تھی۔ صرف اور صرف اسلام کے لئے۔ کسی کو معیشت کا یا معاشی خوشحالی کا یا بدحالی کا یا ہندوؤں کی تجارت پہ قبضے کا کسی کو کوئی ہوش ' کوئی خیال نہ تھا ' مطلقاً" کوئی ایسی بات ہی نہیں تھی۔ ہم نے کسی جلسے میں کوئی ایسی بات نہ سنی ' کسی لیڈر میں اس طرح کی کوئی بات نہ دیکھی ' کسی اخبار میں اس طرح کی کوئی خبر نہ پڑھی۔ صرف اور صرف ایک ہی بات تھی کہ اسلامیان ہند کے لیے ایک ایسا ٹکڑا ہو جس پر وہ اپنے عقیدے ' اپنے نظریے کے مطابق ' اپنا نظام حیات اختیار کر کے زندہ رہ سکیں۔ لیکن ہم اس سے مکر گئے اس سے محروم رہے اس سے دور کر دیئے گئے اور اب ہم ایسی جگہ پہنچ گئے ہیں کہ آنے والی نسلوں کو گمراہ کرنے کے لئے یہ نئے نئے دعوے ایجاد کئے جارہے ہیں۔ میں آج اخبار میں دیکھ رہا تھا کہ اجمل خٹک صاحب کا بیان تھا کہ ہمارا میاں نواز شریف کے ساتھ دو باتوں پہ معاہدہ ہے ایک پختون خواہ کا اور ایک سیکولر پاکستان کا ' بس یعنی کمال ہے لوگوں میں اتنی جرات ہے کہ یار قرآن کی بات کرو دہشت گرد کہلاؤ ' اسلام کی بات کرو تو آپ گرفتار ہو جاؤ ' اور پاکستان پورے کو بے دین بنانے کا دعویٰ کرو تو یہ کوئی جرم ہی نہیں ہے حکومت کی گود میں بیٹھو۔ یہ خانصاحب وہ بندے ہیں کہ جتنا عرصہ ضیاء الحق رہا یہ اپنے آپ کو کابل میں بٹھا کر جلاوطن بنے رہے اور روس کے ٹکوں پر پیسوں پر عیش کرتے رہے وہاں سے پاکستان کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے رہے۔ آج کل وہ سب سے بزرگ سیاست دان ہیں ہماری قومی اسمبلی میں پیشوا سمجھے جاتے ہیں اور یہ میاں صاحب کی خوبی ہے کہ ہر نطفہ حرام ان کی جیب میں ہے کسی طرح کا کوئی غدار جو نسلوں سے غدار آرہا ہے یہ ان کا کمال ہے کہ ان کے ساتھ ان کی بنتی ہے یہ عجیب بات ہے ایسے ایسے بدمعاش جن کی بے نظیر بھٹو سے بھی نہیں بن سکی یہ بے چاری میں سمجھتا ہوں بدنام زیادہ تھی اور شاید بدکار وہ زیادہ ہیں۔ تعجب ہے ان لوگوں کے ساتھ اس کی کیسے بنتی ہے تو حیرت ہوتی ہے کتنی جرات سے ایک بندہ یہ کہتا ہے یہ پختونخواہ ایک صوبے کا نام نہیں بدلے گا۔ یہ وہ بنگلہ دیش والی اصطلاح میں ان کی بنیاد رکھی جارہی ہے۔ رفتہ رفتہ پھر جو باقی ماندہ بچ گیا ہے اس کو پھر سے۔ یہ وہ نیو ورلڈ آرڈر کا حصہ ہے اور اس پر عمل کی کوششیں ہو رہی ہیں لیکن ان ساری کوششوں کا جواب کیا ہے۔ دیکھیں کسی آدمی کو تپ دق ہو جائے۔ اسے کھانسی بھی آتی ہے اسے بخار بھی رہتا ہے اسے ٹانگوں میں درد بھی ہوتا ہے۔ اس میں کمزوری بھی آجاتی ہے۔ اس کی بصارت بھی کمزور ہو جاتی ہے اس کی سماعت پہ بھی اثر پڑتا ہے۔ لیکن اگر آپ آنکھوں کا گھٹنوں کا ٹانگ کے درد کا اس کی سماعت کا علاج کرتے رہیں اور تپ دق کا نہ کریں تو وہ مرجائے گا۔ اصل علاج اس کا یہ ہے کہ اس کے تپ دق کا علاج کیا جائے پھر آپ ساتھ آنکھوں میں بھی دوا ڈالیں اس کی ٹانگوں میں درد ہے تو پین کلر بھی دیں ' کھانسی آئے تو کھانسی کو روکنے کا حیلہ بھی کریں ' اسے بخار کی دوا بھی دیں لیکن بنیادی ضرورت اس کی یہ ہے کہ جو اصل مرض ہے اس کا ازالہ کیا جائے۔ ہمارا اصل مرض ہے نظام اسلام سے محرومی اور دین سے دوری۔ یہ جتنی علامات ہیں جیسے دہشت گردی اس کی علامت

ہے' کھانسی میں خون آتا ہے' بھائی اس کا جگر چھلنی ہے' اسے ٹی بی ہے' اس کے پھیپھڑے زخمی ہیں خون تو آئے گا۔ دہشت گردی ہو گی کفر چھا رہا ہے چوری ہوتی ہے' نہیں روکی جاتی' بے انصافی ہے' لوگ رشوت لیتے ہیں۔ رات بحث کر رہے تھے کہ کراچی کی ساری بجلی کو پرائیویٹائز کیا جائے اسے بھی بیچا جائے کہ نہیں تو دلیل یہ دی جا رہی تھی کہ اتنی رشوت خوری اور بدعنوانی ہو گئی ہے اسے روکا نہیں جا سکتا اسے بیچ دیا جائے تو جو پرائیویٹ خریدے گا وہ روک لے گا کمال ہے۔ یعنی سر میں درد ہے سر کاٹ دو درد ٹھیک ہو جائے گا۔ بڑا اچھا علاج ہے اور یہ ٹیلی ویژن پہ یقین دلایا جا رہا ہے پبلک کو یہ فائدے کی بات ہو رہی ہے۔ عجیب علاج ہے جی سر میں درد ہے اور یہ ٹھیک ہے بس جی کاٹ دو ٹھیک ہو جائے گا۔ سر ہی نہیں ہو گا درد کیسے ہو گا۔ یہ کوئی علاج نہیں ہے۔ علاج صرف ایک ہے کہ آج بھی ہم خلوص دل کے ساتھ اسلام کو نافذ کریں' ہر چیز اپنی جگہ سدھر جائے گی۔ ہر بندہ اپنی جگہ آجائے گا اور جو نہیں سدھرے گا۔ اسے سدھار دیا جائے گا۔ جب تک اسلام نہیں آتا سوائے نفرت کے ہمارے پاس کچھ نہیں بچتا۔ یہ آپ دس لوگ مل کر کیوں یہاں بیٹھے ہیں۔ کیا کسی دنیوی ضرورت نے ہمارے اندر محبت پیدا کر دی ہے۔ نہیں صرف اللہ کے نام نے۔ اللہ کے ذکر اور اسلام نے۔ درمیان میں سے اسلام کو نکال دو کسی کا کسی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہمارے ساتھ میرے ساتھ پتہ نہیں کب کے لوگ ہیں ساتھی ہیں پرانے ساتھی ہیں تو اگلے دن کسی نے مجھ سے پوچھ لیا کہ وہ فلاں ساتھی کہاں کے رہنے والے ہیں۔ میں نے کہا میرے ساتھ اس کے بائیس سال ہو گئے ہیں میں نے نہیں پوچھا کہاں کے رہنے والے ہیں تم کیوں پوچھتے ہو کہ ہمارا وہ موضوع ہی نہیں ہے کہ کوئی کہاں کا رہنے والا ہے۔ اس کے ساتھ ہمارا کیا تعلق ہے یا اس کا کیا عہدہ ہے اس سے ہمیں کیا لینا دینا ہے ہمیں تو اس کی ذات سے تعلق ہے وہ کس طرح کتنی اللہ اللہ کرتا ہے کیا رب رب کرتا ہے کیا سوچتا ہے اور دین کے لئے یا دنیاوی اعتبار سے عالم اسلام کے لئے اس کا کیا فائدہ ہے وہ کیا کر سکتا ہے اس سے زیادہ تو ہم نے کبھی نہیں پوچھا۔ کوئی چند بے تکلف لوگ یا کہیں آنے جانے سے کسی کا پتہ ہو کہ یہ یہاں کا رہنے والا ہے۔ تو میرے خیال میں میں یہ بھی نہیں سمجھتا کہ کوئی ساتھی بھی کسی کو کریدتا ہو کہ کون ہے کہاں رہتا ہے۔ اس لئے کہ مقصد اس سے نہیں ہے جس بات سے مقصد ہے اس بات سے بات ہوتی ہے۔ اگر یہ فضا سارے ملک میں ہو جائے تو کیا یہ از خود دہشت گردیاں رک نہ جائیں۔ یہ مارنے والے ان لوگوں کے دروازوں پر پہرہ دینے والے بن جائیں جن کو ان سے قتل کروایا جا رہا ہے۔ اور اس کے لئے ہمیں اسلامی پاکستان کی ضرورت ہے سیکولر پاکستان کی نہیں۔ اب کتنی عجیب بات ہے یار کہ اس دریدہ دہنی سے اور اس دلیری سے اور اس جرات سے کہا جاتا ہے۔ صدارت کے ووٹ ہو رہے تھے قومی اسمبلی میں کسی نے ووٹ ڈالا اور پرچی پہ لکھا پختونخواہ زندہ آباد پاکستان مردہ باد یہ ہو قومی اسمبلی میں ووٹنگ ہوئی یہ تارڑ صاحب کو صدر بنانے کے لئے تو ایک ووٹ پر یہ لکھا ہوا ملا۔ اور اس پہ لے دے ہوئی لیکن یہ کوئی کسی کو نہیں پکڑے گا۔ سب جانتے ہیں کس نے لکھا ہے اور کیوں لکھا ہے۔ سب جانتے ہیں لیکن کوئی نہیں پکڑے گا کسی کو۔ میاں شہباز شریف کا اک بیان تھا کہ ہم مولوی کو منبر سے پکڑ کر جیل میں بند کر دیں گے۔ یہ سارا زور حکومت کا حکمرانی کا اور طاقت کا جو ہے وہ آج کے اخبار میں بیان تھا کہ مولوی کو ہم منبر سے پکڑ کر جیل میں بند کر دیں گے۔ شاباش ہے بھائی لیکن وہ چور آپ نے نہیں پکڑا جس نے قومی اسمبلی میں پاکستان مردہ باد قومی اسمبلی کے بیلٹ پیپر پر لکھا وہ تو وہیں ہے یعنی آپ اندازہ لگائیں اخبار والے بھی بڑی عجیب چیز ہوتے ہیں۔ انہوں نے شائع کر دی ایک فہرست بیمار اسمبلی کے نام سے کہ اربوں روپے ہر سال اراکین اسمبلی کے علاج معالجے کا بل آتا ہے او ظالموں چپڑاسی بھرتی کرو تو میڈیکل چیک اپ کرا کے کرتے ہو ان کا میڈیکل چیک اپ تو کرا لیا کرو۔ بھائی ساری دنیا کے مریض آپ نے قوم پہ مسلط کرنے ہیں۔ یعنی آپ اگر ان کی تعلیم نہیں دیکھتے ان کی اخلاقیات نہیں دیکھتے وہ باسٹھ تریسٹھ کا اطلاق نہیں کرتے تو میڈیکل چیک اپ تو کرا لو کسی دفتر کا چپڑاسی ہو تو کہتے ہیں میڈیکل سرٹیفکیٹ لے کر آؤ۔ ان کا میڈیکل چیک اپ تو کرو جو مس فٹ ہیں انہیں کیوں لے جاتے ہو یعنی اربوں روپے صرف آتے ہیں ان کے علاج معالجے کے لئے اور حاصل یہ ہوتا ہے کہ بڑے دھڑلے سے فرماتے ہیں جی کہ ہمیں تو بے دین لا دینی ریاست چاہیئے۔ کسی کو مسلمانی کی ضرورت ہے تو وہ اپنے گھر رکھے تو گھروں میں تو لوگ متحدہ ہندوستان میں بھی تھے جو ہندوستان سے نہیں آئے وہ بھی وہاں اپنا نماز روزہ ہم سے اچھا کر رہے ہیں۔ دنیا کے ہر ملک میں مسلمان موجود ہیں اور دنیا کے ہر ملک میں نماز روزہ کر رہے ہیں کہیں بھی ان پر قدغن نہیں ہے پہلے روس میں چین میں اور سوشلسٹ ملکوں میں تھی اب انہوں نے بھی ہٹالی ہے کہ اپنی عبادتیں کرتے ہو۔

اصل بات اصل علاج یہی ہے ان سب مصیبتوں کا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ یقین دلا رہا ہے کہ یقین رکھو میرے نبیؐ نے جن خوشخبریوں کا وعدہ کیا ہے۔ وہ بھی حق ہیں۔ اور جن نقصانات کی خبر دی ہے وہ بھی حق ہیں۔ للذا عقیدے میں' عبادت میں' عمل میں' نظام حیات میں اتباع محمد رسولؐ کو اپناؤ' اللہ کریم ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے اور ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ اس ملک پر دین برحق نافذ کر سکیں۔

ایمان

خطاب امیر محمد اکرم اعوان

مورخہ 99-7-17 دار العرفان منارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○
والذین یومنون بما انزل الیک و
ما انزل من قبلک، و بالاخرۃ ھم
یومنون○

اللہ جل شانہ' نے سورۃ الفاتحہ کے بعد کتاب حکیم کی ابتدا اس جملے فرمائی

ذلک الکتب لاریب فیہ یہ کتاب ایسی عظیم کتاب ہے کہ جو حقائق اس نے بیان کئے ہیں ان میں کسی ادنیٰ شبہے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ ان لوگوں کی رہنمائی فرماتی ہے جو نیکی کے راستے پر چلنا چاہتے ہیں جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور جو دنیا کے لالچ کے اسیر نہیں ہوتے بلکہ اللہ نے جو نعمتیں انہیں دی ہیں وہ دوسروں تک پہنچاتے ہیں' روکتے نہیں اور اس کے بعد ارشاد ہوا

والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وہ لوگ جو حقائق آپ ﷺ پر نازل ہوئے ان کی صداقت پر بھی یقین رکھتے ہیں اور جو حقائق پہلی کتب میں :ازل ہوئے ان کی حقانیت کو بھی مانتے ہیں۔۔۔۔ تمام نبیوں کو ماننا اور تمام کتابوں کو ماننا جزو ایمان ہے۔ ہر کتاب میں دو چیزیں ہوتی ہیں۔ ایک شے ہوتی ہے خبر ایک شے ہوتی ہے حکم۔ یہ دو چیزیں ہر کتاب کا بنیادی عنصر ہیں۔ جہاں تک خبر کا تعلق ہے وہ تبدیل نہیں ہوتی۔ آدم علیہ السلام نے اللہ کی وحدانیت' آخرت' قیامت' حشر نشر' فرشتوں کے حقائق کے بارے خبر دی۔ بعد میں آنے والے ہر نبی' ہر رسول نے بھی ہر آسمانی کتاب نے بھی یہ خبر دی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے بھی انہی حقائق کی تائید فرمائی اور وہی حقیقتیں ارشاد فرمائیں۔ خبر تھی کہ اللہ واحد ہے' لاشریک ہے' اس کی ذات کیسی ہے' اس کی صفات کیسی ہیں' زندگی کے بعد ایک جہان ہے' وہ کیسا ہے' اس میں عذاب و ثواب کا معیار کیا ہے' یہ خبر تھی۔ اگر دو خبریں آجائیں اور دونوں میں اختلاف ہو تو ایک غلط ہوتی ہے دونوں صحیح نہیں ہوتیں اس لئے خبر میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ لا الہ الا اللہ ہر اس نبی کے' کلمے کا بنیادی جزو ہے جو صاحب کلمہ نبی مبعوث ہوا تھا اب آگے آدم صفی اللہ۔ نوح نبی اللہ۔ موسیٰ کلیم اللہ۔ اسمٰعیل ذبیح اللہ۔ ابراہیم خلیل اللہ - وہ نبی کی نبوت کا اقرار ہے لیکن لا الہ الا اللہ بنیادی جزو ہے۔ یہ خبر ہے وہ بھی خبر ہے۔ وہ بھی حق ہے یہ نہیں کہ بعد میں ان کی ثبوت کی تردید کر دی جائے بالکل نہیں اسی لئے قرآن نے کہا ہے نا کہ ہر نبی کو ہر کتاب کو حق ماننا پڑے گا وہ خبر بھی اللہ کی ہے۔

احکام تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ جو پہلے احکام ہیں ان کو حق مان کر جو نیا حکم ہوگا اس پر عمل ہوگا۔ احکام' انسانی ضروریات' نوع انسانی کے علوم اور قوت کار اور استعداد کے مطابق وہ قادر مطلق تبدیل کرتا رہتا ہے اور جو قرآن میں احکام نازل ہوئے وہ انسانی استعداد کا کمال تھا اور انسانیت کی بلوغت کے بعد نازل ہوئے اور ہمیشہ کے لئے نازل ہوئے اور اب ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا فرمایا۔

وہ لوگ جو ان حقیقتوں پہ یقین رکھتے ہیں جو آپ پر نازل ہوئیں۔ اور ان حقیقتوں پہ یقین رکھتے ہیں جو آپ ﷺ پہلے نازل ہوئیں۔

والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک اب جو الیک و من قبلک ہے جو حقائق آپ ﷺ پر نازل ہوئے ان کا بھی جزو اعظم ہے آخرت پر ایمان جو کتابیں پہلے آئیں سب نے قیامت کا' حشر کا' آخرت کا' ثواب و عذاب کا ذکر فرمایا تو جب پہلی کتابوں کو بھی مان لیا' آپ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب کو بھی مان لیا آخرت تو مانی گئی لیکن فرمایا نہیں۔

وبالاخر ھم یومنون صرف مانتے نہیں ہیں' آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ عجیب بات ہے کہ ماننا الگ ہے اور یقین الگ ہے۔ ماننے کے بہت درجے ہیں۔ ایک درجہ یہ ہے کہ کوئی آکر ہمیں بتائے کہ وہاں آگ لگی ہوئی ہے۔ ہم مان لیں کہ وہاں آگ لگی ہوئے ہے۔ ایک درجہ یہ ہے کہ کسی خبر 'کسی کی روایت 'کسی بات ہم نے مانا۔ ایک درجہ یہ ہے کہ ہم خود دھواں اٹھتا یا آگ کے آثار دیکھیں اور کہیں جی وہاں آگ لگ گئی یہ اس زیادہ پختہ بات ہوگی۔ پھر تیسرا درجہ یہ ہے کہ ہم وہاں جائیں اور موقعہ پر لگی ہوئی آگ کو دیکھ لیں۔ یہ عین الیقین ہے کہ اپنی

آنکھ سے دیکھ کر یقین کرلیا۔ ایک درجہ اور بھی ہے وہ ہے کہ ہمارا کوئی ہاتھ پاؤں اس آگ پر پڑ جائے یا ہم اس آگ میں گر جائیں یا ہم اس سے جھلس کر نکلیں۔ یہ جو یقین ہو گا جو بیت گیا آدمی پر یہ مقصود ہے آخرت کے ساتھ۔

وبالا خرۃھم یوقنون آخرت پر انہیں یقین کامل ہو۔ اب یہ کیسے حاصل ہو؟ ہم تو اس دنیا میں ہیں دنیا ختم ہوگی موت آئے گی پھر برزخ کا بڑا لمبا عرصہ ہے پھر جا کر قیامت قائم ہوگی اور پھر لوگوں پر وہ کیفیات وارد ہوں گی اور پھر انہیں وہ یقین کا درجہ نصیب ہو گا۔ اللہ فرماتا ہے نہیں' اس وقت تو کافروں کو بھی یقین آجائے گا۔ اس وقت تو فرعون کو بھی یقین ہو گا' ہامان' شداد' نمرود کو بھی ہو گا۔ اس وقت کسے نہیں ہوگا۔ ماننا اس کا ہے جسے آج یقین ہو بھئی آج کیسے ہو؟

یہ کمالات نبوت کی بات کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے صرف خبر نہیں دی' صرف فلسفہ بیان نہیں کیا' جو بات ارشاد فرمائی ان کیفیات سے اپنے ماننے والوں کو گزار دیا۔ مجھے اس وقت اس صحابی کا نام نامی یاد نہیں آرہا۔ ایک صحابی علی الصبح مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہوتے ہیں حضورؐ جلوہ افروز ہیں آپؐ نے انہیں دیکھتے ہوئے سوال فرمایا!

کیف اصبحت یا فلاں سناؤ آج کی صبح کیسی رہی کیا حال ہے آج کی صبح کیسی ہے۔ انہوں نے کہا الحمد اللہ یا رسول اللہ ﷺ ایمان کے ساتھ صبح کی انہوں نے یہ نہیں کہا کہ میں خیریت سے ہوں' میں خوش ہوں' انہوں نے کہا اللہ کا شکر ہے یا رسول اللہؐ میری صبح ایمان کے ساتھ ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تیرے پاس کیا دلیل ہے۔ وہاں جہاں وہ کھڑے تھے وہ جواب دے رہے ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے سامنے میدان حشر ہے قیامت قائم ہے' حساب کتاب ہو رہا ہے اور میں یہاں کھڑا ہوا جنتیوں کو جنت میں جاتے اور دوزخیوں کو دوزخ میں جاتے دیکھ رہا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تو نے صحیح کہا تو نے ایمان کے ساتھ صبح کی۔ یہ ہے وبالاخرۃ ھم یوقنون اسی بارے میں فرمایا گیا ہے موتوا قبل انت موتوا جب موت آئے گی پھر تو مر ہی جاؤ گے موت اور ما بعد الموت کو مرنے سے پہلے آزما کر دیکھو اور یاد رکھو اللہ کے قرآن میں بھی یہ کمال ہے' محمد رسول اللہ ﷺ کے ارشاد میں بھی یہ کمال ہے کہ جو فرماتا ہے اس میں کیفیات ہوتی ہیں اور وہ کیفیات آدمی اپنے اوپر وارد کر سکتا ہے' ان میں سے گزر سکتا ہے بات صرف اس استعداد کی ہے کہ دل میں وہ استعداد وہ قوت وہ رابطہ ہو' وہ تعلق ہو محمد رسول اللہ ﷺ سے موتوا قبل انت موتوا موت سے پہلے مر کر دیکھو۔

ہم نے ہ مراقبہ چھوڑ رکھا ہے حضرت رحمتہ اللہ علیہ کرایا کرتے تھے ہمارے ایک مصیبت بن گئی ہے میں سمجھتا ہوں کہ شاید باقی گناہ اللہ کریم معاف فرمادیں گے یہ جرم جو میں کر رہا ہوں یہ قابل معافی نہیں ہے کہ ہر اہل نا اہل کو ہم بتائے جارہے ہیں اور دیکھو برکات نبوی ﷺ تقسیم ہوتی ہیں ٹکے ٹکے کا بندہ لے جاتا ہے اور پھر اس پر اعتراض کرتا ہے عالم یہ تھا صوفیاء کا کہ لوگ پچیس پچیس سال دھکے کھا کر ان کے دروازے پہ پہنچتے اور کسی کو لطائف نصیب ہوتے اور کسی کو مراقبات ثلاثہ اور جسے فنافی الرسول ﷺ نصیب ہو جاتا وہ بڑا عظیم آدمی ہوتا تھا۔

اور مجھے اس وقت حیرت ہوتی ہے جب' یا اعتراض کریں گے یا خود پیر بن بیٹھیں گے اپنے کو بڑا بزرگ سمجھ لیں گے لوگوں کو مرکز تک آنے سے روکتے ہیں لوگوں کو اپنے گرد جمع کرنے کی کوشش کرتے ہیں عجیب بات نہیں ہے؟ آؤ تم میرے ساتھ بات آگے کرلوں گا تو اس طرح چھوٹے چھوٹے پیرخانے بن جاتے ہیں پھر لوگوں سے نذرانے لیتے ہیں تحائف کے نام پر۔ خیر جو جیسا کرے گا ویسا پالے گا۔ الحمد اللہ ہمیں لوگوں سے نہ ووٹ لینے ہیں نہ چندہ لینا ہے نہ کسی دنیوی ضرورت کے لئے بتا رہے ہیں۔ ایک دولت ہے اللہ کی' چاہتے ہیں اللہ کے بندوں تک پہنچے۔ یہ ایسا جرم ہے جو کئے جائیں گے انشاء اللہ لیکن لوگوں میں استعداد نہیں ہے۔ مجھے پہلے خیال ہوتا تھا کہ صوفی کیوں نہیں بتاتے تھے اب سمجھ آئی کہ بتانا بجائے خود ایک مصیبت ہے وہ میاں محمد صاحب نے کہا تھا ناں۔ خاصاں دی گل عاماں اگے نئیں مناسب کرنی

مٹھی کھیر پکا محمد کتیاں اگے دھرنی

کوئی کتا چاول کھائے بیمار ہو جاتا ہے خواہ کتنی محنت سے پکائے جائیں کتے کو دو تو وہ بیمار ہی ہوگا۔ وہ تو بد دعائیں ہی دے گا۔ کہ مجھے کیا زہر کھلا دیا خیر یہ ایک الگ موضوع ہے جو میں عرض کر رہا تھا۔ وہ یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔ کن فی الدنیا کانک

غریب او عابر سبیل و عد نفسک من اھل القبور - او کما قال رسول اللہ ﷺ - دنیا میں ایسے رہو جیسے مسافر سفر میں ستانے کے لئے رکتا ہے۔ کن فی الدنیا کانک غریب دنیا میں ایسے رہو کہ تم ایک مسافر ہو چند روز یہاں ٹھہر گئے۔ او عابر سبیل بلکہ اس طرح جس طرح رہ رو کسی درخت کے نیچے رک جاتا ہے۔ دوپہر گزارتا ہے کسی دیوار کے سائے میں بیٹھ جاتا ہے کسی جھونپڑے پہ کسی دکان پہ چائے کا کپ پینے رک جاتا ہے' ستا لیتا ہے۔ ونفسک من اھل القبور اور اپنے آپ کو اہل قبور میں شمار رکھو تم بھی قبر کے باسی ہو قبروں کے رہنے والے صرف وہ نہیں جو دفن ہو چکے وہ بھی ہیں جن کا دفن ہونا باقی ہے۔

اب یہ جتنے ارشادات ہیں اگر قلب کا رابطہ بارگاہ نبوی ﷺ سے ہو اس میں انوارات ہوں اس میں ظلمات شیطانی اور زنگ اتر جائے تو پھر یہ چیزیں وارد ہوتی ہیں بندہ خود کو مرتے ہوئے دیکھتا ہے۔ اپنا کفن دفن دیکھتا ہے۔ منکر نکیر کے سوال جواب سنتا ہے قیامت کو قائم ہوتے اور حساب کتاب ہوتے دیکھتا ہے۔ یہ پرانے ساتھی بیٹھے ہیں ان سب کو ان چیزوں سے حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ گزارا کرتے تھے۔ میں نے چھوڑ دیا اس لئے چھوڑ دیا جو بتاتے ہیں پتہ نہیں اس پر بھی کتنے فتنے کھڑے ہو جاتے ہیں کسی میں استعداد ہو تو اسے بتائیں کوئی برداشت بھی تو کر سکے۔ کسی کے پاس ظرف بھی تو ہو۔ تو اس پر اسس سے جب انسان اپنی روح کے اعتبار سے' اپنے باطن کے اعتبار سے' اپنے قلب کے اعتبار سے گزرے تو جو یقین اسے نصیب ہوتا ہے وہ ہدایت کے لئے مطلوب ہے۔ قرآن کتاب ہدایت ہے عبادت گزاروں کے لئے' ہدایت کے طلب گاروں کے لئے' دنیا کی نعمت روکنے والوں کے لئے نہیں بلکہ دوسروں تک پہنچانے والوں کے لئے' ان حقائق کو ماننے والوں کے لئے جو آپ ﷺ پر نازل ہوئے' ان حقیقتوں کو ماننے والوں کے لئے جو آپ ﷺ سے پہلے نازل ہوئیں یہ ساری باتیں کرنے کے بعد پھر ارشاد فرماتا ہے۔ ان سب باتوں میں جان تب آئے گی جب انہیں آخرت پر یقین ہوگا۔

وبالاخرۃ ھم یوقنون جب انہیں آخرت پر یقین ہوگا۔ اب یہ یقین جو ہے آخرت کا اس سے کیا بندہ فرشتہ بن جاتا ہے؟ فرشتوں کی طرح پاکباز ہو جاتا ہے؟ نہیں بندہ' بندہ ہی رہتا ہے لیکن جب اس سے لغزش ہوتی ہے تو اس کی نظر میدان حشر پہ ہوتی ہے اور اس پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے' اس کے پسینے چھوٹنے لگتے ہیں۔ بندہ تو بندہ ہی رہتا ہے لیکن گناہ ہضم نہیں ہوتا اور نیکی بوجھ نہیں بنتی۔ نیکی کرنے کے لئے دل چاہتا ہے اس لئے نگاہ میدان حشر پہ ہوتی ہے۔ دنیا کے چند سکے' دنیا کی ہوس اقتدار' دنیا کی نمود و نمائش اسے نہیں روک سکتی وہ وہاں کی عزت کا طلب گار ہوتا ہے۔ اور قرآن کے احکام پر اور نبی ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کی بنیاد ہی یہ ہے کہ آخرت پر یقین نصیب ہو۔ اگر آخرت پر یقین نصیب نہیں ہوگا تو پھر سنت پر عمل کرنا بھی مشکل اور قرآن پر بھی مشکل ہوگا۔ پتہ ہے ہم کہتے ہیں کہ یار یہ رسم نہیں کریں گے تو برادری میں ناک کٹ جائے گی وہ رسم خلاف سنت ہی نہیں حرام ہوتی ہے ممنوع ہوتی ہے ہم کرتے ہیں ناک کٹ جائے گی لیکن اگر میدان حشر پہ نگاہ ہو تو پھر وہاں کی ناک بچانا پڑتی ہے یہاں کی پھر بندہ پرواہ نہیں کرتا۔

تو قرآن حکیم کتاب ہدایت ہے قرآن حکیم کی حقیقتوں میں کوئی شبہے کی گنجائش نہیں ہے۔ قرآن حکیم سے ہدایت پانے کے لئے اللہ کے ساتھ تعلق عبادت کے حوالے سے ضروری ہے یقیمون الصلوۃ اور دنیوی چیزیں دنیوی نعمتیں کسی کے پاس اقتدار ہے کسی کے پاس دولت ہے کسی کے پاس علم ہے کسی کے پاس کوئی اور وصف ہے تو اس سے دوسروں کو نفع پہنچاتا ہے' دوسروں تک اس کی برکات پہنچاتا ہے اسے روک کر اور فرعون بن کر قارون بن کر بیٹھ نہیں جاتا۔ ان حقیقتوں کو مانتا ہے جو آپ ﷺ سے پہلے نازل ہوئیں۔ ان حقیقتوں کو بھی مانتا ہے جو آپ ﷺ نے ارشاد فرمائیں اور آخرت پر اسے یقین ہے وہ قرآن کی ہدایت سے مستفید ہوتا ہے نبی علیہ الصلوۃ السلام کی سنت کی برکات سے مستفید ہوتا ہے۔ سو یہ جو محنت آپ کر رہے ہیں یہ اس لئے نہیں ہے کہ ہم صاحب کشف ہو جائیں' ہم لوگوں کو دوسروں کی باتیں بتائیں ہم لوگوں کو عجیب و غریب قصے سنائیں' ہم پیر بن جائیں بلکہ اس یقین کی تلاش ہے جو آخرت پر ہونا چاہئے اور جو بنیاد ہے کردار' اعمال' اخلاق ' ایمانیات' عقائد کے اصلاح کی۔ اللہ کریم ہم سب کو نصیب فرمائے (آمین)

میاں ادریس احمد ستارہ گروپ آف انڈسٹریز کا چمکتا ستارہ

انٹرویو:- محمد اسلم + اعجاز احمد اعجاز

اس وقت پاکستان میں بیشتر کاروبار سود پر چل رہا ہے' ان حالات میں چند ایک ادارے ایسے بھی ہیں جنہوں نے ملک سے سودی نظام ختم ہونے کا انتظار کرنے کی بجائے پہلا قطرہ خود بننے اور اپنے اداروں کی حد تک سود کے بغیر کاروبار چلانے کا فیصلہ کیا' ستارہ گروپ آف انڈسٹریز کا شمار بھی ایسے ہی اداروں میں ہوتا ہے...... ہم اپنے قارئین کو ستارہ کیمیکل انڈسٹریز کے چیف ایگزیکٹو میاں ادریس احمد سے ملواتے ہیں جو بلند جذبے اور مشن کے تحت اپنی انڈسٹری کو سود سے پاک کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ (ادارہ)

مختصر تعارف:- قیام پاکستان کے وقت عبدالغفور اور میاں بشیر احمد کے والد امرتسر (بھارت) میں چھوٹے پیمانے پر کپڑے کا کاروبار کرتے تھے۔ یہ خاندان قیام پاکستان کے وقت ہجرت کر کے پاکستان آیا' ہجرت کے وقت دونو بھائی (عبدالغفور اور بشیر احمد) بچھڑ گئے بعد میں اللہ تعالٰی نے انہیں پھر اکٹھے کر دیا۔ اسی خاندان نے 1952ء میں سلکی ویونگ کی چار پاور لومز فیصل آباد میں لگا کر ایک چھوٹے سے یونٹ پر کام کا آغاز کیا جو 1958ء میں ایک چھوٹی فیکٹری کی شکل اختیار کر گیا۔ دونوں بھائیوں کی محنت' لگن' خلوص اور کوشش کی بدولت ترقی کا سفر جاری رہا اور پھر یہ فیکٹری ستارہ گروپ آف انڈسٹریز میں بدل گئی...... جس کی پیداوار سے ملک بھر میں استفادہ کیا جا رہا ہے۔ 1971ء میں سرگودھا روڈ پر ٹیکسٹائل پروسیسنگ یونٹ کا افتتاح ہوا۔ اس یونٹ کے افتتاح کے ساتھ ہی انتظامیہ نے ایک ہسپتال قائم کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کے قیام کے لئے گلستان کالونی میں جگہ حاصل کر لی گئی' جہاں پر عزیز فاطمہ ٹرسٹ ہسپتال قائم ہوا۔ اس ہسپتال کا افتتاح 1978ء میں جنرل ضیاء الحق نے کیا۔

1982ء میں ستارہ کیمیکل کے منصوبے پر کام کا آغاز ہوا اور 1984ء میں ستارہ کیمیکل نے پیداوار شروع کر دی یہاں کاسٹک سوڈا تیار ہوتا ہے۔ شروع میں پیداوار 30 ٹن روزانہ تھی جو دس سال میں بڑھ کر 250 ٹن روزانہ ہو گئی۔ 1986ء میں ستارہ سپننگ ملز نے کام شروع کیا اور 1989ء میں غفور بشیر ٹیکسٹائل ملز کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد 1995ء میں شیخوپورہ روڈ پر ستارہ انرجی کا آغاز ہوا جہاں پر 45 میگاواٹ کا یونٹ کام کر رہا ہے۔ ستارہ گروپ کی ترقی میں حاجی عبدالغفور اور حاجی بشیر احمد کی کوششوں کا بڑا عمل دخل ہے بعد میں ان کوششوں میں ان کے صاحبزادوں نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ 1996ء میں حاجی عبدالغفور وفات پا گئے۔ ان کے تینوں صاحبزادے طارق محمود' جاوید اقبال اور عمران غفور اپنی ذمہ داریاں بطریق احسن سرانجام دے رہے ہیں جبکہ حاجی بشیر احمد کے صاحبزادے انیس احمد اور میاں ادریس احمد بھی اسی شعبے سے وابستہ ہیں ان میں میاں ادریس احمد ستارہ کیمیکل انڈسٹریز کے چیف ایگزیکٹو کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔

میاں ادریس احمد 1958ء میں پیدا ہوئے۔ 1978ء میں میونسپل ڈگری کالج فیصل آباد سے گریجویشن کیا اس کے بعد انہوں نے لندن سے ایڈوانس بزنس ٹیکنالوجی میں ڈپلومہ کیا اور 1980ء میں بزنس کے ساتھ وابستہ ہو گئے۔ میاں ادریس احمد کا رجحان بھی اپنے اجداد کی طرح مذہب کی طرف ہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے اپنے تایا جان حاجی عبدالغفور سے زیادہ اثر لیا۔ اس اثر کی بدولت ہی انہوں نے ستارہ گروپ آف انڈسٹریز کو سودی کاروبار سے چھٹکارہ دلانے کا فیصلہ کیا اور اب اس گروپ نے بنکوں سے قرضوں کا حصول بند کر دیا ہے صرف سابقہ قرضے اتارے جا رہے ہیں۔ بلاشبہ یہ ایک انقلابی اور بڑا فیصلہ ہے۔ ان کے اس فیصلے کے محرکات کیا ہیں؟ اور اس کے کیا اثرات مرتب ہو رہے ہیں؟ یہ جاننے کے لئے ماہنامہ "المرشد" نے میاں ادریس احمد سے خصوصی انٹرویو کیا تاکہ قارئین بھی ان کے خیالات سے آگاہی حاصل کر سکیں۔ میاں ادریس احمد سے کی گئی گفتگو نذر قارئین ہے۔

المرشد = ہماری انڈسٹری تباہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟

میاں ادریس احمد = بلا شبہ ملک میں 1977ء سے 1990ء تک انڈسٹری بڑھی ہے اور بڑی تعداد میں لوگوں نے اس شعبے میں دلچسپی لی ہے مگر سارا کام بغیر منصوبہ بندی کے ہوا ہے' جس کا نقصان یہ ہوا کہ انڈسٹری بڑھتی گئی لیکن ترقی نہ ہوئی۔ حکومت اور "انڈسٹری اونرز" نے وسائل اور ضروریات کا بالکل بھی خیال نہیں کیا' مثال کے طور پر جب کاٹن کی وافر مقدار موجود تھی تو ضرورت کے مطابق ٹیکسٹائل ملز نہ تھیں۔ اس کے علاوہ بنکوں نے بھی مناسب منصوبہ بندی نہ کی یوں حسب ضرورت زرمبادلہ کمانے میں ناکامی ہوئی۔ اس میں حکومتی پالیسیوں کا بڑا عمل دخل ہے کیونکہ جب ٹیکسٹائل انڈسٹری لگانے کی ضرورت تھی تو حکومت کی طرف سے اجازت ہی نہیں ملتی تھی اور جب حکومت نے اجازت دے تو اتنی زیادہ تعداد میں دی کہ ضرورت سے زیادہ انڈسٹری لگ گئی جس کی وجہ سے خام مال کم پڑ گیا اور انڈسٹری کو نقصان اٹھانا پڑا۔ ٹیکسٹائل سیکٹر میں سپننگ' ویونگ' فنشنگ' ڈائنگ' پرنٹنگ اور دیگر یونٹ ایک نیٹ ورک کی طرح کام کرتے ہیں اس لئے تمام یونٹ ایک مناسب تعداد میں لگانے کی ضرورت تھی تاکہ وہ ایک دوسرے کی ضروریات پوری کرسکتے مگر افسوس کے ہمارے ہاں مجموعی طور پر ایسا نہیں ہوا' ایک بار جدھر منہ کیا دس دس سال اسی شعبے میں لگا دیئے اور دوسرے شعبوں کو نظر انداز کر دیا اور جب دوسروں کی باری آئی تو باقی کسی پر توجہ ہی نہ دی گئی یوں ہم نے پچاس سال گزار دیئے کوئی خاص ترقی نہ کرسکے۔

المرشد = میاں صاحب ! کیا انڈسٹری کی ناکامی کی اور وجوہات بھی ہیں؟

میاں ادریس احمد = انڈسٹری کی ناکامی کی ایک بڑی وجہ اعداد و شمار کا درست نہ ہونا ہے آج تک جتنی بھی حکومتیں آئی ہیں انہوں نے اعداد و شمار کے بغیر پالیسیاں بنائیں۔ اگر حکومت کے پاس اعداد و شمار ہوتے بھی تھے تو وہ غلط ہوتے' نہ ہی انڈسٹری کی صحیح سمت رہنمائی کی جاتی رہی جس سے انڈسٹری خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ کرسکی۔ اعداد و شمار اور پھر درست اعداد و شمار فراہم کرنا ہر حکومت کی ذمہ داری ہے اگر حکومت اپنی ذمہ داری پوری نہیں کرتی تو نقصان پرائیویٹ سیکٹر کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس کے باوجود بھی انڈسٹری نے سخت ترین حالات میں اپنے آپ کو سنبھالا دینے کی کوشش جاری رکھی ہوئی ہے۔ اگر انڈسٹری کو تباہی سے بچانا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ تحقیق کے میدان میں خصوصی توجہ دی جائے اور ماضی کا جائزہ لے کر آئندہ کے لئے درست حقائق کی روشنی میں پالیسیاں مرتب کی جائیں۔ اس سے انڈسٹری کو بھی فائدہ ہوگا اور ملکی ترقی بھی ہوگی۔ ترقی یافتہ ممالک کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہاں ہر شعبے کے لئے واضح اور حقائق پر مبنی پالیسیاں دی جاتی ہیں۔ کئی ممالک میں گزشتہ دس برس سے بجلی کے ریٹ فکسڈ ہیں وہاں افراط زر بھی کم ہے اس کے مقابلے میں ہمارے ہاں حکومت کا یوٹیلٹی پر ہی کنٹرول نہیں ہے۔

المرشد = آپ نے سود کے بغیر انڈسٹری چلانے کا فیصلہ کب کیا؟

میاں ادریس احمد = تایا جان (حاجی عبدالغفور) شروع سے ہی بنکوں کی سرمایہ کاری پسند نہیں کرتے تھے وہ تو بینکاروں کو بھی پسند نہیں کرتے تھے ان کو ذاتی سرمایہ کاری ہی اچھی لگتی تھی جبکہ والد صاحب کا رجحان اس طرح زیادہ نہ تھا۔ وہ زمانے کے مطابق چل رہے تھے۔ تایا جان نے ہمیں ہمیشہ اس بات پر قائل کرنے کی کوشش کی کہ بنکوں سے سرمایہ کاری نہ کروائی جائے کیونکہ اس سے سودی کاروبار کرنا پڑتا ہے۔ جب 94-1993ء میں ہم نے مسلم کمرشل بنک کی ڈائریکٹر شپ حاصل کی تو انہیں پسند نہ آیا کیونکہ یہ مکمل سود کا کاروبار تھا۔ اس وقت MCB کے کل آٹھ ڈائریکٹر تھے پھر ہم نے ڈائریکٹر شپ فروخت کر دی۔ اس بعد پاکستان میں انڈسٹری بحران کا شکار ہوگئی۔ جس کی وجہ بنکوں کی "اوور فنانسنگ" تھی' بحران کے نتیجے میں متعدد یونٹ بیمار (SICK) ہوگئے' اسی دوران ستارہ گروپ کے تمام ڈائریکٹران نے فیصلہ کیا کہ اب بنکوں سے مزید سرمایہ کاری نہیں کرائی جائے گی اور سابقہ

قرضے جلد از جلد واپس کر دیئے جائیں گے۔
اس کے بعد ہم نے خود پر کنٹرول رکھا اور مزید کوئی منصوبہ نہیں لگایا اور طے کر لیا کہ قرض جلد سے جلد واپس کر کے واپنے کاروبار کو سود کی لعنت سے پاک کر دیں گے۔

المرشد = اب تک کتنے قرضے واپس کئے جا چکے ہیں؟

میاں ادریس احمد = ستارہ گروپ آف انڈسٹریز نے گزشتہ تین برسوں میں 45 کروڑ روپے کے قرضے واپس کئے ہیں ان میں سے تمام شارٹ ٹرم قرضے واپس کر دیئے گئے ہیں۔ جبکہ ستارہ انرجی کے لانگ ٹرم قرضے بھی واپس کئے جا چکے ہیں۔ ستارہ کیمیکل کے تمام قرضے بھی ہم واپس کرنا چاہتے تھے مگر سٹیٹ بنک نے اس کی اجازت نہ دی اور کہا کہ آپ شیڈول کے مطابق ادائیگی کریں۔ اس کے علاوہ غفور بشیر ٹیکسٹائل کے صرف لانگ ٹرم قرضے واپس کرنا باقی ہیں۔ ہمارا ٹارگٹ ہے کہ آئندہ دو یا تین سال تک تمام قرضے واپس کر کے اپنے کاروبار کو سود سے پاک کر دیں۔

المرشد = ستارہ گروپ کے تمام ڈائریکٹرز بینکوں کی سرمایہ کاری نہ کروانے پر رضامند ہیں؟

میاں ادریس احمد = الحمد للہ ! ہمارے تمام ڈائریکٹرز بلاسود کاروبار کرنے کے لئے رضامند ہیں۔ اس سارے عمل میں تبلیغی جماعت کے دوستوں کا بہت کردار ہے۔ ان کے ساتھ آنے جانے اور اللہ رسول کے احکامات جاننے کے بعد ہمیں سود کی لعنت کے بارے تفصیل سے معلوم ہوا' اللہ تعالیٰ نے دین کی سمجھ عطا کی اور تقویٰ' یقین اور ایمان جیسی نعمتوں سے نوازا پھر ہم نے فیصلہ کر لیا کہ جب رزاق اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے تو ہم اس کے حکم کو چھوڑ کر کسی دوسری طرف کیوں جائیں۔ ہمیں سودی کاروبار کرنے پر شرعی احکام کا علم ہوا تو ہم نے بغیر کسی ہچکچاہٹ اور وقت ضائع کئے بغیر فیصلہ کر لیا کہ اب سودی کاروبار نہیں کیا جائے گا۔ تمام ڈائریکٹرز بھی اس پر رضامند ہو گئے۔۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ جب ہم نے سود کے بغیر کاروبار شروع کیا تو اللہ نے بہت مدد کی ہمیں اس مدد کا پورا یقین بھی تھا کیونکہ ہماری نیت خالص تھی۔ اس فیصلے پر عملدرآمد شروع ہوتے ہی ہمارے اداروں کا منافع بہت زیادہ بڑھ گیا۔

المرشد = ملکی سطح پر بلاسود کاروبار کا نظام رائج کرنے کے لئے آپ نے کیا کوششیں کی ہیں؟

میاں ادریس احمد = ہم نے فروی' مارچ 1999ء میں اسلامک سکول آف اکنامکس جس کے چیئرمین مولانا تقی عثمانی' وائس چیئرمین محمد حسین (خالد مجید رحمان اینڈ کمپنی) ہیں کے زیر اہتمام کراچی میں ایک پروگرام منعقد کرایا جسے پانچ بڑی کمپنیوں نے سپانسر کیا تھا اس پروگرام میں ہم نے بلاسود کاروبار کی اہمیت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی تھی پروگرام میں مولانا تقی عثمانی' پروفیسر خورشید احمد' عمر چھاپرا کے علاوہ' حکومتی نمائندوں' بینکاروں اور پبلک سکیٹر سے بڑی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی' وہاں یہ واضح کرنے کی کوشش کی گئی کہ سود کے بغیر بھی کاروبار ہو سکتا ہے اور شرکاء کو ایسے اداروں کے بارے بتایا جو بلاسود قرضے دیتے ہیں' فنانشل انوسٹمنٹ کرتے ہیں جو شریعت کے مطابق ہیں اور انڈسٹری کی تمام ضروریات پوری کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہماری پوری کوشش ہے کہ سودی نظام ختم ہو اور ملک میں اسلامی معاشی نظام رائج ہو' اس سلسلہ میں اسلامک سکول آف اکنامکس کا کام قابل ذکر ہے۔ مولانا تقی عثمانی کے دو بیٹے اسلامک معیشت پر پی ایچ ڈی (P-H-D) کر رہے ہیں۔

المرشد = کیا حکومت سودی نظام معیشت ختم کرنے میں مخلص نظر آ رہی ہے؟

میاں ادریس احمد = موجودہ حکومت کی حکمت عملی بڑی واضح ہے انہوں نے کوئی مثبت قدم نہیں اٹھایا اور نہ ہی آئندہ حکومت کی دلچسپی نظر آ رہی ہے۔ اس سلسلہ میں جن مشکلات کا ذکر کیا جا رہا ہے وہ بے بنیاد ہیں کیونکہ جس نظام کی ہم بات کرتے ہیں یہ بنانا نہیں پڑے گا یہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا نظام ہے اور حضور ﷺ کے دور نبوت سے ہی اس نظام کی عملی شکل و صورت واضح ہو چکی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل کرتے ہوئے ثابت کیا کہ یہ ایک مثالی نظام ہے۔ دس صحابہ رضی اللہ عنہ ایسے ہیں جن کو جنت کے پروانے دیئے گئے وہ تاجر تھے جو اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ انہوں نے اللہ کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کیا۔ اگر ہم ان کی رہنمائی

کو سمجھیں تو ہمیں انگریز یا کسی دوسری قوم سے مدد' تعاون یا رہنمائی کی ضرورت نہیں۔ مشکل صرف یہ ہے کہ ہم اس نظام کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ ہمارے پالیسیاں بنانے والے اور مالیاتی اداروں کو مانیٹر کرنے والے لوگ ذہنی طور پر اللہ اور اس کے دین پر یقین نہیں رکھتے' ان کے دل اللہ اور رسول ﷺ کی محبت سے منور نہیں ہوتے۔ سودی نظام اس وقت تک ختم نہیں ہو سکتا جب تک ہمارے ماہرین معاشیات اور اعلیٰ اداروں کے کرتا دھرتا امریکی اور انگریزی نظام اور ان کے تحقیق سے اثر لینا نہ چھوڑ دیں۔ غیر شرعی نظام سے متاثر لوگ کبھی بھی اسلامی نظام معیشت نافذ کرنے کے اہل نہیں ہو سکتے۔ ہمارے اپنے تربیت یافتہ' اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت رکھنے والے لوگ ان اداروں کی سربراہی کریں' رہنمائی کریں تب ہی یہ نظام بدلے گا' محض کہنے یا چاہنے سے کچھ نہیں ہوگا' نظام بدلنے کے لئے عمل کرنا لازمی ہے۔ یہ عمل اسی وقت ہوگا جب حکمرانوں کا ایمان' تقویٰ اور یقین مضبوط ہوگا۔ اگر تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے دین کو سمجھنے والے لوگ ہی مثالی حکومت کرتے رہے اس کی سب سے بڑی مثال حضرت عمر ﷺ کا دور حکومت ہے۔

المرشد = کئی مذہبی جماعتیں تبدیلی نظام کا نعرہ لگا رہی ہیں' ان حالات میں تاجروں اور صنعتکاروں کو کیا کرنا چاہئے؟

میاں ادریس احمد = پہلی بات تو یہ ہے کہ اس نظام کو تبدیل ہونا چاہئے۔ اب بات رہ گئی کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے تو اس کے لئے ایسے لوگوں کو آگے لانے کی ضرورت ہے جو اللہ کے دین کو سمجھتے اور جانتے ہیں وہی اسلامی نظام کی عملی شکل لائیں گے۔ برطانوی تعلیمی اداروں میں پڑھنے والا کوئی شخص اسلامی نظام کی حمایت کیسے کر سکتا ہے وہ تو وہی کچھ کہے گا جو اس نے سیکھا ہے۔ صنعتکاروں کو چاہئے کہ وہ مل کر جدوجہد کریں اور یہ کام ضرور کرنا چاہئے کیونکہ یہ جہاد ہے اس کے لئے مشکلات ضرور آئیں گی' مگر ان سے ڈٹ کر مقابلہ کرنے سے ہی کامیابی حاصل ہوگی۔ یہ سب ممکن بھی ہے ضرورت ہم خیال لوگوں کے اتحاد کی ہے۔

المرشد = تنظیم الاخوان بڑی شدومد کے ساتھ اسلامی معیشت کے لئے جدوجہد کر رہی ہے کیا آپ اس سے متفق ہیں؟

میاں ادریس احمد = میں امیر محمد اکرم اعوان کے خیالات سے آگاہ ہوں وہ ایک بار چند ساتھیوں کے ہمراہ فیصل آباد سے لاہور جاتے ہوئے ستارہ کیمیکل انڈسٹریز تشریف لائے تھے۔ ان سے اس حوالے سے بات بھی ہوئی تھی میرا خیال ہے ہم سب کو اپنی اپنی سطح پر سود کے خلاف جدوجہد کرنی چاہئے تاجروں کو اپنی سطح پر اور دانشوروں کو اپنی سطح پر سود ختم کرنے کے لئے جہاد کرنا ہوگا۔

المرشد = ادریس صاحب! کیا موجودہ سسٹم میں اسلامی معیشت لانا ممکن ہے؟

میاں ادریس احمد = یہ تو روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اسلامی نظام پاکستان کا مقدر ہے اور اس کی برکات سے ہی ملک کے تمام مسائل حل ہوں گے۔ اب رہی بات کہ اس نظام میں حکومت اسلامی معیشت نافذ کرے گی تو مجھے یہ ناممکن نظر آتا ہے۔

المرشد = آپ کے بلا سود کاروبار کے عمل سے دوسرے تاجر اور صنعتکار حضرات متاثر ہوئے؟

میاں ادریس احمد = جی ہاں! لوگوں نے اس عمل کو پسند کیا ہے اور کئی صنعتکاروں نے اس کی خواہش بھی کی ہے وہ ہم سے رابطہ رکھے ہوئے ہیں اور ہم ان سے رابطہ رکھتے ہیں۔

المرشد = اپنے ہم پیشہ افراد کے لئے پیغام؟

میاں ادریس احمد = اسلامی نظام کے مطابق کاروبار کرنا ضروری ہی نہیں فرض بھی ہے اس لئے ہمیں یہ طے کر لینا چاہئے کہ ہم نے سودی کاروبار ہرگز نہیں کرنا۔ حکومت سودی نظام ختم کرے یا نہ کرے ہمیں خود اسے ختم کر دینا چاہئے۔ ایک بات جو آخر میں کہنا چاہوں گا کہ اگر ہم نظام زکوۃ درست کر لیں تو اللہ کی مدد شامل ہو جاتی ہے انشاء اللہ پھر قرضوں سے بھی چھٹکارا ہو جائے گا اور سودی نظام سے بھی---

ابھی میاں ادریس صاحب سے اور گفتگو کرنے کو جی چاہتا تھا اور وہ بھی یہی چاہتے مگر جب گھڑی کی طرف دیکھا تو رات کے گیارہ بج چکے تھے ہم نے سوچا کہ اب اجازت لی جانی چاہئے۔

پاکستان ایٹمی طاقت کیسے بنا

ڈاکٹر اشفاق احمد
چیئرمین اٹامک انرجی کمشن پاکستان

سائنس دائمی سچائی کا نام ہے اور ایک سائنس دان کے کام میں سچائی کا عنصر لازمی حیثیت رکھتا ہے۔ ہمارے ہاں ایک مسئلہ یہ رہا ہے کہ سائنس دان اپنا سائنسی کام تو بلاشبہ سچ کے اصولوں پر کرتے ہیں لیکن قوم کے سامنے بوجوہ اصل کہانی بیان نہیں کی جاتی' جیسا کہ ایٹم بم کی کہانی اب تک صحیح طور پر قوم کے سامنے پیش نہیں کی گئی۔ اور شاید میری زندگی میں ایسا ممکن نہ ہو سکے۔ بہرحال کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کا بتانا قومی مفاد کیلئے بہتر اور مفید نہیں ہوتا۔ تاہم اس قسم کے قومی اہمیت کے حامل کارناموں میں لوگ ہیروز کو تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں ان سے عرض کروں کہ پاکستان کا ایٹمی پروگرام ایک نہایت مہنگا قیمتی اور عظیم پراجیکٹ ہے۔ اس میں ہمیں سائنس دانوں کے نمبر نہیں لگانے چاہئیں کہ فلاں کی اتنی اہمیت ہے اور فلاں کی اتنی...... آپ امریکہ کو لے لیجئے' جب وہاں "مین ہیٹن پراجیکٹ" مکمل ہوا تو اس میں بھی فرمنگ' اوپن ہیمر' بالس' بیکے' ٹینٹ اور سی برڈ جیسے نوبل انعام یافتہ سائنس دان تھے مگر کسی کو وہاں یہ فکر نہیں تھی کہ پراجیکٹ کا سارا کریڈٹ اوپن ہیمر کو جاتا ہے یا فرمنگ کو ملنا چاہئے۔ لیکن ہمارے ہاں یہ چیز کچھ سائنسدانوں میں بھی آگئی ہے کہ ایٹمی پروگرام کا "کریڈٹ" فرمنگ کا ہے یا اوپن ہیمبر کا۔ یہاں پر بڑے افسوس کے ساتھ مجھے یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ ہمارے بعض صحافی حضرات نے بھی اس کریڈٹ کے معاملے کو الجھا دیا ہے۔ جہاں تک کریڈٹ کا تعلق ہے تو کریڈٹ بے شمار لوگوں کو جاتا ہے' جن میں سرفہرست ڈاکٹر عبدالقدیر خان ہیں میں نے بار بار یہ بات کہی کہ اگر ڈاکٹر عبدالقدیر خان یورینیم کو افزودہ نہ کرتے تو ہم ایٹمی دھماکے کبھی بھی نہ کر سکتے۔

لیکن یورینیم کی افزودگی ممکن نہ تھی اگر یورینیم نہ ہوتی۔ لہٰذا جن لوگوں نے یورینیم تلاش کی' اسے محنت سے نکالا' صاف کیا اور اسے افزودگی (Enrich) کے قابل بنایا' اس میں درجنوں لوگوں کے نام آتے ہیں۔ پھر یورینیم کو افزودہ کرنے کے عمل میں بھی ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے ساتھ ایک پوری ٹیم مصروف عمل رہی۔ سبھی مکمل خاموشی' محنت' جانفشانی اور تندہی کے ساتھ کام کرتے رہے۔ کبھی کوئی پبلک میں نہ آیا صرف ایک نام سامنے آیا' مگر ان سب نے آپس میں کبھی کوئی فرق نہیں کیا اور اپنی شبانہ روز انتھک کاوشوں سے وطن عزیز کو یورینیم کی افزودگی میں خود کفیل بنا دیا ہے۔ پھر یورینیم کی افزودگی کے بعد سینکڑوں کام ہوتے ہیں جن میں نیوکلیئر ڈیوائس کی تیاری' ڈیزائن' میتھمٹیکس کا کام اور کمپیوٹر کا استعمال وغیرہ شامل ہیں۔ یہاں بھی ہر مرحلے پر سینکڑوں لوگ مصروف عمل رہے' جن کے نام تاحال عوام کے سامنے نہیں آئے۔ مگر یہ لوگ "گمنام مجاہد" ہیں' جنہوں نے پاکستان کے ایٹمی پروگرام کو آگے بڑھانے کے لئے بے حد محنت' مشقت کی اور ہمارا دفاع ناقابل تسخیر بنا دیا۔

میری پاکستانی عوام سے التجا ہے کہ وہ ان سب کے لئے دعائیں کرتے رہیں۔

پھر کچھ لوگوں نے ایٹمی دھماکوں کے "مابعد اثرات" کی پیمائش کے ضمن میں بھی کٹھن کام کیا۔ نیوکلیئر ڈیوائس یا ایٹم بم بنانے کے بعد اس کا ڈیلیوری سسٹم بے حد اہم ہوتا ہے جس کے بغیر ایٹم بم بیکار ہوتا ہے۔ یہ ڈیلیوری سسٹم مرتب کرنے کے سلسلے میں بھی کئی لوگوں نے کام کیا۔ الغرض یہ ایک "میگا پراجیکٹ" تھا جس میں بے شمار لوگوں نے حصہ لیا۔ میرے نزدیک سائنس دان درحقیقت درویش صفت ہی ہوتے ہیں۔ ایک سائنس دان کو ہروقت عاجز و منکسر المزاج رہنا چاہئے۔ گزشتہ دنوں اسلام آباد میں سائنس دانوں اور انجینئرز کا ایک اجتماع وزیراعظم نواز شریف کی زیر صدارت ہوا تھا۔ اس میں بھی میں نے بتایا تھا کہ پاک فوج کے "جہاد' تقویٰ' فی سبیل اللہ" کی طرح ہمارے ادارے کا بھی ایک تین نکاتی سلوگن ہے' یعنی "خاموشی' علم اور ہنر"۔

بہرکیف میں یہاں پر چند عظیم شخصیات کا ذکر کرنا چاہوں گا۔ ڈاکٹر منیر احمد خان' جواب ہم میں نہیں ہیں' ان کا اس پروگرام کو آگے بڑھانے میں بہت زیادہ کردار ہے۔ پھر ہمیں ڈاکٹر آئی کے عثمانی کی گرانقدر خدمات کو بھی خراج تحسین پیش کرنا چاہئے۔ جنہوں نے چھ سو کے قریب پاکستانی سائنس دانوں کو پی ایچ ڈی کے لئے بیرون ملک بھجوایا' جس کی بدولت کہوٹہ اور ایٹمی توانائی کمیشن کی ٹیمیں بنیں۔ ڈاکٹر عثمانی نے ہی ہمیں "کنٹرول ریلیز آف انرجی" کے جدید نظریے سے متعارف

کروایا۔ ڈاکٹر رفیق چودھری، جو میرے بھی استاد تھے، نے ماہرین کو مقامی سطح پر تیار کیا۔ واضح رہے کہ ڈاکٹر ثمر مبارک مند ڈاکٹر رفیق چودھری کے شاگرد نہیں تھے، بلکہ میرے شاگرد رہے ہیں۔ جب ثمر مبارک مند ایم ایس سی میں آئے تو ڈاکٹر رفیق چودھری ریٹائر ہو چکے تھے۔ میں بھی گورنمنٹ کالج لاہور میں پڑھاتا رہا ہوں۔ اب میرے بعد ڈاکٹر ثمر مبارک مند ہی ایٹمی توانائی کمیشن میں سینئر ترین سائنس دان ہیں اور میرے دست راست ہیں۔ ایٹمی ٹیکنالوجی کو ترقی دینے میں ان کا بہت بڑا کردار رہا ہے۔

میں تحریک پاکستان کا ایک سرگرم کارکن رہا ہوں۔ میں مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن میں ایک ورکر تھا اور غالباً 1941ء کے ایک جلسے میں

کیونکہ یہاں تنخواہوں و مراعات کا پرکشش پیکج تھا اور پھر لوگوں کو سائنس کا شوق بھی تھا۔ لیکن آج لوگوں میں سائنس اور بالخصوص نیوکلیئر سائنس کو بطور ایڈونچر اپنانے کا شوق و جذبہ نہیں رہا۔ آج وہ ایم بی اے، کامرس، سی اے اور ایم سی ایس وغیرہ کے میدانوں کی طرف بھاگ رہے ہیں، تاکہ وہ راتوں رات زیادہ سے زیادہ پیسہ کما سکیں۔ ڈاکٹری اور انجینئرنگ بالخصوص الیکٹریکل انجینئرنگ کے شعبے بھی دولت کمانے کی مشین بن کر رہ گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارا یہ سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ کہ نئی نسل کو سائنس اور ہنر کی تعلیم کی طرف کیسے راغب کیا جائے۔ آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ گزشتہ سال "فزکس اولمپیاڈ" کے مقابلے میں ایران کے طالب علموں نے گولڈ میڈل حاصل کیا۔ لہٰذا میرا خیال ہے کہ ایران سائنس و ٹیکنالوجی کے میدان میں بہت آگے بڑھ جائے گا کیونکہ انہوں نے اپنی سمت اور ترجیحات متعین کرلی ہیں اور اپنی نئی نسل کو سائنس کی طرف موڑ دیا ہے اب وہ کیمسٹری، ریاضی کے اولمپیاڈ ایوارڈ حاصل کرنے کے لئے پر تول رہے ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد میں نے اپنے ملک میں بھی بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن کے حکام سے رابطہ کیا، تو انہوں نے کہا کہ ہمیں تو پتا ہی نہیں کہ یہ اولمپیاڈ کیا ہوتا ہے؟

بہرحال میں پاکستان کے ایٹمی طاقت بننے کے بارے میں بتا رہا تھا۔ جنوری 1977ء میں میری ذمہ داری یہ لگائی گئی کہ بلوچستان میں ایٹمی تجربات کے لئے جگہ تلاش کروں۔ میرے ساتھ چار پانچ رفقائے کار تھے۔ ہیلی کاپٹر فوج نے دیا تھا، سروے آف پاکستان کے تیار کردہ نقشے ہمارے پاس تھے۔ ایک جگہ مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ اس "راس کوہ" کے سلسلے کو دیکھا جائے۔ دور سے ہمیں ایک

قائداعظمؒ کو پہلی بار دیکھا اور سنا تھا اس وقت میں سکول کا طالب علم تھا۔ پھر پاکستان بننے کے بعد یونیورسٹی گراؤنڈ لاہور کے جلسے میں قائداعظمؒ کو آخری مرتبہ دیکھا تھا۔ اس لئے تحریک پاکستان سے میری جذباتی وابستگی بہت زیادہ ہے۔ یہاں میں افسوس کے ساتھ ایک بات کا ذکر کرنا چاہوں گا کہ یوم تکبیر کے سلسلے میں اسلام آباد میں پوسٹر ہی پوسٹر لگ گئے اور الیکشن کا سا سماں پیدا ہو گیا۔ میں نے اپنے رفقاء سے کہا کہ آپ ان کاموں میں ہرگز نہ پڑیں۔ پھر ایک جلسے میں چاغی پہاڑ کا ماڈل بنایا گیا، جلسے میں سرتاج عزیز وزیر خارجہ خطاب کرنے آئے تو نعرہ بازی شروع ہو گئی۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ گویا کوئی سیاسی جلسہ ہو رہا ہے۔ مختلف سائنس دانوں کے حق اور مخالفت میں نعرے لگے، مجھے یہ چیز انتہائی ناپسندیدہ لگی، کیونکہ سائنس دان آپس میں ٹیم کے طور پر کام کرتے ہیں۔ اگر ہمیں مزید آگے بڑھنا ہے تو آپس کے اختلافات کو پس پشت ڈال کر متحد ہو کر محنت سے کام کرنا ہوگا۔ میری اپیل ہے کہ خدارا سائنس دانوں کو سائنس دان ہی رہنے دیں، انہیں سیاستدان نہ بنائیں۔ سائنس کو زرد صحافت کی طرح نہ تو "زرد سائنس" بنائیں اور نہ پاپ میوزک کی طرز پر "پاپ سائنس" بنائیں۔ سائنس تو سچ اور حقیقت کی جستجو کا کام ہے اسی سے ہنر پیدا ہوتا ہے اور ٹیکنالوجی جنم لیتی ہے۔

ہم سائنس دان تو اپنی باری پوری کر کے اب جانے والے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے بھی گزشتہ دنوں ایک کنونشن میں کہا تھا کہ ہم لوگ تو اب زمانہ رفتہ کے باسی ہیں لہٰذا اب آج کے نوجوانوں اور نئی نسل کے طالب علموں کے کندھوں پر یہ بھاری ذمہ داری آن پڑی ہے کہ وہ سائنس اور ٹیکنالوجی کو اپنائیں۔ ایک زمانہ تھا کہ نوجوان ایٹمی توانائی کمیشن کی طرف آتے تھے

پہاڑ نظر آیا، جس کی وہ چھوٹی سی چوٹیاں تھیں۔ میں نے پائلٹ سے کہا یہاں کہیں ہیلی کاپٹر لینڈ کر دیں۔ پھر وہاں اتر کر ہم نے تفصیلی سروے کیا۔ ابھی ایٹمی تجربے کے لئے وہ چٹان استعمال نہیں ہوئی تھی مگر میں نے کہا کہ میرا دل کہتا ہے کہ ایک دن یہی چٹان ایٹمی تجربے کی جگہ بنے گی۔

پھر ایک سال اس چٹان کے نمونے لے کر ٹیسٹ وغیرہ کرنے پر لگ گیا اور تین سال سرنگ کھودنے میں لگ گئے۔ وہاں زہریلے بچھو اور سانپ بھی تھے مگر اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے سائنس دانوں کی ٹیم کو ایک خراش تک نہ آئی بعدازاں 28 مئی 1998ء کو اسی پہاڑ میں پاکستان نے کامیاب ایٹمی دھماکے کئے اس وقت میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ ایک دن آئے گا جب اسی تاریخی چاغی پہاڑ کے ماڈل اسلام آباد اور چاروں صوبائی دارالحکومتوں میں بنیں گے۔

(تحریک پاکستان ورکرز ٹرسٹ کے زیر اہتمام منعقدہ تقریب سے خطاب)

بہ شکریہ روزنامہ "خبریں"

جشن عید میلاد النبیؐ

خطاب امیر محمد اکرم اعوان

مورخہ 97-7-18 دار العرفان

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ وما ارسلنک الا رحمتہ العلمین

آج غالباً" بارہ ربیع الاول ہے اور ملک بھر میں جشن میلاد النبی ﷺ منایا جارہا ہے' واقعات عالم میں اگر انہیں یاد رکھنے کے لئے کوئی دن منانا ضروری ہے تو پھر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی بعثت اتنا بڑا واقعہ ہے کہ اتنا بڑا واقعہ نہ اس سے پہلے ہوا اور نہ کبھی قیامت تک بعد میں ظہور پذیر ہو گا اور ولادت باسعادت کی یاد بعثت محمد رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے ہے۔ عظمت ولادت یا برکات ولادت یا اس کی ساری اہمیت اس لئے ہیں کہ یہ نومولود جو ہے بحیثیت محمد رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوا۔ یعنی اگر بعثت کو یا ذکر بعثت کو یا بعثت عالی کی اہمیت کو الگ کر لیا جائے' چھوڑ دیا جائے اس کا ذکر خیر نہ آئے تو پھر محض ایک بنی آدم کی ولادت رہ جاتی ہے جو دوسروں سے بہت منفرد ہو گا' بہت خوبصورت ہو گا' بہت اچھا ہو گا لیکن کسی بچے کا پیدا ہونا کسی انسانی گھر میں کوئی اتنا بڑا واقعہ نہیں ہے آدم علیہ الصلوۃ سے لیکر تا ایں دم یہ تسلسل ہے بقائے نسل انسانی کا اور مفلس کی کٹیا سے لیکر شہنشاہ کے محل تک یہ عمل ایک سا ہے اور بقائے انسانی کا طریقہ کار ہی بنانے والے نے یہ بنا دیا پھر اس لئے ولادت پہ اتنا زور کیوں اس لئے کہ یہ ولادت آگے جاکر رسالت بنی اور ایسی بے مثل رسالت بنی کہ ایک وجود انسانی اللہ کی ساری کائنات کے لئے اللہ کی رحمت مجسم بن گیا۔ میں یہ کہنے کی گستاخی نہیں کر سکتا کہ آپ ﷺ کی ولادت کوئی بہت بڑا واقعہ نہیں ہے بہت بڑا واقعہ ہے اس لئے کہ یہ ولادت محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے اگر آپؐ کی رسالت آپؐ کی بعثت اور پیغام رسالت کی اہمیت کو نظرانداز کر دیا جائے تو یہ وہ زیادتی ہے یہ وہ جرم ہے جس کا شاید کوئی کفارہ نہیں ہے۔

اور ہماری بدنصیبی یہی ہے کہ ہم آپؐ کی ولادت باسعادت سے بعثت محمد رسول اللہ ﷺ کو منفی کر دیتے ہیں۔ کیوں کرتے ہیں ایسا؟ اس لئے کہ بعثت رسالت کے کچھ مطالبات ہیں' بعثت رسالت کے کچھ قواعد و ضوابط ہیں' بعثت رسالت ﷺ کے کچھ اصول اور ضوابط ہیں جو اپنانے پڑتے ہیں اور اگر انہیں ترک کیا جائے تو پھر یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ گستاخ ہے' یہ نافرمان ہے یا بے ایمان ہے۔ انکار کرتا ہے تو بے ایمان ہے' مانتا ہے عمل نہیں کرتا تو فاسق و فاجر ہے' گستاخ ہے' بدکار ہے' ہم ماننا بھی نہیں چاہتے اور فاسق و فاجر بھی نہیں کہلوانا چاہتے' ہم اس میں پڑتے ہی نہیں بھئی اس سے الگ ہو جاؤ۔ ولادت باسعادت کا ذکر کرو اس کی برکات کا ذکر کرو۔ حضور ﷺ کی ذات اقدس تمام جہانوں کے لئے رحمت ہے۔ اللہ رحمان بھی ہے رحیم بھی ہے یہ دونوں لفظ رحمت ہی سے بنے ہیں اب ایک آیتہ مبارکہ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم آیت ایک ہے مفہوم دونوں لفظوں کا ایک ہے دو صفاتی اسماء مبارک اس میں کیوں آگئے۔ اللہ کے دو صفاتی نام اس میں کیوں آگئے اس لئے کہ ہر شے کا وجود اللہ کی رحمت سے ہے اس کا قیام قائم رہنا اللہ کی رحمت سے ہے آگے اس کے اثرات اسی کی برکات یا اس کے نوافل یا اس کا منافع یا اس کا نقصان' اس پر دوسرے نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ کافر بھی اللہ کی طرف سے رزق پاتا ہے اس کی رحمت ہے' اللہ کی طرف سے وجود ملا ہے اس کو یہ اس کی رحمت ہے' اسے آبرو ملی ہے اسے اولاد ملی ہے' گھر ملا ہے' حکومتیں ملی ہیں' ممالک ملے ہیں' سلطنتیں ملی ہیں' دنیا کی بے شمار عیش و عشرت ملی ہے' عربی میں قاعدہ یہ ہے کہ ایک ہی لفظ کو جب مبالغہ کے طور پر استعمال کرتا ہے تو اگر وہ مبالغہ عارضی اور وقتی ہو تو فعلان کے اس وزن پہ چلتا ہے جس پہ رحمان ہے اس طرح کہیں گے عطشان بہت زیادہ پیاسا لیکن وہ بہت زیادہ پیاس چونکہ دائمی تو نہیں ہوتی کبھی پیاس بجھے گی بھی تو وہ اس وزن پہ آئے گا۔ جو کمال یا کو وصف دائمی ہوتا ہے وہ فعیل کے وزن پہ آتا ہے جیسے رحیم کریم امین حکیم اب حکیم جو ہے جبتک اس کا وجود ہے اس کے ساتھ اس کی حکمت ہے۔ علیم جو ہے عالم ہے جب تک اس کا وجود ہے اس کے ساتھ اس کا علم ہے۔ اسے دوام ہے جو وصف وقتی ہو گا وہ فعلان کے وزن پر ہو گا جو وصف دائمی ہو گا وہ فعیل کے وزن پر ہو گا' دونوں اسمائے عالی اس لئے آئے۔ الرحمن - موت سے پہلے پہلے ہر نفس کے لئے وہ رحمان ہے' ہر کوئی رحمت سے مستفید ہو رہا ہے۔ لیکن یہ ایک حد تک ہے۔

موت کے بعد رحیمیت کا اظہار ہوگا جو دنیا میں حصول برکات سے حصول رحمت سے ایمان سے محروم رہا وہاں رحمت سے محروم ہو جائے گا۔ رحمانیت ختم ہوگئی اب وصف آگیا رحیم تو مفسرین جب اس کا ترجمہ لکھتے ہیں تو فرماتے ہیں الرحمٰن لدنیا والرحیم الاخرۃ کہ الرحمٰن رحیم ان کے لئے ہے جنہیں دنیا کی دولت بھی ملی' ایمان بھی ملا' وجود بھی ملا' توفیق عمل بھی ملی' آخرت میں مغفرت بھی ملی' آبرو بھی ملی' اللہ کی رضامندی اور جنت بھی ملی وہ الرحیم سے مستفید ہوئے۔ جنہیں صرف دنیا ملی' عیش و عشرت ملی' دولت ملی' حکومت ملی' وہ الرحمٰن ہے وقتی طور پر انہوں نے موج کرلی۔

حضور اکرم ﷺ رحمت ہیں ساری کائنات کے لئے اس میں سے کچھ لوگوں نے اس رحمت میں سے رحمانیت کو پایا' کچھ لوگوں نے رحیمیت کو پایا جو مومن ہے اس کا حصہ رحیمیت میں ہے اور جہاں رحمانیت ہے وہاں تو مومن و کافر کی تخصیص بھی نہیں۔ جس طرح میلاد کا تذکرہ ہوتا ہے۔ کہ دائی حلیمہ تشریف لائیں تو ان کے پاس جو ڈاچی تھی کمزور تھی بیمار تھی دبلی پتلی تھی اور ان کے پاس کچھ اثاثہ بھی نہیں تھا کچھ گھر میں فراخی بھی نہیں تھی خود بھی کمزور تھیں جب در یتیم ﷺ نصیب ہوا تو وہ ڈاچی سارے کاروان سے آگے نکل گئی اس کی صحت بھی ٹھیک ہوگئی اور وہ بغیر شیر کے تھی اس کے تھنوں میں دودھ بھی اتر آیا۔ گھر پہنچے تو ریوڑ میں بھی برکت ہوگئی مال و دولت میں بھی برکت ہوگئی۔ کیا وہ خاندان کیا وہ گھر کیا وہ اس وقت مسلمان تھے؟ کیا اسلام کا ظہور ہوا تھا؟ کیا نبی مبعوث ہوئے تھے؟ تو اس کا مطلب ہے جن برکات پہ تم نعرے لگاتے ہو یہ تو رحمانیت ہے اس میں تو کافر بھی حصے دار ہے تم کیوں نعرے لگا رہے ہو یہ صرف مسلمانوں کے لئے نہیں یہ تو وہ ذات اقدس ہے جو ساری کائنات کے لئے باعث رحمت ہے۔ اب رحمت کے دو شعبے ہیں ایک میں کافر بھی شریک ہے اگر ہم نے بھی وہیں پہ قناعت کرنی ہے تو حق یہ ہے کہ ہم اس ذات گرامی سے محروم رہ گئے۔ دعوی ایمان کے ساتھ تو آپ کو درجہ رحیمیت کو پانا ہے اور وہ جنہوں نے پائی' ان کے تو اپنے بس میں کچھ بھی نہ رہا۔ اس کا تو ہونا نہ ہونا ان کے لئے برابر ہوگیا۔ ان کا نہ جینا اپنا رہا نہ مرنا اپنی پسند کا رہا' نہ کوئی شہر اپنا رہا اور نہ کوئی رشتہ دار اپنا رہا' نہ کوئی کاروبار اپنا رہا اور نہ کوئی دوست اپنا رہا' سب کچھ محمد رسول اللہ ﷺ کا ہوگیا۔ اس شہر میں رہو۔۔۔ اس شہر میں ہیں۔ اس شہر کو چھوڑ دو۔۔۔ اس شہر کو چھوڑ دیتے ہیں۔ مار کھاتے رہو تم نے ہاتھ نہیں اٹھانا۔ جی مار کھاتے رہیں گے ہاتھ نہیں اٹھائیں گے۔ باہر نکلو تمہیں لڑنا ہے۔۔۔ جی ہم نکل رہے ہیں ہم لڑیں گے۔ رحیمیت تو ان مصیبتوں میں ڈال دیتی ہے۔ جنہوں نے نہیں مانا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو کیوں نہیں مانا؟

حکمرانوں کی مجبوری یہ ہے کہ اگر وہ بعثت کی بات کریں تو انہیں بہت کچھ چھوڑنا پڑتا ہے' بہت کچھ بدلنا پڑتا ہے' بھوکے کے ساتھ بھوکا رہنا پڑتا ہے' اگر عام آدمی "جو" کھاتا ہے تو بادشاہ کو بھی کھانے پڑتے ہیں

اس کی سب سے بڑی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ مان تو لیتے یہ اپنا سب کچھ ہارنے کو تیار نہیں تھے۔ عربوں میں کچھ خصوصیات تھیں اس لئے رب کریم نے انہیں یہ شرف بخشا کہ اپنا عظیم آخری اور ساری انسانیت کے لئے بیک وقت اکیلا رسول جو بھیجا ﷺ وہ انہیں لوگوں میں بھیجا ان میں کچھ خصوصیات تھیں اور ابھی تک بھی ہیں۔ بات کھری کر لیتے ہیں وہ اپنے حق میں جائے یا دوسرے کے حق میں جائے۔ ابو جہل پریشان بیٹھا تھا اس کے کسی عزیز نے دیکھا تو اس نے پوچھ لیا کہ عم محترم میں نے زندگی میں آپ کو کبھی اس قدر سنجیدہ نہیں دیکھا آپ اتنے سنجیدہ ہیں کہ پریشانی چہرے سے ٹپکتی ہے۔ ابو جہل تو شور و غل کرنے والا بندہ تھا اور ابوالحکم کہلاتا تھا پوری وادی میں اس کا حکم چلتا تھا اس نے کہا یار کیا کروں میرا سکون اسی ایک بندے نے برباد کر دیا ہے۔ ہماری خاندانی وجاہت' ہمارا دبدبہ' ہماری حکومت و سلطنت سب کچھ مٹی میں ملتا نظر آرہا ہے۔ ہمارے باپ دادا کی بنائی ہوئی جو بات تھی اور جس بات کے لئے آج تک ہم اپنی ساری کوشش صرف کرتے رہے وہ ٹوٹ پھوٹ رہی ہے اور ہم بے بسی سے یہ سب کچھ ہوتا دیکھ رہے ہیں۔ اس نے کہا ایک آدمی صرف ایک بندے کے لئے اور آپ جیسا بندہ پریشان ہے۔ سینکڑوں لوگ قتل کرا دینا آپ کے لئے بڑی بات نہیں ہے ایک بندے کی کیا بات ہے ایک بندے کو قتل کرا دو قصہ ختم۔ کہنے لگا ارے بے وقوف ہم نے کوئی کسر نہیں چھوڑی لیکن وہ ایک بندہ نہیں وہ اللہ کا نبی بھی ہے اور اس کے ساتھ اللہ ہے۔ ہم نے کسر نہیں چھوڑی اگر نبی نہ ہوتا تو کب کا لوگوں کو بھول بھی چکا ہوتا لیکن اس کے ساتھ اللہ ہے ہم اس کا کیا بگاڑیں۔ تو وہ اور حیران ہوا اس نے کہا عجیب بات ہے یہ بات آپ کہہ رہے ہیں اس نے کہا بھئی جو بات کھری ہے وہ ہر کوئی کہے گا۔ تو جب پتہ ہے نبی ہے پھر لڑائی کس بات کی مانتے کیوں نہیں؟ کہنے لگا تم بے وقوف ہو تمہیں پتہ ہی نہیں کہ مان لینے میں کیا کچھ ہارنا پڑتا ہے۔ اب تو لڑ بھڑ کر کچھ لوگوں پر تو ہماری حکومت ہے۔ دبدبہ ہے اگر آج مان لیں تو ہم تو آج ہی مٹی میں

مل گئے۔ ہماری حیثیت ہی ختم ہوگئی پھر وہ ہوگا جو وہ کہے گا' ہماری رائے ہی کوئی نہیں رہے گی۔ جنہوں نے نہیں مانا اسی کے پیچھے بھی وجہ یہی تھی کہ ان کی اپنی ذاتی حیثیت ختم ہوجاتی۔

آج ہم بھی ذکر بعثت سے تھوڑا سا کنارہ کرتے ہیں' کیوں؟ وہاں ہماری ذاتی حیثیت ختم ہوجاتی ہے۔ ولادت کے ذکر پہ کسی کا کچھ نہیں بگڑتا بلکہ برکات بٹتی ہیں۔ اب اگر کافر بھی ساتھ مس ہوجائے تو وہ بھی عوضانہ لے جاتا ہے۔ اسی لئے تو ہم نے ملک میں نفاذ اسلام کا یہی بڑا کام کیا ہے۔ ہماری اس موجودہ حکومت نے جس کا الیکشن میں دعویٰ تھا کہ ہم خلافت راشدہ جاری کریں گے' خلافت راشدہ کا نظام لائیں گے انہوں نے بھی آج کتنے دن سے سرکاری طور پر میلاد ہی منانے کا اہتمام کیا ہے بلکہ آج جو اجلاس ہو رہا ہے اس کا افتتاحی خطاب شاید صدر صاحب کا ہے بات بعثت کی طرف نہیں جائے گی۔ اس لئے کہ اگر بات بعثت کی ہو تو حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر تم نے سودی نظام باقی رکھنا ہے تو فاذنوا بحرب من اللہ و رسولہ میرے ساتھ تمہارا اعلان جنگ ہے بعثت کا ذکر کیوں کریں کیونکہ یہ سود تو انہیں رکھنا ہے۔ ہم کیوں بعثت کا ذکر کریں ہمیں سود کھانا ہے ہم طعنہ حکمرانوں کو دیتے ہیں یہ نظام نہیں بدلتے لیکن بدلنا ہم بھی نہیں چاہتے۔

مجھے اگلے دن بچے بتا رہے تھے ایک بزرگ ہیں بہت نیک آدمی ہیں۔ ان کی عمر میرے خیال میں ایک صدی کے لگ بھگ ہوگی اور بڑے دہری کمر کرکے بمشکل چلتے ہیں ہم نے جب سے انہیں دیکھا ہے تب سے تہجد گزار ہیں نیک ہیں' اور ہر تبلیغی جلسے میں بھی جاتے ہیں بڑا وقت لگایا انہوں نے۔ تو بچوں نے ویسے پوچھ لیا کہ آپ جو پیسے ہیں بنک میں آپ تو سود نہیں لیتے ہوں گے تو کہنے لگے کیا کریں مجبور ہیں۔ نظام ہی سودی ہے ہم بھی لیتے ہیں۔ جب اسلامی نظام آئے گا تو نہیں لیں گے۔ تو سود کھانے کے لئے ہم بھی الزام نظام کو دیتے ہیں بھئی نظام ہمیں تو مجبور نہیں کر رہا ہم اپنے سرمایے پہ ضرور سود لیں۔ تو ہم باقی ساری نیکیاں نماز کی' عبادت کی' تسبیحات کی' تبلیغ کی' اذکار کی کر لیتے ہیں اس لئے کہ تھوڑا تھوڑا گمان ہے ہمیں کہ شاید کہیں کوئی قبر والا کوئی مسئلہ ہوگا یہ ہمیں گمان رہتا ہے یہ بھی ڈر سا رہتا ہے کہ یہ کوئی جنت دوزخ بھی ضرور ہوگی لوگ کہتے ہیں کوئی ہوگی۔ تو کوئی ایسی ہو تو جان بچانے کا سبب بن جائے یقین ہوتا تو ہم حرام سے بھاگ جاتے۔ عذاب و ثواب قبر کا یقین ہوتا تو ہم قطعاً" حرام نہ کھاتے۔ برائی غلطی سے کوتاہی سے ہوجاتی اسے پیشہ کے لئے شعار نہ بناتے۔ مسلسل سن سن کر ہر جمعہ میں' ہر خطبے میں' باپ سے دادا سے' ماں سے' دادی سے تو کوئی ایک شک سا پڑ جاتا ہے کہ یہ کوئی شاید رولا بن نہ جائے تو چلو کوئی کبھی نماز پڑھ لی کہیں تبلیغ پہ چلہ لگا آئے کبھی یہاں آگئے ذکر اذکار کر لیا لیکن جب بات آتی ہے اپنی ذات اور اس کے مقابل خدا اور رسول اللہ ﷺ کی کس کا حکم مانا جائے تو کہتے ہیں ٹھہر جا خدا اوز رسول ﷺ کے رشتہ دار میری بات مان وہاں ہر بندے کے اندر ایک فرعون بیٹھا ہے جتنی جتنی اس فرعون کے پاس جرات ہے اتنا اتنا وہ اپنا حکم نافذ کرتا ہے اور بعثت محمد رسول اللہ ﷺ کا سب سے بڑا کمال تھا کہ آپ ؐ نے ان دلوں کو جن میں فرعون بیٹھے تھے' فرعونوں سے خالی کرکے خدا آشنا کر دیا' تجلیات باری کا مہبط بنا دیا۔ جہاں فرعون تخت بچھائے بیٹھے تھے وہاں پھول سجا دیئے محمد رسول اللہ ﷺ نے۔ ارے باقی جو معجزات آپ بیان کرتے ہیں ان کی حیثیت محمد رسول اللہ ﷺ کی شان کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ انگلی مبارک سے پانی جاری ہو جائے' کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ آپ ؐ کے اشارے پہ چاند دو ٹکڑے ہو جائے آپ ؐ کی شان کی نسبت اس معجزے کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ساری کائنات میں بہت بڑا ہے لیکن جب بات محمد رسول اللہ ﷺ کی آتی ہے تو اس کی کیا حیثیت ہے ایک چاند کیا کروڑوں چاند ہوں آپ ؐ کے پاؤں کی دھول پہ وارے جاسکتے ہیں۔ اصلی معجزہ' عظیم تر معجزہ یہ ہے کہ آپ ؐ نے کنتم علی شفا حفرۃ من النار لوگو! تم تو دوزخ کی منڈیروں پر گھوم رہے تھے فانقذکم منہا میرے نبی ﷺ نے تجھے اچک لیا۔ وکنتم اعداء تمہارے دل نفرتوں سے بھرے ہوئے تھے' ہر ایک بندہ دوسرے کا دشمن تھا' باپ بیٹے کا' بھائی بھائی کا' رعیت حکومت کی' حاکم رعیت کا' مالک مزدور کا ہر ایک دوسرے کا کنتم اعداء تم دشمن تھے اور ہر بندہ دشمن تھا دوسرے کا فالف بین قلوبکم نفرتیں مٹا کر محبتوں کے دریا بہا دیئے فاصبحتم بنعمتہ اخوانا اللہ کا انعام تو یہ ہے کہ تم سارے ماں جائے بھائیوں کی طرح ہوگئے۔ ارے اس بات پہ تو قرآن ناز کر رہا ہے کہ یہ کمال میرے رسول ﷺ کا۔

اب اگر ہم بات کریں بعثت کی تو اپنی شکل بھی دیکھنا پڑتی ہے' اپنا آپ دیکھنا پڑتا ہے ہم کہاں کھڑے ہیں۔ ہم نفرتوں کے جہنم میں کھڑے ہیں' ہم سود کھا رہے ہیں' بدکاری نظام ہم نے چلا رکھا ہے۔ ارے ہم نے یہاں لائسنس جاری کر رکھے ہیں بدکاری پہ اور اس پہ ٹیکس آتا ہے اور وہ سرکاری خزانے میں جاتا ہے۔ ہم نے یہاں شراب کے پینتیس' پینتیس کراچی' لاہور اسلام آباد میں نئے پرمٹ جاری کئے ہیں اب خیر سے اسلام آباد کے ہوٹلوں میں پچھلے ہفتے سے ناچ گھر

بھی کھل گئے ہیں۔ تو بعثت کا ذکر کریں تو ہم کہاں جائیں۔ نام اسلام آباد -- اسلام ندارد آبادی بے شمار --- دنیا کے ہر ملک کا بندہ وہاں آباد ہے اور اگر نہیں تو صرف اسلام نہیں اس لئے کہ حکومت بھی یہ چاہتی ہے۔

یہاں چار گھنٹے ڈاکہ پڑتا رہا لاکھوں لوگ لوٹے گئے کتنی بسیں روکی انہوں نے لوٹ لیں کتنے لوگ روزانہ قتل ہوتے ہیں۔ اسلام آباد سے دس لاکھ لوٹ کر لے گئے' پنڈی سے تیس لاکھ لوٹ کر لے گئے' کراچی سے پشاور تک قتل ہونے والوں کی تعداد گننا مشکل ہے۔ اب اگر کوئی یہ پوچھے کہ حکومت کہاں ہے اور کیا کر رہی ہے تو کہا جاتا ہے یار تم نعرہ لگاؤ جلوس نکالو میلاد مناؤ دیگ پکاؤ تم کیا کرتے ہو۔ حکومت کی تو مجبوری ہے میلاد بھی محرم بھی۔ ابھی حکومت محرم سے فارغ ہوئی سارے پاکستان کو لگا دیا کوئی محرم کا جلوس روکنے میں کوئی نکالنے میں۔ آدھا پاکستان جلوس نکالنے میں آدھا پاکستان جلوس روکنے میں۔ ہو کیا رہا ہے ملک میں اس کا کسی کو ہوش نہیں۔ اب وہ محرم ختم ہوا ربیع الاول آ گیا۔ کوئی چندہ کرنے میں کوئی مٹھائی بنانے میں' کوئی دیگیں پکانے میں کوئی کھانے میں' کوئی چندہ دینے میں کوئی چندہ اڑانے میں' کوئی نعرہ زندہ باد کا' کوئی مردہ باد کا' کوئی پھول بانٹے ' کچھ وہ چراغاں کیا' پورے ملک میں لوڈشیڈنگ ہو رہی ہے اور پرائم ایجنسی سے لیکر چھوٹی سے چھوٹی مسجد تک چراغاں ہو رہا ہے۔ ایک طرف دنیا تڑپ رہی ہے گرمی سے' لوڈشیڈنگ ہو رہی ہے دوسری طرف چراغاں ہو رہا ہے۔ کیا یہ مسلمانی ہے اور کیا یہ اسلام ہے اور کیسی عجیب حکومت ہے اور کیسا عجیب ملک ہے اور کیسے عجیب لوگ ہیں اور بات کرتے ہیں محمد رسول اللہ ﷺ کی۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت' آدھے سے زیادہ دنیا اسلامی ریاست کے زیر نگیں آچکی ہے افوا اسلام نبرد آزما ہیں سرحدوں پر' امیر المومنین بیمار پڑے ہیں مدینہ منورہ میں' بیماری کی حالت میں قاصد آ رہے ہیں' جرنیلوں کے پیغام آ رہے ہیں صلح کا' جنگ کا 'حملے کا پسپائی کا حکم دیا جا رہا ہے۔ محاذ پر لڑائی جاری ہے' عدالتوں کے گورنروں کے صوبوں کے' مال کے' عدالت کے' معاش کے' علاج معالجے ہر شعبے کی نگرانی ہو رہی ہے اور امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی صحت ہے کہ دن بدن گرتی جا رہی ہے۔ درد ہے کہ چین نہیں لینے دیتا چمڑا ادھڑنا شروع ہو گیا۔ طبیبوں نے کہا حضور وجہ یہ ہے کہ آپ نے گندم کا آٹا کھانا چھوڑ دیا اور آپ "جو" کھا رہے ہیں اور "جو" سے آپ کے مزاج کو الرجی ہے۔ آپ جو کا کھانا بند کر دیجئے گندم کی روٹی کھایئے ایک تو علاج بھی کارگر ہوگا آپ صحت مند بھی ہوں گے تو فرمایا کہ مدینتہ الرسول کے لوگ "جو" کھائیں اور عمر گندم کھائے' مرجانے دو عمر کو۔ جب سارے شہر کو گندم نصیب ہوگی تو عمر بھی کھالے گا۔ سینکڑوں اونٹ گندم کے لدے ہوئے آئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے' تمام کاروباری لوگ جمع ہو گئے' مجھے دے دیجئے' مجھے دے دیجئے' منافع پر بیچنے کے لئے آپ نے کہا سات سو گنا کوئی منافع دے سکتا ہے تو بیچوں گا۔ حضرت کیسے ہو سکتا ہے؟ اب سو کا سات سو کون دے گا؟ فرمایا میرے پاس ہے گاہک۔ صبح حکم دیا سارے مدینتہ النبی ﷺ میں تقسیم کر دو۔ مجھے سات سو گناہ اجر ملے گا اس لئے کہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی صحت بھی صحیح ہو جو آدھی دنیا پر برسرپیکار ہے ظلم کے خلاف۔

آج ہم حکمران ہوں یا ملک کے شہری' ہم کس منہ سے بعثت کی بات کریں' ہم کیسے کر سکتے ہیں۔ اس لئے ہم میلاد کے جلوس نکالتے ہیں۔ پیدائش کی برکات کا ذکر کرتے ہیں۔ ارے کم بختو! پیدائش پہ جو برکات بٹیں وہ تو غیر مسلموں کو بھی نصیب ہوئیں' وہ تو رحمانیت تھی' رحمت عامہ تھی' وہ تو ایک سیلاب تھا رحمت کا' اس میں تو جو آیا سیراب ہوتا گیا' اگر تم نے اسی پر قناعت کرنی ہے تو پھر تمہاری مسلمانی کی خیر ہو۔ مذاق بنا لیا آپ نے ذکر رسول اللہ ﷺ کو' مذا بنا لیا لوگوں نے ذات گرامی ﷺ کو۔ ارے یہ پٹاخے چلانا' آتش بازی چلانا' اور یہ پھلجھڑے اڑانا اور ڈھول باجے گاجے بجانا کیا یہ حضور ﷺ کے حکم کے مطابق ہے تریسٹھ بار تو آپؐ کی حیات دنیوی میں یہ دن آیا۔ حیات دنیوی میں کسی ایک سال کے جلوس تو دکھاؤ؟ کسی ایک سال کے وہ ڈھول باجے' گاجے تاشے تو دکھاؤ؟ خلافت راشدہ میں بھی بار بار پلٹ کر آیا تو کہیں دکھاؤ تو سہی کہیں؟ یہ برصغیر میں تم نے ہندوؤں سے کوئی سری کرشن کے جلوس تو نہیں لے لئے' یہ باجے گاجے ڈھول تاشے اور گانا ان کی شان میں کہیں' اس کی اساس تلاش کرو' مجھے نہیں ملتی لیکن آپ بھی تلاش کریں یہ آپ نے کہاں سے لی۔ یہ آپ کو خلفائے راشدین نے نہیں دی۔ سلف صالحین نے نہیں دی۔ سیرت نے نہیں دی۔ آپ کو حدیث نے نہیں دی پھر آپ نے کہاں سے لی۔ یہ ہندوؤں کا مذہبی طریقہ کار ہے مینوں نچ کے یار منواون دے یہ آپ نے کہیں وہاں سے تو نہیں لے لیا۔

کیا عجیب ذات تھی مس خام کو جس نے کندن بنایا۔ ڈاکوؤں کو عادل' جاہلوں کو فاضل' محروموں کو سلطان بنا دیا۔ ارے تم اور میں کیا بنے؟ کیا کمال آیا ہم میں؟ کیا تبدیلی آئی؟ کیا انقلاب آیا اور یہ یاد رکھو آپ ﷺ کا کمال صرف یہ نہیں کہ اس وقت لوگوں کو بدل دیا قیام قیامت تک اب بنی آدم کو انسان اگر بنانا ہے تو یہ

کام محمد رسول اللہ ﷺ کر رہے ہیں۔ بعثت سے لیکر قیامت تک اولاد آدم کو اگر انسانیت نصیب ہوگی تو محمد رسول اللہ ﷺ کی جوتیوں کے صدقے نصیب ہوگی۔ ہم بھی اگر حضورؐ کی جوتیوں کی خاک میں بیٹھتے تو آج بہترین انسان ہوتے۔ آپ مسلمان کسے کہتے ہیں؟ مسلمان کو اگر ڈیفائن کیا جائے تو بہترین انسان اس کا ترجمہ بنے گا' اس کا ڈیفی نیشن بنے گی وہ انسان جو زمین پہ بستا ہے اور اس کا رشتہ عرش عظیم پر ہو وہ انسان جو غذا مادی کھاتا ہو اور اس کا دل نور الٰہی کی جلوہ گاہ ہو' وہ انسان جو کام اس دنیا میں کرتا ہو اور اس کے نتائج جو قیامت کو سامنے آئیں گے ان کو نظر میں رکھتا ہو' ایسا بے مثال انسان اسے مسلمان کہتے ہیں اور حضور اکرم ﷺ کا کمال یہ ہے کہ آپؐ نے جہنم سے لوگوں کو پکڑا' کفر سے لوگوں کو پکڑا' شرک سے لوگوں کو پکڑا' گناہ کی دلدل سے لوگوں کو پکڑا اور ان کو اللہ کے حضور میں کھڑا کر دیا۔

کر دیا ہم سخن بندوں کو خدا سے تو نے
کہاں بندے' کہاں رب العلمین!

ہر بندے کو اس نے خلعت موسوی پہنا دی۔ جو بھی اٹھتا ہے اللہ اکبر کہہ کر اللہ سے بات کرنے لگ جاتا ہے۔ ہر مشت غبار کو موسیٰ بکف کر دیا۔ ہر مشت غبار کو وہ کمال دے دیا جس پہ ناز کرتا ہے قرآن وکلم ربہ تکلیما فرمایا جو بھی اپنے رب سے بات کرنا چاہے فلیقر القرن تلاوت شروع کر دے تو اس سے رب باتیں کرے گا۔ کہاں سے اٹھایا مشت غبار کو کہاں پہنچا دیا۔ یہ کمال ہے محمد رسول اللہ ﷺ کا ارے سارے کمال ان کی ذات میں ہیں اللہ کے بعد عظیم تر ذات انہی کی ہے۔ فرماتے ہیں۔ انما انا قاسم واللہ یوتی۔ او کمال قال رسول اللہ ﷺ۔ دیتا اللہ ہی ہے لیکن بڑی بات ہے میں بانٹتا جاتا ہوں۔ کیا بانٹتے ہیں؟ دال روٹی؟ ارے دال روٹی تو کتوں کو بھی نصیب ہے۔ غذا تو جانور بھی کھا رہا ہے' اولاد تو جانور کو بھی ہو رہی ہے' حکومتیں تو کافروں کو بھی نصیب ہیں۔ یہ تو وہ لٹائے جا رہے ہیں اور حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ دنیا اور دنیا کی دولت اور حکومت اگر اس کی کوئی قیمت اللہ کے نزدیک ہوتی تو کافر کو مچھر کے پر کے برابر بھی نہ دیتا اس کی تو اللہ کے نزدیک کوئی حیثیت ہی نہیں یہ اس لئے لٹا رہا ہے۔ ارے اپنی ذات کا قرب' اپنی ذات کی پہچان اور پھر اس چھوٹے سے دل میں اللہ کو بسا لینے کی جرات۔ فرمایا حدیث قدسی میں ہے۔ میری ذات' میری ذاتی تجلیات کو' مجھے زمینیں نہیں سما سکتیں' میرے آسمان نہیں سما سکتے' یہ مخلوق ہے میں خالق ہوں' مخلوق محدود ہے خالق حدود سے بالاتر ہے۔ اپنا لامحدود محدود میں کیسے آئے۔ لا یسعنی ارضی ولا سمائی میری زمینیں میرے آسمان مل کر بھی میری ذاتی تجلیات کو سما نہیں سکتے لیکن ولکن یسعنی قلب عبدالمومن بندہ مومن کا دل ایک ایسی شی ہے جو مجھے اپنے اندر بسا لیتا ہے اور یہ کمال اسی دل کو

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرہ خون نکلا

او جس میں دو قطرے خون کے ہیں صرف' اس کی جرات کیا ہے اسے کس نے یہ طریقہ یہ سلیقہ یہ ادا سکھا دی کہ اس نے اپنے اندر رب کریم کو جلوہ افروز کر لیا اور اپنے اندر اللہ کو آباد کر لیا۔ کیا اس سے بڑی کوئی دوسری بات ہو سکتی ہے؟ کیا ہمارے دلوں کو یہ دولت نصیب ہے؟ نہیں ہے تو پھر جلوس کس بات کا؟ پھر یہ جے تاجے کس بات پر؟ پھر اچھل کود کیسی؟ پھر بے شک سیرت کانفرنس کرو اور رات میں نے وہ دیکھنا چاہی تو مجھے شرم آگئی۔ خدا کی قسم میں منبر پر بیٹھا ہوں مجھے شرم آگئی۔ نورانی چہرے' کنگھی کی ہوئی اتنی اتنی بڑی داڑھیاں' ہاتھ کے زیر و بم کے ساتھ سر کا زیر و بم یہ بھانڈوں کا کام علما کے گلے کب سے پڑ گیا۔ یہ اگر کمال مصطفوی ﷺ ہے تو پھر تو یہ ہندوؤں میں اور کنجروں میں زیادہ پایا جاتا ہے اسے تو محمد رسول اللہ ﷺ نے حرام قرار دیا تھا۔

کان مبارک میں انگلی دے لی' یا رسول اللہ ﷺ کیا بات ہے' فرمایا دور سے کسی کے بانسری بجانے کی آواز آرہی ہے' جب بند ہو جائے تو مجھے بتانا۔ یہ تمہاری سروں کو کون سنے گا۔ نعتیں تو بارگاہ نبوی ﷺ میں پیش کی گئیں۔ آپؐ کے دربار کے درباری شاعر حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کیسے کیسے قیمتی شعر کہے

واجمل منک لم ترقط عینی
واکمل منک لم تلد النساء

آپ ﷺ سے خوبصورت میری آنکھ نے کسی کو نہیں دیکھا اور آپ ﷺ جیسا مکمل کامل و مکمل کسی ماں نے دوسرا بچہ نہیں جنا

خلقت مبرا من کل عیب

آپ ﷺ کو پیدا کیا گیا ہر نقص سے پاک اگلا جملہ جو ہے وہ قیمت چکا دیتا ہے سارے بندے کی

کانک قد خلقت کما تشاء

ایسے لگتا ہے آپ ﷺ کو آپؐ کی پسند کے مطابق پیدا کیا۔ بات واپس گھما کے وہاں لے آتا ہے کہ آپ ﷺ کی پسند عیوب سے بالاتر ہے آپ ﷺ کی ذات عیوب سے بالاتر ہے گناہ سے معصوم ہے خطا سے معصوم ہے گویا آپ ﷺ کو آپؐ کی پسند کے مطابق ڈھالا گیا۔

لیکن کوئی گاتا نہیں تھا کوئی زیر و بم نہیں

ہوتا تھا بارگاہ عالی میں پیش ہوتے تھے حضور ﷺ دعا فرماتے تھے۔ سماعت فرماتے تھے خوش ہوتے تھے ارے تم بھی وہی طریقہ سیکھ لو میرے پاس ہندوؤں کی نعتوں کا مجموعہ پڑا ہے۔ ایک مجموعہ کلام ہے نعتیہ اتنا بڑا جس میں صرف ہندو شاعروں کی نعتیں ہیں۔ شعر میں زبانی نعت تو ہندو نے بھی کہہ لی' مومن تو اپنے خون سے لکھتا ہے' سر میدان لکھتا ہے کارزار میں لکھتا ہے' اللہ کی بارگاہ میں لکھتا ہے سر بسجود ہو کے لکھتا ہے گھر کو لٹا کے لکھتا ہے ہجرتیں کر کے لکھتا ہے یہ گا گا کے نہیں لکھتا۔

حکمرانوں کی مجبوری یہ ہے کہ اگر وہ بعثت کی بات کریں تو انہیں بہت کچھ چھوڑنا پڑتا ہے بہت کچھ بدلنا پڑتا ہے۔ بھوک کے ساتھ بھوکا رہنا پڑتا ہے اگر عام آدمی "جو" کھاتا ہے تو بادشاہ کو بھی کھانے پڑتے ہیں جبکہ عام آدمی کا بیٹا عام آدمی کا باپ عام آدمی کی بیوی دوا کے نہ لئے تڑپ کر مرجاتی ہے اور پرائم منسٹر ہاؤس پر بلی کے علاج کے لئے' گھوڑوں کے علاج کے لئے یورپ سے اور فرانس سے ڈاکٹر آتے ہیں۔ اسی ملک میں آپ اندازہ کیجئے کہ مرد اول کے گھوڑے آرہے تھے کراچی سے' ٹرین میں ایک گھوڑے کی طبیعت ناساز ہوگئی گوجرانوالہ پہنچ کر وہ ڈبہ تب تک گوجرنوالہ رکا رہا وہاں اسٹیشن پر گھوڑے سمیت' جب یورپ سے ڈاکٹر آئے انہوں نے علاج کیا اور اس کے بعد وہ ٹرین کا ڈبہ وہاں سے چل سکا۔ گھوڑے کی طبیعت ناساز ہوگئی۔ اب یہ حکمران بات کریں آپ ﷺ کی بعثت کی تو ان سے تو بڑا کچھ چھن جائے گا اور یہ کہتے ہیں میلاد میلاد کرو۔ ارے (عام آدمی) تیرے پاس کیا ہے کہ تو بھی بعثت کی بات نہیں کرتا۔ عام آدمی کے پاس تو گناہ کرنے کی بھی توفیق نہیں ہے۔ او ہم تو گناہ کرنے کی بھی استطاعت نہیں رکھتے' بے لذت گناہ کئے جارہے ہیں' کسی کی برائی سوچ کر' کس کو برا کہہ کر' وہ بھی پیٹھ پیچھے' اتنی جرات بھی نہیں ہے کہ کسی کے منہ پر تنقید کرسکیں۔ اس گناہ بے لذت میں جہنم خرید رہے ہیں۔ ہم جنہیں کچھ دینا نہیں ہم تو بعثت کی بات کریں۔ ہمیں بہت کچھ دلوائے گا محمد رسول اللہ ﷺ۔ ظالموں سے' غاصبوں سے' فرعونوں سے' بہت کچھ چھین کر تمہاری جھولی میں ڈالے گا۔ ارے وہ بات نہیں کرتے انہیں کچھ دینا پڑتا ہے تم تو لینے والے ہو تم کیوں نہیں کرتے؟ افسوس کہ ہماری آنکھوں پر بھی انہوں نے پٹی باندھ رکھی ہے۔

ارے ایک ہی تو نام ہے' اللہ کے بعد ایک ہی تو نام ہے جسے لیا جانا چاہئے اور وہ ہے محمد رسول اللہ ﷺ آپ محمد بن عبداللہ تک آتے ہیں محمد رسول اللہ تک نہیں آتے۔ ارے محمد بن عبداللہ کا انکار تو ابوجہل کو بھی نہیں تھا' ابی لہب کو اس بات سے انکار نہیں تھا کہ حضور ﷺ محمد بن عبداللہ ہیں وہ یہ مانتا تھا جب بات محمد رسول اللہ کی آتی تھی اڑ جاتا تھا۔ او میلادیو! تم بھی محمد بن عبداللہ پر رک گئے ہو' محمد رسول اللہ ﷺ تک آؤ جب بات محمد رسول اللہ ﷺ کی ہوگی تو آپ کو بحیثیت رسول ماننا پڑے گا' اطاعت کرنا پڑے گی' انانیت قربان کرنا پڑے گی' اپنے کرداروں کو عمل کو ڈھالنا پڑے گا اور زندگی ساتھ چھوڑتی جاتی ہے ہر سانس ایک قدم ہے جو ہم اپنی موت کی طرف بڑھا رہے ہیں کیا پتہ کونسا قدم آخری قدم ہو' آؤ اس ذات کی طرف جائیں جس کی دوستی جس کی غلامی کو موت مٹا نہیں سکتی' ان رشتوں سے بالاتر ہو جاؤ جو موت کی زد میں ہیں۔ مال وارثوں کو تقسیم ہو جائے گا بیویاں بیوہ کہلائیں گی اور عدت کے بعد انہیں شادی کرنے کی اجازت ہوگی' ماں باپ بھول جائیں گے' دوست احباب ذکر چھوڑ دیں گے لیکن اگر رشتہ محمد رسول اللہ ﷺ سے استوار ہوگیا تو یہ کبھی نہیں ٹوٹے گا۔ ارے ان رشتوں میں عمر کھپا رہے ہو جو ٹوٹنے والے جو موت کی نذر ہونے والے ہیں' اس کی طرف بڑھو جو موت کو شکست دے سکتا ہے۔ ہمارا میلاد تو صرف یہ ہے کہ ہم آپ کو بعثت محمد رسول اللہ ﷺ سے آشنا کریں۔ چونکہ ہم بات محمد رسول اللہ ﷺ کی کرنا چاہتے ہیں صرف محمد بن عبداللہ کی نہیں۔ آپ بھی اس کو سمجھئے' آج یہ سودا بک رہا ہے ارے میری آپ کی جان کی حیثیت کیا ہے۔ ہمارے پاس جو مال ہے اس کی اصلیت کیا ہے۔ تمہیں بھی پتہ ہے سودی معاشرے کا اس نظام کا' جیسے ہم نے کمایا مجھے بھی پتہ ہے۔ او ہم نے حلال بھی کمایا تو حرام میں سے کمایا نظام ہی سارا حرام کا ہے' باطل ہے' باطل نظام موجود ہے ملک پر۔ ہم اسے ہٹا نہیں سکتے یہ دارالحرب ہے' سرزمین ہندوستان ولی اللہ الٰہی خاندان کا فتویٰ موجود ہے تب سے اب تک جو وجوہات انہوں نے دی تھیں وہ موجود ہیں تو پھر تو یہ دارالحرب ہے تو پھر ہمارے مال جان کی قیمت ہی کیا ہے اسے تو ہم اللہ کی راہ میں دینا چاہیں تو اللہ کریم ہمیں منہ پر ماردیں گے یاد رکھو اپنے پاس یہ غلیظ اور بدبودار اپنا مال بھی اور جان بھی اور کردار بھی۔ یہ محمد رسول اللہ کی بارگاہ ہے' جہاں یہ سودا بک رہا ہے بیچ لو اپنے آپ کو' بیچ لو اپنی انا کو' بیچ لو اپنے ارادوں کو' اپنے کردار کو بیچ لو' اپنے اس مال کو' اپنی دنیا کو بیچ لو آج بکتی ہے کل چھن جائے گی کوئی قیمت نہیں پڑے گی۔

دعائے مغفرت

محمد صالح رحمانی قضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں۔ جملہ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی استدعا ہے

خونیں انقلاب یا سول وار

قیوم نظامی

جنرل ایوب خان کے دس سالہ دور آمریت نے پاکستان میں ایک انقلابی ماحول پیدا کر دیا تھا۔ مزدور، کسان اور متوسط طبقے کے افراد انقلاب برپا کرنے کے لئے تیار تھے۔ اس وقت عوام چین اور روس کے انقلابات سے بہت متاثر تھے۔ ذوالفقار علی بھٹو، جو خداداد صلاحیتوں کے مالک تھے، عوام کے انقلابی موڈ کو سمجھ گئے اور انہوں نے جنرل ایوب خان کے خلاف انقلابی تحریک کا آغاز کر دیا۔ پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار عوامی جلسوں اور جلوسوں میں "مانگ رہا ہے ہر انسان ..... روٹی کپڑا اور مکان" "جیہڑا واہوے ڈھوئی کھاوے" "سوشلزم آوے ای آوے" "جاگیرداری ٹھاہ۔ سرمایہ داری ٹھاہ" "گرتی ہوئی دیواروں کو ایک دھکا اور دو" جیسے انقلابی نعرے لگنا شروع ہوئے۔ بھٹو کی پرجوش عوامی اور انقلابی تقریروں نے مزدوروں، کسانوں، محنت کشوں اور متوسط طبقہ کے افراد کو پی پی پی کے پلیٹ فارم پر جمع کر دیا۔ چنانچہ 1970ء کے انتخابات میں غریب عوام نے سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے برج الٹ دیئے۔ اس وقت عوام مکمل انقلاب کے لئے پوری طرح تیار تھے۔ ذوالفقار علی بھٹو چاہتے تو وہ مکمل سوشلسٹ انقلاب برپا کر سکتے تھے۔ بنگلہ دیش بننے کے بعد فوج کمزور ہو چکی تھی اور اس میں انقلاب کے راستے میں حائل ہونے کی سکت نہ تھی۔ بھٹو چونکہ جاگیردار تھے اس لئے انہوں نے مکمل انقلاب سے گریز کیا اور اصلاحات کے ذریعے انقلابی جذبے کو ختم کر دیا۔ چنانچہ ایک موقع پر انہوں نے بڑے فخر سے پاکستان میں سوشلسٹ انقلاب کا راستہ روکنے کا اعتراف کیا تھا۔ اس طرح انقلاب کا سنہری موقع ضائع ہو گیا۔

جنرل ضیاء الحق کے طویل مارشل لاء اور اس کے بعد بینظیر بھٹو اور میاں نواز شریف کی جمہوری حکومتوں کے دوران عوام کی مشکلات میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا اور آج صورتحال یہ ہے کہ غریب اور محنت کش عوام بھوک اور افلاس کی بنا پر خودکشیاں کر رہے ہیں، جن میں تشویشناک حد تک اضافہ ہو گیا ہے۔ آج پاکستان ایک بار پھر انقلاب کے لئے تیار ہے اور اس کی سیاسی، سماجی، معاشی اور معاشرتی صورتحال بالکل ویسی ہے، جیسے فرانس میں انقلاب فرانس سے پہلے تھی۔

> سرمایہ دار اور جاگیردار انقلاب کے بغیر مراعات ختم کرنے اور غریب عوام کو بنیادی حقوق دینے کیلئے کبھی تیار نہیں ہوں گے، عوام کو اعتماد میں لینے کیلئے انقلابی ایجنڈا پیش کرنا ہوگا

قارئین کی دلچسپی کے لئے انقلاب فرانس کا مختصر پس منظر یہ ہے کہ انقلاب سے قبل بادشاہ اور امراء کے اخراجات روز بروز بڑھ رہے تھے، پر تکلف دعوتیں، رقص و سرود کی محفلیں اور شکار کی مہمات عروج پر تھیں۔ امیر مرد اور خواتین قیمتی لباس اور زیورات کے رسیا تھے۔ نئے نئے فیسٹیول کا رواج ہونے لگا۔ ایسے اخراجات بڑھنے لگے، جن کا تعلق عوام کی فلاح و بہبود سے نہ تھا۔ جب اخراجات آمدن سے بڑھ گئے تو اخراجات پورے کرنے کے لئے قرضے لئے گئے نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ ریاست کی نصف آمدنی قرضوں کے سود کی ادائیگی پر صرف ہونے لگی۔ فرانس کا دوسرا بڑا خرچ فوج پر ہوتا تھا، جس کو ہمسایہ ممالک کے خوف سے رکھا گیا تھا اور اندرونی بغاوتوں کو کچلنے کے لئے بھی فوج کو استعمال کیا جاتا تھا۔ ان اخراجات کو پورا کرنے کے لئے بھاری ٹیکس عائد کئے جاتے تھے۔ امیر لوگ ٹیکس نہیں دیتے تھے لہٰذا ٹیکسوں کا سارا بوجھ عوام پر پڑتا تھا۔ جاگیرداروں اور چرچ کی ملکیتی زمینوں پر مالیہ اور دوسرے ٹیکس معاف تھے۔ چنانچہ زرعی ٹیکسوں کا بوجھ بھی غریب کاشتکاروں کو برداشت کرنا پڑتا تھا۔ فرانس میں چونگیوں کے ٹھیکے نجی افراد کے پاس تھے، ان ٹھیکوں میں رشوت اور کرپشن عام تھی۔ 95 فیصد عوام ٹیکسوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے تھے اور کٹھن زندگی گزارنے پر مجبور تھے تاجروں کا طبقہ بڑا فعال تھا، ان کے پاس دولت تھی اور وہ آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کے خواہش مند تھے۔ تجارت کے راستے میں جو رکاوٹیں حائل تھیں تاجر انہیں ختم کرنا چاہتے تھے اس لئے وہ پرانے نظام کو تبدیل کرنا چاہتے تھے۔ دوسرے طبقہ میں انتظامی عہدیدار، وکیل ڈاکٹر، اساتذہ اور دانشور تھے جن کے پاس دولت تو نہیں تھی مگر ذہانت اور صلاحیت موجود تھی۔ یہ لوگ بھی نئے نظام میں یقین رکھتے تھے اور انقلاب کے دوران انہوں نے رہنمائی کے فرائض انجام دیئے۔ فرانس کی اسی فیصد آبادی دیہات میں قیام پذیر تھی جن میں کھیت مزدوروں کی تعداد زیادہ تھی۔ مراعات یافتہ طبقہ اپنی

مراعات میں کمی کرنے کو تیار نہ ہوا تو پسماندہ طبقات میں نفرت کے جذبات میں مزید اضافہ ہوا ان حالات کے نتیجے میں فرانس کا انقلاب برپا ہوا اور فرانس کے عوام کو انسانی سیاسی' معاشی اور سماجی حقوق حاصل ہوئے۔ بعدازاں فرانس دنیا کا ترقی یافتہ ملک بن گیا۔

پاکستان بھی انقلاب کے دروازے تک پہنچ چکا ہے۔ عوام کو تعلیم کے مواقع میسر نہیں' شرح خواندگی میں روزبروز کمی واقع ہو رہی ہے آٹھ کروڑ افراد صحت کی سہولتوں سے محروم ہیں' نو کروڑ افراد کو صفائی کی سہولتیں میسر نہیں ہیں جبکہ سات کروڑ افراد کو پینے کا صاف پانی بھی میسر نہیں۔ کروڑوں افراد بے گھر ہیں جبکہ کئی کروڑ کچی آبادیوں میں رہتے ہیں چار کروڑ افراد انتہائی غربت کی زندگی گزار رہے ہیں ان میں مزدور اور کسان ہیں' جن کے پاس کرنے کو کچھ نہیں مگر وہ انقلاب برپا کر سکتے ہیں۔ تقریباً" بیس لاکھ نوجوان بیروزگار ہیں' جو انقلاب کا ہراول دستہ بننے کے لئے تیار ہیں۔ اقوام متحدہ کے ادارے یونیسکو کے مطابق پاکستان میں ہر روز پانچ کروڑ روپے کی ہیروئن' پندرہ کروڑ روپے کی چائے' چار کروڑ روپے کے پان' اٹھارہ کروڑ روپے کے مشروبات اور بتالیس کروڑ روپے کے سگریٹ استعمال ہوتے ہیں' اس سے غربت اور عیاشی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ حکمران اور امیر طبقات اپنی مراعات اور عیش و عشرت ختم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ عالمی بنک کی ایک رپورٹ کے مطابق حکومت کے اخراجات دو ارب روپے روزانہ ہیں جبکہ عوام کو انصاف میسر نہیں اور وہ پولیس کے جبروتشدد کا نشانہ بن رہے ہیں حکومت عوام کو جان ومال کا تحفظ مہیا کرنے میں ناکام ہے۔ مہنگائی نے عوام کی کمر توڑ دی ہے۔ حکومتی ادارے ریلوے' واپڈا' سوئی گیس' پی آئی اے' سٹیل ملز' بینک اور دیگر کارپوریشنیں دیوالیہ ہو چکے ہیں۔ صنعتی ادارے بند ہیں اور تجارت مندے کا شکار ہے۔ امیرلوگ بینکوں کے اربوں روپے ہضم کر چکے ہیں۔ پاکستان غیر ملکی قرضوں کی وجہ سے مسلسل دیوالیہ پن کا شکار ہے۔

پاکستان میں رائج موجودہ نظام فرسودہ ہو چکا ہے۔ حکومت اور اپوزیشن جماعتوں سے تعلق رکھنے والے تمام سیاستدان موجودہ استحصالی نظام سے بیزاری کا اظہار کر چکے ہیں۔ اس طرح پاکستان انقلاب کے حوالے سے "انقلاب فرانس" سے کہیں آگے پہنچ چکا ہے' مگر خونیں انقلاب کے بغیر موجودہ استحصالی نظام کو ختم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ سرمایہ دار اور جاگیردار انقلاب کے بغیر اپنی مراعات ختم کرنے اور غریب عوام کو بنیادی حقوق دینے کے لئے کبھی تیار نہیں ہوں گے۔ تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس وقت ملک میں کوئی انقلابی جماعت موجود نہیں۔ جماعت اسلامی متوسط طبقے کی ایک منظم جماعت ہے مگر یہ بنیادی طور پر ایک مذہبی جماعت ہے اور عوام مذہبی انقلاب کے حق میں نہیں۔ میری ذاتی رائے میں جماعت اسلامی کی قیادت اگر پہلے مرحلہ میں مذہبی انقلاب کے بجائے معاشی اور سماجی انقلاب پر آمادہ ہو جائے اور ملک کی دیگر انقلابی قوتوں سے اتحاد کرلے تو موجودہ حالات میں انقلابی کردار ادا کرنے کے قابل ہو سکتی ہے اس اتحاد میں فاروق لغاری' عمران خان' اصغر خان اور طاہر القادری اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ تاہم عوام میں اعتماد پیدا کرنے کے لئے ایک مکمل انقلابی ایجنڈا پیش کرنا ضروری ہو گا جو قائدین اس انقلابی ایجنڈے سے متفق ہوں' وہ ایجنڈے کے مطابق اپنی مراعات ختم کر کے مثالی نمونہ پیش کریں۔

آج انقلاب دشمن افراد اور گروہ عوام میں ننگے ہو چکے ہیں وہ عوامی طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ ایٹم بم آزادی اور قومی سلامتی کا ضامن تو بن سکتا ہے مگر قومی یکجہتی کی ضمانت نہیں دے سکتا۔ کسی قسم کے انتخابات کے ذریعے موجودہ گھمبیر مسائل حل نہیں کئے جا سکتے۔ خونیں انقلاب ہی موجودہ مسائل کا واحد حل ہے۔ مستقبل قریب میں اگر خونیں انقلاب کی صورت پیدا نہیں ہوتی تو موجودہ صورتحال کا نتیجہ سول وار کی صورت میں نکلے گا لیکن سول وار انقلاب سے زیادہ بھیانک ہوگی کیونکہ انقلاب کے لئے سیاستدان اور دانشور رہنمائی کرتے ہیں اور انقلابی تحریک میں صرف لٹیرے اور ظالم ہی نشانہ بنتے ہیں جبکہ خانہ جنگی میں کوئی تفریق نہیں ہوتی' ہر شخص نشانہ بن سکتا ہے۔ سول وار میں کوئی قیادت کرنے والا نہیں ہوتا۔ پاکستان لسانی' نسلی' مذہبی اور علاقائی طور پر زبردست تقسیم کا شکار ہے۔ سول وار کی صورت میں خدانخواستہ پاکستان کے ٹکڑے ہو سکتے ہیں جبکہ انقلاب پاکستان کی یکجہتی' ترقی اور خوشحالی کا ضامن بن سکتا ہے۔ انقلاب کے نتیجے میں پاکستان کے عوام کو بنیادی حقوق حاصل ہوں گے اور وہ ہر لحاظ سے پرامن اور خوشحال زندگی بسر کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔ عوام پاکستان کے مختلف علاقوں میں سول وار کے نمونے دیکھ چکے ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ انقلاب پہلے آتا ہے یا پھر ہمارا ملک ایک مکمل سول وار کا شکار ہوتا ہے موجودہ حکمران ایک ٹھوس انقلابی ایجنڈے پر عمل کر کے انقلاب یا سول وار کو روک سکتے ہیں' مگر اس کے لئے انہیں ذاتی مفادات کی قربانی دینا پڑے گی۔ دنیا کے انقلابات کی تاریخ کا سبق یہ ہے کہ حکمران طبقات کبھی ذاتی مفادات کی قربانی کے لئے تیار نہیں ہوتے وہ غریب عوام کو اپنی خوشیوں میں شامل نہیں کرتے اور پھر نتیجہ انقلاب یا سول وار کی صورت میں نکلتا ہے۔ بشکریہ روزنامہ خبریں

شہادت ہے مقصود و مطلوب مومن

لیفٹیننٹ فیصل ضیاء گھمن ماہنامہ المرشد کے نائب مدیر الطاف گھمن کے بھتیجے اور امیر الاخوان اکرام اعوان کے معتقد اور ان کے افکار کے پر خلوص مقلدین میں شامل تھے۔ وہ پاکستان کو صحیح معنوں میں ایک اسلامی ریاست بنانے کے لئے جذبہ شہادت سے سرشار تھے۔ زیر نظر مضمون ان کی یاد میں تحریر کیا گیا ہے۔

تحریر۔ محمد مسعود اختر

میدان بدر سے کارگل کی پہاڑیوں تک شہادتوں کا حسین سلسلہ مسلمانوں کی ملی تاریخ کا زریں باب ہے۔ شہید اپنے لہو کی سرخی سے یہ گواہی دیتا ہے کہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے لہٰذا زمین پر صرف اس کا بنایا ہوا نظام نافذ ہونا چاہئے۔ بدر میں 313 بے سروسامان مجاہدوں نے یہ گواہی دی جس کا نتیجہ صرف چند برسوں کے بعد فتح مکہ کی صورت میں برآمد ہوا۔ دنیا اس وقت بھی حیران ہوئی اور دنیا آج بھی حیران ہے۔ اکیسویں صدی کے دروازے پر، مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان کے مجاہدوں نے کارگل کی پہاڑیوں پر اسلاف کی روایات کو دہرایا ہے، مجاہدین بدر کو کئی گناہ زیادہ طاقتور دشمن سامنا تھا۔ کارگل میں چند سو شہیدوں اور غازیوں نے ہزاروں فوجیوں کے دانت کھٹے کئے۔ انہی جانبازوں میں سے وطن کے ایک عظیم سپوت کا نام لیفٹیننٹ فیصل ضیاء گھمن شہید ہے جنہیں 14 اگست کو جشن آزادی کے موقع پر ستارہ جرات کا اعزاز دیا گیا ہے۔ لیفٹیننٹ فیصل ضیاء نے اپنے صرف آٹھ ساتھیوں کے ہمراہ دراس سیکٹر میں دشمن کے تین اطراف سے حملے کا بے جگری سے مقابلہ کیا اور اس وقت تک بھارتی فوجیوں کو جہنم رسید کرتے رہے جب تک ان کی مشین گن میں گولیاں موجود تھیں۔ اسلحہ ختم ہونے کے بعد انہیں شہادت کا رتبہ حاصل ہوا۔ شہید ہونے کے بعد بھی ان کی انگلی مشین گن کے ٹریگر پر تھی۔ تاریخ گواہ ہے کہ مسلمان شہید کے ورثاء سے تعزیت نہیں کرتے۔ انہیں مبارکباد دی جاتی ہے۔ شہادت اس کے رشتوں کو وسعت دیتی ہے۔ فیصل ضیاء شہید اور ایسے ہی دوسرے سینکڑوں ہزاروں شہداء امت مسلمہ کی سب ماؤں کے بیٹے ہیں۔ سب بہنیں انہیں اپنا بھائی سمجھتی ہیں وہ بھائی جو ان کی عزت پر قربان ہوگئے وطن کے بچے، بوڑھے، جوان یکساں عقیدت کے ساتھ ان کی عظمت کو سلام کرتے ہیں کہ سلام کے اصل حقدار وہی ہیں۔

فیصل ضیاء گھمن ماہنامہ المرشد کے نائب مدیر اور تنظیم الاخوان پنجاب کے جنرل سیکرٹری الطاف گھمن کے بھتیجے تھے۔ یہ نوجوان امیر تنظیم الاخوان کے افکار سے بہت متاثر تھا اور ماہنامہ "المرشد" کا باقاعدہ قاری تھا۔ امیر تنظیم الاخوان کے خیالات کی وجہ سے فیصل ضیاء جذبہ شہادت سے اس حد تک لبریز تھا کہ ہر وقت شہادت کا متلاشی نظر آتا تھا جس کا وہ اکثر اظہار بھی کرتا رہا۔ ان کے خاندان کے کئی سپوت مختلف حیثیتوں میں پاک فوج سے وابستہ ہو کر دفاع وطن کی ذمہ داریاں نبھاتے رہے ہیں۔ شہید کے والد، والدہ، بہن بھائی اور الطاف گھمن سب پوری قوم کی مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے سنت حسینی کو زندہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے پیارے کو اپنی راہ پر قبول کیا۔ ان کی قربانی مستجاب ہوئی۔ ارشاد ربانی کے مطابق شہید زندہ ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ لیفٹیننٹ فیصل ضیاء شہید اور دوسرے تمام شہیدوں کو موت آئی نہ کبھی آئے گی۔ وہ زندہ ہیں اور ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ دنیا ان کی عظمت کو سلام کرتی رہے گی۔ آنے والی نسلیں ان کے کارناموں کو اپنے لئے مشعل راہ بنائے گی۔ شہیدوں کا لہو امید کا روشن چراغ ہے۔ پاکستان کی نوجوان نسل سے مایوسی کا اظہار کرنے والوں کو معرکہ کارگل کے بعد اپنی رائے پر نظر ثانی کرنی چاہئے۔ اگر وی سی آر پر بھارتی فلمیں دیکھنے والے پاکستانی نوجوان ہیں تو چھبیس سالہ کیپٹن کرنل شیر شہید نشان حیدر اور بائیس برس کے فیصل ضیاء شہید ستارہ جرات کا تعلق بھی اسی قوم سے ہے ان کا خمیر بھی اسی مٹی سے اٹھا ہے۔ اسی مٹی سے جس کے بارے میں اقبال نے کہا تھا

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

ابھی ہماری خاکستر میں ایسی چنگاریاں موجود ہیں۔ مسلمانوں کے عروج کا سورج ایک بار پھر نصف النہار پر پہنچے گا اور اس عمل کا آغاز ہو چکا ہے۔ کارگل کا مرحلہ، شہیدوں کا لہو انشاء اللہ تعالیٰ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ثابت ہوگا اور مجاہدین کے سینوں میں جلنے والی آگ ہنود و یہود سمیت دنیا بھر کی استعماری قوتوں کو جلا کر راکھ کردے گی۔

قربتِ خالق

مولانا محمد اکرم اعوان
دار العرفان۔ منارہ 7-5-99

حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کے اور ان کی کتاب میں تحریف ہو جانے اور شریعت کے مسخ ہو جانے کے بعد ایک زمانہ ایسا بھی گزرا ہے جس میں روئے زمین پر کوئی بندہ ایسا نہیں تھا جو اللہ کی ذات یا اس کی صفات کے بارے آگاہ کرتا۔ ایک قاعدہ یہ رہا ہے اللہ جل شانہ کا کہ جب بھی زمین ایسے لوگوں سے خالی ہو گئی جو اس کی ذات یا اس کی صفات کے بارے آگاہ کریں تو نیا نبی مبعوث فرما دیا گیا۔

حضرت سلیمان فارسیؓ کی زندگی بڑی طویل جدوجہد اور بہت سی مصیبتوں اور بہت کڑے امتحانوں کا سلسلہ ہے ایک وقت ان پہ ایسا آیا کہ صحرا میں سفر کر رہے تھے اور غرض یہ تھی کہ کسی نے بتایا تھا کہ حجاز مقدس میں ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے جو اللہ کا آخری نبی ہو گا اور وہ واحد ہستی ہو گی جو اللہ کے بارے کسی کو اطلاع کر سکے گی۔ اثنائے سفر میں وہ لکھتے ہیں کہ ایک بیابان سے گزرتے ہوئے ایک جگہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ جنگل بیابان میں تنہا بیٹھا تھا اور ضعیف العمر انسان تھا اور شاید بڑے عرصے سے وہیں مقیم تھا کہ جنگلی جانور بھی اس سے ڈرتے نہیں تھے مانوس تھے۔ وہاں اس نے دو چار بکریاں رکھی ہوئی تھیں ان کو پانی پلانے کے لئے ایک چشمہ تھا تو وہاں وہ جنگلی جانور بھی آجاتے اور ان کے ڈیرے پہ ان کی بکریوں کے ساتھ بیٹھے رہتے ڈرتے نہیں تھے مانوس ہو گئے تھے۔ لوگوں میں ان کی شہرت بھی تھی۔ لوگ دور دراز سے آتے' بیٹھے رہتے' چلے جاتے' وہ بات نہیں کرتے تھے تو حضرت فرماتے ہیں ان کے تذکرے میں کہ میں بھی ان کے پاس ٹھہرا اور میں نے پوری کوشش کی کہ وہ مجھ سے بات کریں' لیکن نہیں۔ وہ بیٹھے رہتے مراقبے میں' میں بھی ساتھ مراقبہ میں بیٹھ جاتا تو دو دن گزرنے کے بعد آخر اس شخص نے لب وا کئے اور فرمایا کہ تو نے مجھے بولنے پر مجبور کر دیا۔ میں پچاس سال سے اس جنگل میں بیٹھا ہوں اور میں نے پچاس سال سے کسی سے بات نہیں کی۔ میرے جنگل میں رہنے کی وجہ یہ ہے کہ گمراہی اتنی پھیل گئی ہے کہ میں کسی کے ساتھ نیکی کی بات کروں' گناہ کو گناہ کہوں گناہ کو چھوڑ دینے کی بات کروں' اللہ کی توحید بیان کروں تو لوگ مجھے قتل کر دیں گے۔ میں اس غرض سے گوشہ نشین ہو گیا کہ اس عہد میں اگر میں اپنا ایمان بھی بچا سکوں تو بڑی بات ہے لیکن میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں میرا وقت پورا ہو چکا ہے میں شاید آج شب ہی گزر جاؤں تم اس چشمے پہ مجھے غسل دینا میرا جنازہ خود ہی ادا کرنا اور مجھے یہاں ہی دفن کر دینا اور یہ جو میری بکریاں یا میرا سامان ہے یہ میں تمہیں عطا کرتا ہوں لیکن میں تمہیں یہ بتا دوں کہ روئے زمین پر میں آخری آدمی ہوں جو اللہ کی ذات اور اس کی صفات کے بارے میں وہ عقیدہ رکھتا ہوں جو عیسیٰ علیہ السلام نے بتایا تھا اس میں اتنی تحریف ہو چکی ہے' اتنی تبدیلی ہو چکی ہے کہ ایک سے تین خدا بن چکے ہیں اگر میں اس اصل عقیدے کی بات کروں تو قتل کر دیا جاؤں۔ میرے مرنے سے دنیا سے وہ آخری آدمی بھی اٹھ جائے گا جو اللہ کی ذات اور اس کی صفات کو جاننے والا ہے...... اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ چراغ بجھا نہیں کرتا شاید وہی لمحہ ہو گا نبی آخر الزمان ﷺ کی بعثت کا کہ تم میرے مرنے کے بعد وادی مکہ کی طرف کوچ کر جانا' تمہارے وہاں پہنچنے سے پہلے اعلان نبوت ہو چکا ہو گا۔ یہ حضرت سلیمانؓ کے تذکرے میں ملتا ہے۔

یعنی اللہ نے زمین کو ایسے لوگوں سے خالی نہیں رہنے دیا جو اس کی ذات یا اس کی صفات کے بارے بتاتے اس کے باوجود گمراہی کے ایسے ادوار بھی آئے کہ اب دیکھ لیں جسے دور فتن کہا جاتا ہے۔ اس میں ایک یہ آدمی ویرانے میں بیٹھا تھا جو بتانے سے بھی قاصر تھا۔ بڑے بڑے مدبر دانشور بڑے بڑے محقق بڑے بڑے سکالر یہ بات جاننے سے قاصر تھے کہ یہ نظام کیسا ہے اسے کیسے چلایا جاتا ہے اور آج بھی جو بدنصیب کفر کی گود میں پل رہے ہیں وہ مختلف اسباب پہ بحث کرتے کرتے آخر اپنی عقل کی کم دامنی کا اعتراف کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں اس سے آگے کوئی سمجھ نہیں آتی۔

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں سے

مولانا ظفر علی خان کہتے ہیں کہ جو بات روئے زمین پر کوئی دانشور کوئی محقق کوئی فلسفی نہ بتا سکا وہ آپ ﷺ نے چند حروف میں لا الہ الا اللہ کہہ کر پوری کر دی اب اس پورے ایمان کے ساتھ قرآن حکیم نے خبر دی ہے نوع انسانی کو

وھو معکم اینما کنتم۔ تم جہاں ہو جس حال میں ہو اللہ کی ذات ایسی عظیم ہے اور اس کی عطا اتنی عام ہے کہ وہ تمہارے ساتھ ہے یہ نہیں فرمایا کہ تم اللہ کے ساتھ ہو یہ تو اس نے تم پر

چھوڑ دیا۔

وھدینہ السبیلا اما شاکر اواما کفورا۔ ہم نے اس پر راستے واضح کر دیئے ہیں اب وہ شکر کا راستہ اختیار کرتا ہے یا ناشکری کا' ایمان کا یا کفر کا یہ انسان کے ذمے ہے۔ دنیا میں بے شمار لوگ آج بھی ایسے ہیں جو ایمان تک سے محروم ہیں لیکن کیا اللہ ان کے ساتھ نہیں ہے اللہ ان کے بھی ساتھ ہے ہر لحہ ہر آن ہر حرکت ہر سکون کو دیکھتا ہے ہر آواز کو سنتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کفر کر رہا ہے وہ بھی اس کے روبرو کر رہا ہے۔ جو جھوٹ بولتا ہے وہ بھی اس کے روبرو بولتا ہے۔ جو چوری کرتا ہے وہ بھی اس کے روبرو کرتا ہے۔ جہاں کہیں جو کوئی ہے جس حال میں ہے وہ جو کر رہا ہے اللہ جل شانہ کے روبرو ہے اور اسی نکتے پر اہل اللہ فرماتے ہیں کہ شریعت میں گناہ صغیرہ گناہ کبیرہ کی تعین ہے چھوٹے گناہ بڑے گناہ لیکن حقیقتاً "گناہ چھوٹا نہیں ہوتا اپنے حجم میں چھوٹا ہو گا اس اعتبار سے چھوٹا نہیں ہے کہ اللہ کی نافرمانی اس کے روبرو ہے۔ ہم حکومت کے قوانین توڑتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ حکومت کے علم میں بات نہ آئے۔ ہم جرم کرتے ہیں اور جو ادارے اس جرم کی دیکھ بھال یا اس کی روک تھام کرنے والے ہیں ان کی آنکھ سے بچا کر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بے شمار جرائم چھپ بھی جاتے ہیں ہم بچ جاتے ہیں جرم کر کے' لیکن یہاں معاملہ یہ ہے کہ جو کوئی جو کچھ کرتا ہے وہ اللہ کے روبرو کرتا ہے۔ اب روبرو گناہ کرنے سے' برائی کرنے سے' کفر کرنے سے تو غضب الٰہی اور بھڑکتا ہے دل کی سیاہی اور بڑھتی ہے اور آدمی اس کی ذات اور اس کی رحمت سے دور ہوتا چلا جاتا ہے لیکن یہ بہت بڑی خوش خبری اہل ایمان کے لئے ہے کہ جس نے بھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (ﷺ) کہہ دیا اسے معیت باری

اللہ کی مدد کی صورت میں' اللہ ہر وقت اس کے ساتھ ہے اس کی ہر ضرورت پوری کرنے کے لئے' اس کے ساتھ ہے ہر مشکل سے اسے بچانے کے لئے اور ضروریات کا پورا ہونا بھی ایک بات ہے' مشکلات کا دور ہونا بھی ایک بات ہے لیکن ان سب سے بڑی صرف ایک بات ہے کہ کوئی اللہ کے روبرو ہو۔ صرف اس کے حضور حاضری کی جو ایک کیفیت' ایک لذت اور اس کی حضوری کا جو حال ہے وہ اتنا عظیم تر ہے کہ اے کاش مومن کو اس کی سمجھ آجائے۔ ہمارا اس پر ایمان تو ہے الحمد اللہ ہمارا ایمان اس پر بھی ہے لا الہ الا اللہ ہمارا اس پر بھی ایمان ہے محمد رسول اللہ ﷺ ہم قرآن کو اللہ کی کتاب ارشادات نبوی ﷺ کو اپنے لئے ان کا اتباع سمجھتے ہیں لیکن کیا یہ سب کچھ ہم کرتے ہیں۔ کیا اللہ کو الہ ماننے کے بعد دوسروں کے دروازے پہ سجدے نہیں کرتے دنیوی نفع و نقصان کی خاطر' کیا جسے ہم ہر وقت حاضر و ناظر اور اپنے قریب اور اپنی شاہ رگ سے زیادہ قریب مانتے ہیں؟۔

ونحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ دل کی دھڑکن سے بھی قریب تر' رگ حیات سے بھی قریب تر اس کی ذات ہے۔ کیا کبھی ہمیں اس کا ادراک و احساس ہوتا ہے؟ دل کی دھڑکن کا احساس تو ہوتا ہے' سانس کے آنے جانے کا احساس تو ہوتا ہے' کہیں جلد پہ ذرہ خارش ہو اس کا احساس تو ہوتا ہے' کہیں کوئی کانٹا لگے تنکا چبھے اس کا احساس تو ہوتا ہے' کہیں ذرہ سی خوشبو لگالیں اس کا احساس تو ہوتا ہے' آرام کرنے کو لیٹ جائیں لیٹنے کا بستر کے نرم یا بستر کے اچھا یا خراب ہونے کا احساس تو ہوتا ہے' کسی سے بات کریں اس کے پسند آنے ناپسند آنے کا احساس تو ہوتا ہے' بھلی بری خبر کا احساس تو ہوتا ہے کیا کبھی ہمیں رب کریم کے موجود ہونے کا بھی احساس ہوا

ہے' اگر نہیں ہوتا تو کیوں نہیں ہوتا؟

سورج نکلتا ہے اس کے نکلنے کا' روشنی کا احساس ہوتا ہے' بادل بنتا ہے اس کے بننے کا احساس ہوتا ہے' قطرہ ٹپکتا ہے اس کے ٹپکنے کا احساس ہوتا ہے' بھوک لگتی ہے اس کا احساس ہوتا ہے' نیند آتی ہے اس کا احساس ہوتا ہے' سورج ڈوبتا ہے اس کا احساس ہوتا ہے' رات آتی ہے اس کا احساس ہوتا ہے' ہوا کے چلنے رکنے کا شعور ہے' ہمیں ذات باری کے ساتھ ہونے کا احساس کیوں نہیں ہوتا' شاید اس لئے کہ وہ ہمارے ساتھ ہے ہم اس کے ساتھ نہیں ہیں۔ وہ تو ہمارے ساتھ ہے ہم اس کے ساتھ نہیں ہیں ہم نے اپنے آپ کو گم کر دیا ہے ہماری اپنی ذات اپنی خواہشات دیوار بن گئی ہیں جو ہماری نگاہ کے سامنے آگئی ہیں۔ ہم اگر تھوڑی دیر کے لئے اپنی ذات کو درمیان میں سے ہٹا سکیں کوئی مجھے یہ کہے کہ آپ نے بہت اچھی تقریر کی تو کیا میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے تقریر نہیں کی اور جب میں یہ کہوں کہ یہ کچھ میں نے نہیں کیا تو پھر کس نے کیا وہ کرنے والا وہ تھا میں تو ایک آلہ تھا جس سے آواز آرہی تھی

انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات ان کی
انہی کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات ان کی
میرا فقط ہاتھ چل رہا ہے انہی کا مطلب نکل رہا ہے
انہی کا کاغذ انہی کا مضمون قلم انہی کا دوات ان کی

ہماری بدنصیبی یہ ہے کہ جہاں ناکامی ہوتی ہے وہاں ہم اللہ کے ذمے لگا دیتے ہیں بس جی اللہ کی مرضی یہ تھی اس لئے ناکامی ہو گئی جہاں کامیابی ہوتی ہے وہاں "میں" آجاتی ہے وہاں ہماری اپنی ذات آجاتی ہے۔ جب کوئی کام سنورتا ہے تو ہمیں تب بھی یہ احساس ہونا چاہئے کہ ہم تو کسی قابل نہ تھے یہ اس کا کرم ہے کہ بات بن گئی۔ یہ خوبصورت بات ہے یہ اس کی بات ہے یہ جو

خوبصورت کام ہے یہ اس کا کام ہے یہ جو خوبصورت کامیابی ہے یہ اس کی دین ہے میں تو ایک ذرہ ناچیز تھا لیکن مجھے اس کی معیت حاصل ہے اور یہ عظیم مقام کہ اس مشت غبار کو ہر آن اللہ کے ہمراہ کر دیا ہر لمحہ اللہ اس کے ساتھ ہے یہ شرف ملا بطفیل محمد رسول اللہ ﷺ۔ بعثت آقائے نامدار ﷺ نے انسان کو وہ شعور بخشا وہ ادراک بخشا وہ کمال بخشا اور واقعی دنیا میں اللہ کے ایسے بندے ہوئے ہیں عہد نبوی ﷺ کی بات میں نہیں کر رہا صحابہ تابعین تبع تابعین کی بات نہیں کر رہا خیر القرون تو وہ زمانے ہی ایسے تھے بعد میں بھی ایسے بے شمار لوگ گزرے ہیں۔

اگلے دن سلطان ٹیپو شہید کا دن منایا جا رہا تھا یہ عظیم حکمران ایسا عجیب آدمی تھا کہ اس نے نہانے کے لئے بھی ململ کے لباس بنوائے ہوئے تھے اور غسل خانے میں بھی بے لباس نہیں ہوتا تھا لباس پہن کر نہاتا تھا حالانکہ غسل خانہ بند ہے بندہ اکیلا ہے تو اس میں بے لباس ہونا جرم نہیں ہے لیکن وہ سلطان ٹیپو فرمایا کرتا تھا کہ اللہ تو ساتھ ہے مجھے اللہ سے حیا آتی ہے میں بے لباس ہونا پسند نہیں کرتا مجھے رب جلیل سے حیا آتی ہے تو یہ توکل کا آدمی ہے نا بہت دور کا آدمی تو نہیں ہے گویا ایسے لوگ آج بھی ہوں گے جنہیں اللہ کریم کے اس قرب کا احساس ہو گا وہ سجدہ کرتے ہیں تو اس کے روبرو کرتے ہوں گے جن سے خطا ہو جاتی ہو گی تو وہ راتوں کو اٹھ کر روتے ہوں گے کہ میں نے تیرے روبرو یہ گناہ کیا

ایک شخص نے بارگاہ نبوی ﷺ مین گزارش کی تھی کہ میری تو عادت ہے اور میں عورتوں سے ملے بغیر نہیں رہ سکتا لہٰذا مجھے عورتوں سے ملنے سے منع نہ کیا جائے میں اسلام بھی قبول کرتا ہوں باقی ساری پابندیاں بھی قبول کرتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیرے گھر میں خادمائیں ہیں کہنے لگا' ہیں! فرمایا کیا تو پسند کرے گا کہ شہر کا کوئی آدمی تیری خادماؤں سے بے تکلف ہو اور تو سامنے بیٹھا ہو۔ کہنے لگا یہ تو قوت برداشت سے باہر کی بات ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! یہ بھی سب اللہ کی مخلوق ہے اور تو اللہ کے روبرو اپنے لئے اس طرح کی آزادی چاہتا ہے جو تو اپنے سامنے پسند نہیں کرتا۔ جو بات تو خود برداشت نہیں کرتا تو یہ سمجھتا ہے کہ اللہ کریم وہ برداشت کریں گے اور اس کی اجازت دیں گے۔

خطا کا ہو جانا یہ الگ بات ہے اور ایک جگہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ آدمی جب برائی کرتا ہے تو اس کا ایمان ایک فاصلے پر چلا جاتا ہے اس لمحے اس کے پاس ایمان نہیں ہوتا یہ دو باتیں جمع نہیں ہو سکتیں کہ اس کی حضوری کا یقین بھی ہو اور اسی کی نافرمانی بھی ہو رہی ہو۔ تو اسلام نے جو نعمت عظمیٰ عطا کی ہے انسان کو وہ یہ شعور و ادراک ہے یہ حقیقی اسلام ہے اسلام کی اساس اور بنیاد ہے اور امر و نواہی پر عمل کرنے کی جو عظیم ترین تحریک ہے وہ یہ ہے کہ سب سے پہلے یہ شعور پختہ کیا جائے کہ میرا پروردگار ہر جگہ موجود ہے اور مجھے ہر لمحہ اور ہر آن دیکھ رہا ہے۔

اگلے دن لاہور ایک صاحب نے مجھ پر سوال کیا کہ جی ہمارا ایمان ہے اللہ ہر جگہ موجود ہے تو کیا اللہ کریم دوزخ میں بھی موجود ہے لوگوں کی سادگی پہ بعض اوقات حیرت ہوتی ہے اور یہ بندہ پاکستان کے ایک بہت بڑے محکمے کا پورے پاکستان کا آخری افسر ہے۔ بہت پڑھا لکھا آدمی ہے ریٹائرمنٹ کے قریب ہے میں نے کہا حضرت مجھے ایک بات بتائیے آپ اپنے آپ میں اور رب جلیل میں کوئی فرق سمجھتے ہیں۔ کہنے لگا! معاذ اللہ! اللہ' اللہ ہے۔ میں تو اس کا ایک عاجز بندہ ہوں۔ میں نے کہا جس طرح آپ ایک عاجز بندے ہیں وہ آپ کے ساتھ ہے' دوزخ آپ سے بھی زیادہ عاجز مخلوق ہے۔ اس کی یہ دوزخ میرے لئے ہو سکتی ہے' آپ کے لئے ہو سکتی ہے اس کی تو ویسی ہی ایک مخلوق ہے جیسے ہم لوگ ہیں۔ اگر ہمارے ساتھ ہے تو اس کے ساتھ بھی ہے وہ تو خالق ہے اس نے جن فرشتوں کی دوزخ میں ڈیوٹی لگا رکھی ہے کیا دوزخ سے انہیں کوئی تکلیف ہو گی؟ کہنے لگا ہونی تو نہیں چاہئے میں نے کہا اگر وہ اپنی دوسری مخلوق کو وہاں بھیج دیتا ہے تو اس کے لئے دوزخ دوزخ نہیں رہتی تو آپ رب کریم کے بارے کیا سوچ رہے ہیں۔ دنیا میں ہر ایک کو آگ جلاتی ہے لیکن اگر کسی جگہ مسلسل ایک ہزار برس تک آگ جلتی رہے بجھے نہیں تو اس میں خاص قسم کے کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں جو آگ ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔ تب پیدا ہوتے ہیں کہ مسلسل ایک ہزار برس آگ جلتی رہے آتش کدہ ایران میں ان کا وجود پایا گیا سمندر انہیں کہتے ہیں یہ پانی والا جو ہوتا ہے اسے سمندر کہتے ہیں اور ان کے میم پر زبر ہے سمندر انہیں کہتے ہیں اگر آگ میں اس کی مخلوق آگ سے بھی پیدا ہو سکتی ہے جنوں اور شیطانوں کو اس نے آگ سے پیدا کیا جیسے ہمیں خاک سے پیدا کیا۔ تو آپ اللہ کی عظمت کے بارے سوچتے کیا ہیں؟ اللہ کو سمجھتے کیا ہیں؟۔ یعنی لوگوں کا شعور یہ ہے کہ اپنی ذات پہ قیاس کئے بیٹھے ہوتے ہیں۔

اسلام نے ہمیں یہ جرات رندانہ دی کہ ہم یہ ادراک کریں اور یہی اساس اسلام ہے کہ ہر لمحہ' میرا رب میرا پروردگار میرے ساتھ ہے لوگ جو حق کی خاطر دار پہ جھول جاتے ہیں اور جھکنا پسند نہیں کرتے یہی وہ لوگ ہوتے ہیں جو ظلمتوں میں چراغ ہوتے ہیں یہی وہ لوگ ہوتے ہیں جو ظلم کا ہاتھ روک سکتے ہیں یہی وہ لوگ ہوتے ہیں جو حق وانصاف کے قیام کا کام کرتے ہیں جنہیں یہ شعور

واور اک نصیب ہوتا ہے کہ ان کا پروردگار ہر لمحہ ان کے ساتھ موجود ہے۔ اللہ تو موجود ہے ہر حال میں ہم غیر حاضر ہوتے ہیں۔ ہمیں احساس نہیں ہوتا۔ ہم اپنی طرف سے اپنے دل کو اتنا روشن کر لیں اپنے دل کو اتنا صاف کر لیں اپنے دل کو اس طرح چمکا لیں کہ ہمیں اللہ کے موجود ہونے کا احساس ہونے لگے۔ نبی علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا کہ دلوں کو بھی زنگ لگ جاتے ہیں قرآن کریم فرماتا ہے!

کلا بل ران علی قلوبھم جو لوگ اللہ کو نہیں پہنچاتے دراصل ان کے دلوں پر زنگ لگ جاتا ہے اور حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا!

لکل شئی صقالتہ وصقالتہ القلوب ذکر اللہ اوکما قال رسول اللہ ﷺ۔ ہر چیز کے لئے پالش ہوتی ہے اور اگر دلوں پہ زنگ آجائے تو اس کی پالش اللہ کے نام کا ذکر ہے' اس کی یاد ہے' اللہ کے ذکر سے اس کی یاد سے دلوں کو ایسا روشن کیجئے۔ ایسا صاف کیجئے کہ اللہ کے ساتھ ہونے کا احساس اور شعور نصیب ہو جائے تو بات بن جاتی ہے۔

دعا کی اپیل

ماسٹر طاہر محی الدین چیچہ وطنی والے کے بڑے بھائی فوت ہو گئے ہیں' ساتھیوں سے گزارش ہے مرحوم کے لئے دعا مغفرت کریں۔ (شکریہ)

دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے ساتھی سرفراز احمد (اویسیہ کالونی لاہور) کے والد قضائے الٰہی سے وفات پا گئے' ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

سفر آہستہ آہستہ

فروزاں ہو گئی شمع نظر آہستہ آہستہ
کھلا باب کرم ہم پر مگر آہستہ آہستہ
کہاں تھی روشنی ایسی حریم شوق میں پہلے
چراغاں کر گئی وہ راہ گزر آہستہ آہستہ
کرے گا لطف شہر علم کا والی' صدا دے کر
پلٹ آئیں گے ہم سے دربدر آہستہ آہستہ
سکوں ملتا ہے اس در سے دل بے تاب بالآخر
کہ کھلتا ہے کمال چارہ گر آہستہ آہستہ
گزر جائے گی شوق دید کی طالب فسردہ شب
مہک اٹھے گا ملبوس سحر آہستہ آہستہ
مجھے باد صبا لے چل مدینے کے گلستاں میں
جہاں پہ دف بجاتے ہیں شجر آہستہ آہستہ
سنے گی شاہ دوراں التجائیں بے دیاروں کی
کہ ہوتی ہے توجہ کی نظر آہستہ آہستہ
مدینے کی وہ گلیاں یاد آتی ہیں مسافر کو
جہاں پر ختم ہوتا ہے سفر آہستہ آہستہ

عرفانہ عزیز

1999ء میں 1972ء کی سوچ

تحریر-ارشاد احمد عارف

نواز کلنٹن ملاقات کا جائزہ خواہ کسی انداز میں لیا جائے اس کا ماحصل شملہ معاہدہ ہے۔ وہی شملہ معاہدہ جو ایک شکست خوردہ فریق اور ایک فاتح کے درمیان ہوا تھا اور شملہ معاہدہ کیا تھا اقوام متحدہ کی قرار دادیں بھول کر' زیادہ مناسب الفاظ میں کشمیری عوام کو درمیان سے نکال کر دو طرفہ مذاکرات کے ذریعے مسائل حل کرنے کا عہد نامہ' پاکستان چونکہ گزشتہ دس سال سے جب سے کشمیری مجاہدین نے مسلح جدوجہد کا آغاز کیا ہے اقوام متحدہ کی قراردادوں پر زور دینے لگا تھا اور کارگل کی صورتحال نے مسئلہ کشمیر کو بین الاقوامی حیثیت دے دی تھی اس لئے بھارت کے عالمی سرپرست اور اسلام کو اپنا اولین ہدف قرار دے کر جہاد کو دہشت گردی باور کرانے والے امریکہ نے ترغیب اور دباؤ کے مختلف حربے اختیار کر کے ایک بار پھر پاکستان سے شملہ معاہدے کی توثیق کرالی ہے۔

1999ء میں 1948ء اور 1951ء کی قرار دادوں کو از کار رفتہ قرار دینے والوں کی طرف سے 1972ء کے شملہ معاہدے پر اصرار کے مقاصد واضح ہیں۔ 1948ء میں بھارت کی پوزیشن کمزور تھی اس لئے سلامتی کونسل میں رائے شماری کا اصول مان لینے کے بعد اس نے پہلی فرصت میں زمینی حقائق تبدیل کرنے کی کوشش کی اور بالآخر ان قرار دادوں سے مکر گیا۔ 1972ء میں پاکستان کمزور تھا۔ شملہ معاہدہ اس کی کمزوری کی علامت ہے مگر آج ستائیس سال بعد جبکہ وہ نیوکلیئر قوت بن چکا ہے اور کارگل میں مجاہدین نے مستقبل کی سپر پاور کے دس بریگیڈز کو پونے دو ماہ تک ناکوں چنے چبوا کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ مٹی کے ان پہلوانوں کو سرینگر میں شکست دینا چنداں مشکل نہیں۔ پاک بھارت کشیدگی ختم کرنے کے لئے شملہ معاہدے کو بنیادی دستاویز تسلیم کر لیا گیا ہے۔ وہی شملہ معاہدہ جس نے مسئلہ کشمیر کو ہمیشہ کے لئے دفن کر دیا تھا۔ اگر کشمیری عوام ساٹھ ہزار جانوں کی قربانی نہ دیتے' دس سال تک سہاگ نہ اجڑتے' معصوم گردنیں نہ کٹتیں اور کھیتیاں برباد نہ ہوتیں تو شملہ معاہدے نے مسئلہ کشمیر کو گہرا دفن کر دیا تھا اور کنٹرول لائن مستقل سرحد کا درجہ اختیار کر چکی تھی۔ وگرنہ کنٹرول لائن بحال کرنے پر اس قدر اصرار کیوں؟ اور اس کا تقدس و احترام برقرار رکھنے کی عالمی و امریکی تلقین چہ معنی دارد؟

تین گھنٹے کی نواز کلنٹن ملاقات میں مسئلہ کشمیر پر بات ہوئی یا کارگل پر اس کے بارے مشترکہ اعلامیہ حرف آخر ہے جس میں مسئلہ کشمیر کا ذکر صرف پاکستان کی اشک شوئی کے لئے برو زن بیت کیا گیا ہے اصل زور کارگل سے مجاہدین کی واپسی' کنٹرول لائن کی بحالی پر ہے۔ دفتر خارجہ کے ترجمان نے مجاہدین سے واپسی کی جو اپیل کی وہ بھی تین گھنٹوں کی گفتگو کے مقاصد کو واضح کرتی ہے۔

کیا مجاہدین کو مسئلہ کشمیر حل کرنے کے لئے واپس بلایا جارہا ہے؟ وہ مجاہدین جنہوں نے اپنی جان کی بازی لگا کر پاکستان کی سودے بازی کی حیثیت مضبوط کرنے کی کوشش کی' جس نے اعلان لاہور کے تضادات کو واضح کیا اور جنہوں نے امریکہ کی منافقت کا پردہ چاک کیا۔ اب انہیں یہ کہہ کر واپس بلایا جارہا ہے کہ مقصد حاصل ہوگیا' مسئلہ کشمیر عالمی سطح پر اجاگر ہوگیا لہٰذا مزید جنگ جاری رکھنا ضروری نہیں۔ سوال یہ ہے کہ پونے دو ماہ تک پورے جنوبی ایشیاء کو نیوکلیئر جنگ کے خطرات میں مبتلا کرنے کا مقصد صرف کلنٹن کے ساتھ ناشتہ کرنا اور انہیں اس بات پر آمادہ کرنا تھا کہ وہ واجپائی کی منت سماجت کرکے انہیں مذاکرات کی میز پر لائیں' بھارت سے مذاکرات کی شرط پوری کرنے کے لئے مجاہدین کو واپس بلانا ضروری تھا تو اس کے لئے واشنگٹن جانا' ایک ذلت آمیز سمجھوتہ کرنا اور پوری دنیا کے سامنے یہ تسلیم کرنا ضروری تھا کہ ہم مجاہدین کو واپس بلالیں گے آپ بس جمان جی کی ناراضگی دور کرادیں۔

اب سرکاری بھونپو یہ دور کی کوڑی لائے ہیں کہ کسی پاکستانی وزیراعظم نے امریکی صدر سے تین گھنٹے تک صرف ون پوائنٹ ایجنڈا...... کشمیر...... پر بات کی ہے جبکہ امریکی عہدیدار واضح طور پر بتا چکے ہیں کہ بات چیت صرف اور صرف کارگل پر ہوئی اور مشترکہ اعلامیہ میں واضح کر دیا گیا ہے کہ جب جموں و کشمیر سے تمام بیرونی فورسز واپس چلی جائیں گی تو پھر صدر کلنٹن کشمیر سمیت تنازعات کے حل کے لئے دو طرفہ کوششیں بحال کرنے کیلئے ذاتی دلچسپی لیں گے۔ اب قوم کو دھوکہ دینے کے لئے ڈس انفریشن کا محاذ کھولا جائے گا۔ تاشقند' شملہ اور اعلان لاہور کی طرح اعلان واشنگٹن کے فوائد و ثمرات بیان کئے جائیں گے اور

قوم کو یہ باور کرانے کی کوشش کی جائے گی کہ جو کام گزشتہ باون سال میں نہیں ہو سکا وہ اب صدر کلنٹن کی مداخلت سے ہونے چلا ہے۔ قوم حیران ہے کہ آخر وہ کون سی کمزوری ہے جو ہمیں مذاکرات کی میز پر ہمیشہ چت کر دیتی ہے۔ ملک میں امریکی اور بھارتی لابی سے وابستہ بزدل دانشور ہمیشہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ پاکستان کے پاس ہتھیاروں کی کمی ہے اس لئے بھارت کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ ایٹم بم سے بڑا اور مہلک ہتھیار اب تک ایجاد نہیں ہوا اور وہ پاکستان کے پاس ہے۔ عام تھیوری یہ تھی کہ دو نیوکلیئر قوتوں میں کبھی جنگ نہیں ہوتی مگر اب ڈھنڈورا یہ پیٹا جارہا ہے کہ جنوبی ایشیاء جنگ کے دہانے پر کھڑا تھا۔ نواز کلنٹن ملاقات سے چوتھی جنگ ٹل گئی۔ اگر یہ نیوکلیئر پروگرام ہمارے دفاع کی ضمانت نہیں تو پھر تیئس سال تک اس پر وسائل ضائع کیوں کئے گئے اور اپنے اوپر پابندیاں کیوں لگوائی گئیں۔ ویسے بھی جو بڑی اور غیر معمولی طور پر مسلح فوج چار سو مجاہدین کا میدان جنگ میں مقابلہ کرنے کی اہلیت نہیں رکھتی اس سے ڈرنا اور صدر کلنٹن کے پاؤں پڑ کر صلح صفائی کی درخواست کرنا حیران کن ہے۔

اصل میں امریکی ترجیحات کے مطابق پاکستان کی اقتصادی و معاشی ترقی کے نام پر ملک میں لوٹ کھسوٹ' استحصال' عیش و عشرت' عریانی و بے حمیتی کے جس کلچر کو گزشتہ ایک ڈیڑھ عشرے سے فروغ دیا جارہا ہے یہ اس کے ثمرات ہیں۔ جہاد افغانستان نے عالمی تھانیداروں کو باور کرادیا ہے کہ اسلامی برادری کے خاکستر میں ابھی تک وہ چنگاری موجود ہے جو کسی بھی وقت شعلہ بن سکتی ہے۔ اگر ایک بار جہاد کے ذریعے کوئی علاقہ فتح ہوگیا تو پھر جہاں جہاں مسلمان ہیں وہاں یہ چنگاری بھڑک اٹھے گی اور نیو ورلڈ آرڈر کے پرخچے اڑ جائیں گے۔ چونکہ ہمارے بالائی طبقات خاص طور پر جو اقتدار کو اپنا خاندانی حق سمجھتے ہیں اور ظلم و استحصال اور مکرو فریب کے بل بوتے پر حاصل ہونے والی خوشحالی سے دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں بلکہ اس کی خاطر دنیا جہان کی ذلت و رسوائی کمانے میں بھی جھجک محسوس نہیں کرتے۔

اگر کشمیری عوام ساٹھ ہزار جانوں کی قربانی نہ دیتے' دس سال تک سہاگ نہ اجڑتے' معصوم گردنیں نہ کٹتیں اور کھیتیاں برباد نہ ہوتیں تو شملہ معاہدے نے مسئلہ کشمیر کو گہرا دفن کر دیا تھا

اس کلچر کے دلدادہ ہیں اور انہیں اپنے عیش و آرام کی خاطر آئی ایم ایف اور عالمی بنک کے قرضوں کی ضرورت رہتی ہے۔ وگرنہ ان کے ہوائی جہاز ہیلی کاپٹر' شاہانہ اخراجات نہیں چل سکتے' شہزادوں' شہزادیوں کے سے بچگانہ شوق پورے نہیں ہو پاتے اور اس پسماندہ' درماندہ قوم کو اپنی امارت' دریادلی سے مرعوب کرنا ممکن نہیں رہتا اس لئے جنگ کے سے حالات سے بچنا' بلکہ ہر قیمت پر بچنا ضروری ہے۔ اس نام نہاد اقتصادی ترقی اور خوشحالی نے قوم کو سوائے ناخواندگی' غربت و افلاس' مہنگائی' بے روزگاری' طبقاتی اونچ نیچ' ناانصافی' خودکشی' خودسوزی' اور جسم فروشی کے کچھ نہیں دیا مگر بالائی طبقات کو راک فیلروں' عدنان خشوگیوں کے ہم پلہ کر دیا ہے۔ جہاد جاری رہنے اور جنگ کے خطرات کی صورت میں قومی خزانے میں ان کے اللوں تللوں کے لئے کچھ نہیں بچتا اور باہر سے قرضہ ملنا بند ہو جائے تو ان کے نوابی شوق پورے نہیں ہو سکتے اس لئے بالائی طبقے کا ہر فرد خواہ وہ اقتدار میں ہے یا اقتدار سے باہر' کارگل کا قصہ ختم کرنے کے حق میں تھا' امریکہ کی ناراضگی مول لے کر عیش تو نہیں کیا جاسکتا۔

یہی وجہ ہے کہ پورے دو ماہ کے دوران بالائی طبقہ نے اس جہاد سے لاتعلقی کا تاثر دیا ہمارے سفارتکار' وزیر' وزراء' سربرآوردہ شخصیات اور ریڈیو ٹی وی سب کارگل اور مجاہدین کا ذکر اجنبیت کے ساتھ کرتے رہے۔ جیسے کوئی جرم چھپا رہے ہوں اندر کے چور نے قوم کے جوش و جذبے کو بھی عیاں نہیں ہونے دیا مبادا کل کلاں کو یہی جوش و جذبہ گلے کا پھندا بن جائے۔ امریکہ کی ریشہ دوانیوں' بھارت کے ظلم و ستم کے خلاف اور مجاہدین کے حق میں کوئی بڑا جلوس نہیں نکلا کمٹ منٹ اعلان لاہور سے تھی کارگل کے برف پوش پہاڑوں پر بہنے والے خون سے نہیں' ویسے بھی وہ تو خون خاک نشیناں تھا رزق خاک ہوا۔ کمی نہ جذبوں میں تھی اور نہ فوجی سازو سامان اور تیاریوں کی۔ ایک مضمحل' شکست خوردہ اور جذبوں سے عاری بھارتی فوج کا مقابلہ کرنا اتنا مشکل بھی نہ تھا جتنا بزدلی کے مارے شکم پرور دانشوروں اور سیاستدانوں کو نظر آتا تھا۔ عالمی دباؤ بھی ایٹمی تجربات کے موقع پر کہیں زیادہ تھا جسے ہم نے سہہ لیا تھا۔ لیکن جس فولادی عزم اور دور اندیشی کی ایسے مواقع پر ضرورت ہوتی ہے وہ شاید موجود نہیں تھا۔ انسان جب دل و دماغ کے بجائے شکم سے سوچنا شروع کر دے تو نتیجہ اس سے مختلف نہیں نکلتا جو اعلان واشنگٹن کی صورت سب کے سامنے ہے۔ خاتم الانبیاء ﷺ سے ایک مرتبہ ان کے جانثار ساتھیوں نے بصد ادب پوچھا تھا یا رسول اللہ مسلمان عددی کثرت کے باوجود اپنے مخالفین کے سامنے کیوں کر کمزور پڑ سکتے ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا تھا حبّ مال انہیں اپنے مخالفین کی بالادستی قبول کرنے پر مجبور کر دے گی۔ ہمیں وسائل کی کمی نہیں مال کی محبت لے ڈوبے گی۔ خدا نہ کرے۔

بہ شکریہ روزنامہ نوائے وقت

آزادی کا تحفظ کیوں کر ممکن ہے

پروفیسر عبدالرزاق

مقالہ کے عنوان سے ظاہر ہی نہیں بلکہ اعلان سنائی دے رہا ہے کہ ہمیں آزادی مل چکی ہے صرف یہ سوچنا باقی ہے اس عظیم دولت کے تحفظ کی تدابیر کیا ہیں اور کیا ان تدابیر سے اس کا تحفظ ممکن ہے۔

ہمارے ملک کے باشندوں پر اس نصف صدی میں کئی دور گزرے ہیں 1947ء سے پہلے ہم سفید فام انگریزوں کے غلام تھے۔ 1947ء سے ہمیں کالے انگریزوں کی غلامی کا شرف حاصل ہوا۔ اب ہم پھر لوٹ کے دوسرے "سفید فام انگریز یعنی امریکہ کے ہتھ بدھے" غلام ہیں کوئی دانشور ہمیں بتائے' کہ ہم کس کے تحفظ کی کوشش کریں۔ ایک دور تھا کہ پوری قوم نے گلے پھاڑ پھاڑ کے نعرے لگائے تھے کہ پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ جواب تھا۔ اس کا مطلب ترجمان حقیقت نے بنایا تھا کہ

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتاں آن کو

تو کیا آزادی ملتے ہی ہم نے یہاں اللہ کے قانون کی حکومت قائم کر دی؟

اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پاکستان بنا کیسے؟ وہ پاکستان جس کا مطلب ہی کوئی نہیں۔

بھول جاؤ اس جگر خراش حقیقت کو' اور یقین کر لو ہم آزاد ہیں۔ پھر اس یقین کی روشنی میں دیکھو ہم نے آزادی کا تحفظ کس خوبی سے اور کس دانشورانہ فنکاری سے کیا۔

(1).. نوائے وقت 3.9.86 = سابق وزیر دفاع میر علی احمد تالپور نے کہا کہ میں اس سے اتفاق نہیں کروں گا کہ پاکستان نظریہ اسلام کے تحت وجود میں آیا۔ اگر ایسا ہوتا تو غلام محمد' سکندر مرزا' ایوب یحییٰ خان اور بھٹو جیسے لوگ برسر اقتدار نہ آتے۔ وزیر دفاع صاحب نے اپنی حکومت کا خوب دفاع کیا۔ انہوں نے بتایا کہ لا الہ الا اللہ کی بہار دیکھنے کیلئے جو حکمران چنے ہر ایک میں ذاتی خوبیاں جدا جدا ہیں مگر ایک قدر مشترک سب میں پائی جاتی ہے کہ سب شرابی تھے۔ یعنی آزادی کے تحفظ کا پہلا سکہ بند طریقہ یہ ہے۔

(2).. نوائے وقت 92-5-6 ارکان اسمبلی اس قابل نہیں کہ وہ اس معزز ایوان میں بیٹھیں یہ تو ہمارے معاشرے کا "مافیا" ہیں (جسٹس جاوید اقبال)

یعنی ایک معزز جج کے فیصلے کے مطابق یہ دوسرا طریقہ ہے کہ ایسے لوگ اس کشتی کے کھویا چنے جائیں۔

(3) .. (نوائے وقت 92-8-1) اچھرہ پولیس لاہور نے ماڈل ٹاؤن کی ایک کوٹھی پر چھاپہ مار کر پیپلزپارٹی کے ایک رہنما اور سابق وفاقی وزیر ملک مختار اعوان سمیت 13 خواتین و حضرات کو شراب کے نشے میں دھت ہو کر رنگ رلیاں مناتے ہوئے گرفتار کر لیا ہے ان کے قبضے سے غیر ملکی شراب کی چار بوتلیں اور 13600 روپے کی کرنسی نوٹ برآمد کر لئے ہیں۔ پولیس رپورٹ کے مطابق ملک مختار اعوان سمیت سات افراد شاہی محلہ سے لائی ہوئی چھ عورتوں سمیت برہنہ حالت میں ڈانس کرتے ہوئے گرفتار ہوئے"

یہ آزادی تحفظ کا تیسرا طریقہ ہے۔

(4) .. (نوائے وقت 92-10-19) موجودہ حکومت نے آخر لا الہ الا اللہ کی بہار لانے کے لئے نفاذ شریعت بل تیار بھی کر لیا اور برگزیدہ مسلمانوں کی عظیم جماعت سے منظور بھی کرا لیا۔ اس کے متعلق قانون کے ماہر اور محافظ ایک جج کا بیان موجودہ شریعت بل میں شریعت کے سوا سب کچھ ہے (جسٹس جاوید اقبال)

یعنی چوتھا طریقہ یہ ہے کہ حکمران اس اعلیٰ درجہ کا منافق ہو کہ اللہ تعالیٰ سے بھی چار سو بیسی کرنے سے نہ چوکے۔

(5).. (جنگ لاہور 88-10-7) صدر کا بیان ہے

" اب یہاں فاسق' فاجر' بد دیانت' غیر متقی لوگ انتخاب نہیں لڑ سکیں گے"

"پہلے تو لفظ "اب" پہ غور کیجئے صاف اعتراف ہے کہ اب تک یعنی 1947 سے 1988 تک ایسے ہی لوگ انتخاب لڑتے رہے جن میں یہ چاروں وصف یا ان میں سے دو تین اوصاف ضرور پائے جاتے تھے۔ 1988ء کے بعد جو انتخاب لڑے گا یا جس نے انتخاب لڑا وہ ضرور زاہد' عابد' دیانتدار اور متقی ہی ہوتا رہا ہے۔

اب ذرا متقی اعظم کی تقویٰ شعاری ملاحظہ ہو

احتساب بنچ نے 15 اپریل 99ء کو فیصلہ سنایا جس میں سابقہ وزیراعظم بے نظیر بھٹو اور ان کے شوہر نامدار کو پانچ پانچ سال قید 86 لاکھ ڈالر جرمانہ اور کل جائیداد ضبط کرنے کی سزا دی۔ (کرپشن کے جرم میں)

یہ ہے پاکستانی تقویٰ' دیانت اور یہ ہیں وہ حکمران جو نہ فاسق ہیں نہ فاجر بلکہ اعلیٰ درجے کے زاہد و عابد اور پرہیزگار ہیں۔

یہ ہے پانچواں طریقہ

(6).. (نوائے وقت (98-8-14) سابق صدر نے اپنے دور اقتدار میں 37 ہزار 461 ایکڑ اراضی ہتھیانے کیلئے بلوچستان ہائی کورٹ کے ایک ایڈہاک جج سے مقدمے کا فیصلہ اپنے حق میں کرایا اپیل کی معیاد گزرنے تک فائل اپنے پاس رکھی" یاد رہے کہ یہ صدر غیر متقی نہیں بلکہ تہجد گزار تھے۔ مگر یہ شاعر لوگ بھی بڑے منچلے ہوتے ہیں ایک شاعر کہہ گیا ہے

شاید کوئی بزرگ تہجد گزار تھے

مسجد میں آکے جیب ہماری کتر گئے

(7).. (نوائے وقت 6-11-98) سابق صوبائی وزیر پیر مظہر الحق کو احتساب بنچ نے دو سال قید اور 10 لاکھ روپیہ جرمانہ کیا (سرکاری زمین کوڑیوں کے بھاؤ الاٹ کرانے پر) پیر تو جدی پشتی تھے وزیر بھی بنے

(ب).. (نوائے وقت 12-11-98) صوبائی وزیر منور علی تالپور کو کرپشن پہ احتساب بنچ نے تین سال قید اور پندرہ لاکھ جرمانہ کی سزا دی۔

(ج).. (نوائے وقت 14-11-98) صوبائی وزیر سید منور تالپور کو چھ کروڑ سات لاکھ کی بدعنوانی ثابت ہونے پر تین سال قید سخت اور دو کروڑ جرمانہ سندھ ہائی کورٹ نے سنایا۔

(د).. (نوائے وقت: مرکزی وزیر عابدہ حسین ڈیڑھ ماہ قبل بجلی چوری سکینڈل میں ملوث ہوئیں۔ بجلی چوری ثابت ہوئی' عابدہ سے استعفیٰ لے لیا گیا۔

(ر).. نوائے وقت 10-2-98) پونے تین کروڑ بیت المال' دو کروڑ چوبیس لاکھ صوابدیدی فنڈ اور آٹھ کروڑ کی خریداری میں غبن کئے گئے وزیر اعلیٰ وٹو' داماد اور برادر نسبتی گرفتار۔

(س).. (نوائے وقت 24-4-99) انچاس بجلی چور ارکان پارلیمنٹ' نام سینٹ میں پیش کر دیئے گئے۔

(ص).. (نوائے وقت 5-1-99) صوبہ سرحد کا سابق وزیر امان اللہ کنڈی پانچ کروڑ روپے کی ہیروئن سمیت پکڑا گیا۔

(ط).. (نوائے وقت 25-8-91) ذوالفقار اعوان ایم این اے کروڑوں روپے غبن کرنے کے الزام میں گرفتار کیا گیا۔

(ع).. (نوائے وقت 29-8-91) اغوا برائے تاوان کے پانچ اور ناجائز اسلحہ کے پانچ مقدمات مین مفرور ملزمان ایم این اے خورشید شاہ اور ایم پی اے مظہر الحق کے ناقابل ضمانت گرفتاری وارنٹ جاری کر دیئے گئے۔

یعنی آزادی کے تحفظ کے لئے چور' ڈاکو' جرائم پیشہ ہیروئن فروش' غبن کرنے والے حکمران بہترین مردان کار ثابت ہوتے ہیں۔ یہ صرف مشتے نمونہ از خروارے ہے۔

ورنہ ایں خانہ ہمہ آفتاب است

(8).. چونکہ یہ ملک لا الہ الا اللہ کی بہار دکھانے کے لئے وجود میں آیا ہے اس کا نام "اسلامی جمہوریہ پاکستان" ہے اس لئے آزادی کے تحفظ کے لئے ضروری ہے کہ یہاں اسلامی علوم کے ماہر مفتیان کرام موجود ہوں جو ناجائز و جائز' صحیح و غلط کے متعلق فتوے دیتے رہیں اور ان کے فتاوی ملک بھر میں پھیلائے جائیں آزادی کے تحفظ کی اس تدبیر کے مطابق بھی یہاں کافی کام ہوا چند فتاوی درج ذیل ہیں۔

(1).. جنگ 26-4-88 روزہ رکھ کر اداکاری میں حصہ لینے سے روزے پر کوئی اثر نہیں پڑتا (کوکب ڈار)

(2) .. روزے فرض ہیں اور ہمارا کام بھی ہمارے نزدیک مقدم ہے (دردانہ رحمٰن)

(3) .. محنت مشقت کر کے روزی کمانا روزہ تو کیا کسی عبادت میں حائل نہیں ہوتا (روحی)

(4) .. دوسرے شعبوں کی طرح ایکٹنگ بھی ایک پیشہ ہے۔ ہم اس سے روزی کماتے ہیں۔ روزی کمانے سے کوئی عبادت مکروہ نہیں ہوتی_ (ثمینہ پیرزادہ)

(5) .. اداکاری ہمارا پروفیشن ہے ہم اسے مزدوری سمجھ کر سرانجام دیتے ہیں۔ ہمیں اپنا خون جگر جلانا پڑتا ہے لہذا ہم اپنے کام کو کسی معزز پیشہ سے کمتر نہیں سمجھتے (بابرہ)

(نوٹ) گو ان مفتیان کرام میں ہیرا منڈی کے علاقہ کا کوئی مفتی نہیں لیکن ان کے فتاویٰ ایسے ہمہ پہلو قسم کے ہیں کہ اس پیشہ پر بھی لاگو ہو سکتے ہیں۔

(9) .. آزادی کے تحفظ کے لئے ایک تدبیر یہ بھی ہے کہ ملک میں قومی یا ملکی نوعیت کی اہم خبریں روز ناموں میں چھاپی جائیں تاکہ ملک بھر میں پھیلیں تاکہ ملک کا بچہ بچہ تازہ حالات سے باخبر رہے۔ چنانچہ اس تدبیر کو بڑے اہتمام سے ہماری صحافت کا قابل قدر حصہ بنایا گیا۔ چند اہم خبریں اور ملاحظہ ہوں۔

(1).. جنگ 20-11-94 نیلی کی انگلی کٹ گئی' پیاز کاٹ رہی تھی۔

دیکھ لیجئے کتنا بڑا قومی المیہ ہے

(2) .. نوائے وقت 21-2-93 دوبارہ شگناں دی مہندی نہیں لگاؤں گی' رائے فاروق سے شادی کا فیصلہ میری زندگی کی سب سے بڑی بھول تھی (شاہدہ منی)

(3).. خبریں 4-12-92 پشتو فلموں کی مشہور ہیروئن آئندہ ہفتے پاکستان پہنچیں گی

(4).. نوائے وقت 29-1-93 خدا نظر بد سے بچائے میں اپنی زلفوں کا بیمہ کراؤں گی (کویتا)

(5) .. نوائے وقت 2-2-93 ٹاپ سٹار بننے کے لئے فلموں میں آنا پڑا (شبانہ اعظمی)

(6) .. نوائے وقت 21-2-93 ابھی تو میں جوان ہوں' پہلے سے زیادہ پرفارمنس دوں گی (رینا رائے)

(7).. نوائے وقت 22-2-93 ابھی کم سن ہوں ہاتھ پیلے نہیں کئے' نجانے لوگوں کو میری شادی کی اس قدر فکر کیوں ہے (نیلی)

(8).. نوائے وقت 22-2-93 عامر خان بہت تنگ کرتا ہے' لڑکا ٹائپ لڑکی ہوں۔ (روینا ٹنڈن)

(9) .. جنگ 25-2-93 فلم کا سمندر عبور کر کے بھی فن کی پیاس باقی ہے (رانی)

(10).. نوائے وقت 1-3-93 آج بھی فلم انڈسٹری پر راج کر سکتی ہوں' پرستار میرے دیوانے ہیں (نشو)

(11).. نوائے وقت 1-3-93 قلفی مجھے بڑی پسند ہے۔ (کنول)

(12) .. جنگ 7-3-93 بھارت گئی تو ملکہ غزل کا خطاب ملا لیکن اپنی حکومت نے کسی اعزاز کے قابل نہ سمجھا (گلشن آرا سید)

حکومت چونکہ اسلامی ہے اس لئے شاید سید اور ڈوم کو بے جوڑ سمجھتی ہوگی۔

تبدیلی نظام ..... ضرورت اور مراد

امیر محمد اکرم اعوان

برصغیر پر مسلمانوں کی آمد سے قبل ہندو راجاؤں کا قبضہ تھا متعدد ریاستیں تھیں اور طاقت کی حکمرانی تھی۔ جہاں تک تہذیب کا تعلق ہے تو مسلمانوں کی آمد سے قبل تو یہاں کسی کو کپڑے سینے اور لباس بنانے تک کی خبر نہ تھی۔ یہ مسلمان تھے جو برصغیر میں آئے تو اپنے ساتھ جدید تہذیب بھی لائے۔ وہ تہذیب جو نہ صرف نئی تھی بلکہ دائمی اور ابدی تھی۔ گویا اس کے اصول ایسے لازوال تھے کہ زمانے کی روش انہیں کبھی گہنا نہ سکے گی وہ کبھی فرسودہ اور قدیم نہ ہوں گے ان میں معاشرت کا ایسا نظام کہ ملک کا ہر شہری ملکی وسائل سے مستفید ہو سکے' نظام عدل ایسا کہ شاہ و گدا قانون کی نظر میں ایک ہوں فوری اور حقیقی انصاف جو مومن و کافر ہر ایک کو عدل فراہم کرے۔

برصغیر جہالت کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ مسلمان اپنے ساتھ ایسا تعلیم نظام لائے جس نے لاکھوں دلوں کو روشن اور سینوں کو منور کر دیا۔ مسلمانوں کی آمد سے برصغیر اسلامی فلاحی ریاست بنا لوگ علم سے آشنا ہو کر حق سے آگاہ ہوئے اور جدید تہذیب نے جنم لیا جو عادلانہ تھی فلاحی اور غریب پرور تھی اس لئے کہ اسلامی تھی اور اس قدر مضبوط بنیادوں پر استوار تھی کہ اگر درمیان میں ایسے لوگ بھی آئے جو نام سے تو مسلمان تھے مگر کردار کے اعتبار سے بہت سی کمزریوں کا شکار مگر اسلامی تہذیب کا کچھ نہ بگڑا اور مسلسل آٹھ سو سال برصغیر پر وہی نظام حکومت کی ذمہ داریاں بصد حسن و خوبی پوری کرتا رہا۔

تاریخ انسانی میں کسی بھی تہذیب کسی بھی طرز حیات کے لئے یہ طویل ترین عمر ہے مگر کیا اس کے بعد یہ نظام دم توڑ گیا ہرگز نہیں بلکہ زندہ رہا اور انشاء اللہ ہمیشہ زندہ رہے گا' ہاں مسلمانوں پر زوال آیا جو یقیناً مسلمانوں ہی کی کمزوریوں کے سبب آیا اور غیر ملکی لادینی طاقت ملک پر قابض ہو گئی۔ یہ طویل جنگوں فتح و شکست اور سازشوں کی ایک داستان ہے جو کم و بیش اپنی ابتداء سے تکمیل تک صدی بھر کا عرصہ لے گئی اس میں اختلاف رائے بھی ہے اور واقعات میں تضاد بھی مگر یہ حقیقت ہے کہ بالآخر یہ غیر ملکی قوت برصغیر پر قابض ہو گئی اور اہل ہند کو فتح کر کے اپنا غلام بنا لیا ہندوستان تاج برطانیہ کی نو آبادی ٹھہرا اور برٹش انڈیا کہلایا۔ چنانچہ یہاں کا حکومتی نظام بنایا گیا جو تاج برطانیہ نے برٹش انڈیا کے لئے بنایا جو اس کی کالونی تھی جس کے سارے باسی اس کے غلام تھے۔ لامحالہ ایسا معاشی ڈھانچہ بنایا گیا کہ محنت غلاموں کے حصے میں اور مفادات مالک یا حکمران کے لئے۔ اسلامی معاشی نظام کو ختم کر کے سودی نظام رائج ہوا جس کی خصوصیت یہ ہے کہ غریب اور کمزور کا خون نچوڑنا اور طاقتور کو غذا مہیا کرنا اسی طرح مسلمانوں کا تعلیمی نظام جس کے باعث اس دور میں بھیجی گئی رپورٹ کے مطابق جو آج انڈیا آفس لائبریری انگلینڈ میں موجود ہے مسلمانوں میں چوراسی فیصد پڑھے لکھے لوگ تھے۔ جو غالباً" اس زمانے کی منفرد حقیقت تھی ختم کر کے ایسا تعلیمی نظام دیا جو خدا بیزار' شعور سے بیگانہ اور محض دفتری لوگ پیدا کرنے کا کام کرے۔ سیاسی نظام میں آزادی رائے اور حقوق انسانی کا ڈھنڈورا تو پیٹا گیا مگر نظام وہ دیا جو انگریز کو آقا اور اہل ہند کو غلام ظاہر کرے۔

مسلمان وہ واحد قوم تھی جو وقتی طور پر شکست تو کھا چکی تھی مگر اس نے ہار قبول نہ کی اور مسلسل انگریزی استعمار سے برسرپیکار رہی کبھی جنگ آزادی کی صورت میں جسے انگریز نے بغاوت کا نام دیا کبھی کسی عالم دین کی رہنمائی میں کبھی کسی بزرگ اور صحافی کے زیر اثر اور مختلف جہادی' سیاسی تنظیموں کے حوالے سے اور کبھی اکیلا اکیلا مسلمان بھی لڑتا رہا۔ علماء حق کا کردار اس تاریک ترین دور میں مژدہ سحر تھا اور نوید نور رہا انگریز نے مدارس ختم کئے تو محنت کر کے دینی مدارس قائم کر لئے اور بہت سی مشکلات کا مقابلہ کرتے ہوئے وہ سلسلہ جاری رکھا جب کہا جاتا تھا کہ انگریز کی سلطنت میں سورج غروب نہیں ہوتا تب اس سے برسرپیکار رہے اور بالآخر آزادی کا سورج طلوع ہوا اور ایک خطہ زمین مسلمانوں کو نصیب ہوا کہ جہاں وہ اس ظالمانہ نظام سے نجات حاصل کر کے پھر سے ایک عادلانہ اور آزاد نظام لا کر ایک خوبصورت زندگی کا آغاز کر سکیں۔ مگر اس کی بہت ہی زیادہ قیمت چکانا پڑی۔ لاکھوں جانوں کا نذرانہ اور لاکھوں لوگ بے گھر ہو گئے کتنی آبروئیں قربان ہوئیں کوئی شمار نہ کر سکا اور اس سب کے ساتھ واہگہ سے کلکتہ تک اور ہمالہ

سے دکن تک کا علاقہ بھی پاکستان کی قیمت کے طور پر ہندو کی نذر ہوا مگر یہ سب دکھ اس لئے کہ ایک آزاد خطہ زمین جس پر ہم اپنے آزاد نظام کے زیر سایہ آزادی سے دم لیں گے اور آنے والی نسلوں کو صرف اللہ کا خوف ہو گا کوئی فرعون ان کی گردنوں پر سوار نہ ہو گا جس کی تصویر فیض احمد فیض نے یوں کھینچی تھی۔

اجنبی دیس کے مضبوط گراں ڈیل جواں
اونچے ہوٹل کے در خاص پہ استادہ ہیں
اور نیچے میرے مجبور وطن کی گلیاں
جن میں آوارہ پھرا کرتے ہیں بھوکوں کے ہجوم

یہ سب اس ظالمانہ نظام کا نتیجہ تھا جو انگریز نے بنایا اور برٹش انڈیا کے لئے بنایا اور ایک صدی تک کامیابی سے چلایا اگرچہ مسلمان اس کے خلاف سینہ سپر رہے مگر ہر شخص کو علم تھا کہ وہ غلام ہے اپنی آزادی ہار چکا ہے۔ انگریز آقا ہے جو بھی عطا کر دے اس کی مہربانی سمجھنا چاہئے اور اسی ظلم کے خلاف جہاد نے پاکستان کو جنم دیا مگر شومئی قسمت گزشتہ نصف صدی سے وہی ظالمانہ نظام ہماری گردنوں پہ سوار ہے نہ صرف خود بلکہ انگریز آقاؤں کی جگہ دیسی مالکوں نے اور گورا صاحب کی جگہ کالا صاحب نے لے لی۔ جبکہ لوگ اب خود کو غلام نہیں مانتے وہ آزاد ہوئے ہیں۔ انہوں نے آزادی کی قیمت دی تقسیم کے وقت اور ملکی تحفظ کی جنگوں میں وہ حقوق کی بات ہی نہیں کرتے' حقوق حاصل کرنا اور ان سے مستفید ہونا چاہتے ہیں۔ وہ موجودہ حکمران طبقے کو وہ کسی سیاسی جماعت سے تعلق رکھتا ہو "گورا صاحب" ماننے کو تیار نہیں ہیں جبکہ حکمران طبقہ آپس کی کشمکش کے باوجود اسی نظام کو برقرار رکھنے پر مصر ہے جو اسے "گورا صاحب" اور اہل وطن کو غلام بنا کر رکھے مگر یہ نظام برٹش انڈیا کے لئے تھا جو ختم ہو گیا پاکستان اور بھارت بنے اب بنگلہ دیش بن گیا اور نہ برٹش رہا نہ انڈیا تو برٹش انڈیا کا نظام کیسے چل سکتا ہے۔ لہٰذا اس کی ناکامی کا ثبوت یہ ہے کہ گزشتہ پچاس برسوں میں زیادہ عرصہ مارشل لاؤں کی نذر ہوا آخر کیوں؟ صرف اس لئے کہ یہ نظام چل نہیں سکتا تھا اور آج پھر فوجی عدالتیں اور واپڈا میں فوج یا ریلوے میں فوج کی فکر یہ سب باتیں یہی ثابت کرتی ہیں کہ یہ نظام بری طرح ناکام ہو چکا اور اسے تبدیل ہونا چاہئے۔

مسلمان وہ واحد قوم تھی جو وقتی طور پہ شکست تو کھا چکی تھی مگر اس نے ہار قبول نہ کی اور مسلسل انگریزی استعمار سے برسرپیکار رہی

اب رہی یہ بات کہ تبدیل ہو تو متبادل نظام کیا ہو بنیاد معیشت ہے جس کو ایسی تبدیلی کی ضرورت ہے کہ جو ملک کے ہر شہری تک ملکی وسائل کا حصہ پہنچائے جو اس سودی نظام کو ہٹا کر اس کی جگہ لایا جائے جس میں شراکت کا تصور ہو اور بیت المال کی صورت ہو جس پر ملک کے ہر شہری کا حق ہو جو محنت کا پھل اس کو دے جو امراء سے لے کر غرباء کو دیتا ہے جسے ہر شہری کی ضروریات زندگی کی فکر ہو۔ ظاہر ہے اسے قائم رکھنے کے لئے ایسا عدالتی نظام چاہئے جو صدفی صد عادلانہ ہو' تاکہ کوئی شخص دوسرے کے حصے کے وسائل چھین نہ سکے اور کوئی طاقتور اس کے دائرہ اختیار سے باہر نہ ہو اپنا حق حاصل کرنے کیلئے کوئی بھی کمزور نہ ہو۔ حق لینے کے لئے حق جاننا بھی تو شرط ہے یہ تو جانے کہ اس کا حق کیا ہے اور کتنا اور اس کے حصول کا طریقہ اور سلیقہ کیا ہے یہ سب علم کا محتاج ہے لہٰذا ایسا تعلیمی نظام ہو جو انگریز کے اس طبقاتی اور خود غرض نظام کی جگہ لے اور ایک ملک ایک قوم کے لوگوں کے لئے ایک معیار تعلیم ایک نصاب تعلیم اور ایک طریق تعلیم ہو۔ شاہ سے گدا تک سب کے بچے برابر استفادہ کر سکیں ایک آزاد سیاسی نظام جو محض دولت یا دھونس اور دھاندلی سے نہیں بلکہ ایسے لوگوں کو اقتدار تک لے جائے جو اس کے اہل ہوں اور وہ ہمارا اپنا ہو۔ ہمیں نہ صرف ہمارا حق دے بلکہ ہمیں سیاسی شناخت بھی دے اور وہ صرف اور صرف اسلامی نظام ہے یہاں میں صرف دو چھوٹی چھوٹی باتوں کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں جو امریکہ سے درآمد شدہ ہیں چونکہ آج کل امریکی سکہ چلتا ہے۔ تو شاید یہ وضاحت زیادہ بہتر لگے امریکی عدالت میں جب بحث سے تھک کر وکیل نے گزارش کی کہ مائی لارڈ میری درخواست صرف اور صرف انصاف کے لئے ہے مجھے اور کچھ نہیں چاہئے تو جج نے کہا کہ افسوس میں تمہیں انصاف مہیا نہیں کر سکتا کہ میرا منصب قانون کے مطابق فیصلہ کرنا ہے 'یعنی اگر قانون میں انصاف ہے تو مل سکے گا ورنہ نہیں' اور دوسری بات چند پیشہ ور بدمعاشوں کی ہے جو امریکی تھے اور ایک جیل میں چلا گیا دوسرا ملنے کو آیا تو اسے جب تسلی دینے لگا تو اس نے کہا میں نے قانون کی بہت زیادہ خلاف ورزی کی ہے اور قانون سے نہیں بچ سکوں گا تو دوسرے نے کہا کہ اس قدر متفکر ہونے کی ضرورت نہیں کہ قانون بھی تو "Manmade" انسانوں کا بنایا ہوا ہے گویا جو چیز انسان خود بناتا ہے اسے توڑ بھی سکتا ہے اور تبدیل بھی کر سکتا ہے تو پھر وہی نظام چاہئے جس میں واقعی عدل ہو اور جو انسانوں کے خالق کا بنایا ہوا ہو اور وہ اسلام ہے یہ ضرورت ہے اور ہمارے مسائل کا حل بھی۔

طب نبوی ﷺ اضافی گوشت کے لوتھڑے

ڈاکٹر خالد غزنوی

کبھی کبھی جلد پر فالتو گوشت کے لوتھڑے سے نمودار ہوتے ہیں۔ پرانے زخم جب بھرتے ہیں اور ان پر سفید داغ آجاتا ہے تو اس عمل کے دوران ہی وہ داغ صرف زخم کے شگاف کو ڈھانپنے تک محدود نہیں رہتا۔ بلکہ بڑھتے بڑھتے عجیب شکل کے ایک لوتھڑے کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔

جب کوئی شخص جل جاتا ہے اور جلے ہوئے زخم بھرتے ہیں تو زخموں کو بھرنے والا چھلکا بڑھ کر فالتو یا زائد گوشت کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ یہ لوتھڑے جسم پر کسی جگہ بھی ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ زخم کو بھرنے والے گوشت کا پھیلاؤ ہے۔ یہ لوتھڑے ان زخموں سے زیادہ نکلتے ہیں جو زیادہ دیر رہے اور ان میں غلاظت زیادہ تھی اور انہوں نے جسم کے کافی حصے کو گلا کر ختم کیا۔

جیسے کہ جلد پر گہرے تپ دق کے پھوڑے۔ جو بعد میں زخم بن گئے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو پیدا کرنے میں مریض کے اپنے جسم کے رجحان کا بھی دخل ہوتا ہے۔ کیونکہ کئی مریضوں کے معمولی زخموں پر جب کچھ دن ٹنکچر آیوڈین جیسی معمول کی دوائی بھی مسلسل لگائی جائے تو زخم پر اضافی گوشت نمودار ہونے لگتا ہے۔ کبھی کبھی مہاسوں کے زخموں کے بھرنے کے ساتھ ہی ان پر فالتو گوشت بڑھنے لگتا ہے۔ حسن اتفاق سے یہ سانحہ خواتین کے چہروں پر کم وبیش ہی ہوتا ہے البتہ مردوں میں چھاتی کے آس پاس ہونے والے مہاسوں کے بھرنے کے ساتھ فالتو گوشت اکثر پیدا ہو جاتا ہے۔

اس کا رنگ سرخ، گلابی یا سفید بھی ہو سکتا ہے۔ اس کی جڑیں جلد کی اوپر اوپر کسی تیندوے کے پنجوں کی مانند بڑھنے لگتی ہیں۔ لیکن اس کی بالائی سطح ہموار اور چمکدار ہوتی ہے۔ یہ زخم سے نمودار ہوتے ہیں اور وہیں تک محدود رہتے ہیں۔ کچھ مریضوں میں جب یہ نکلنے لگتے ہیں تو پھر کئی جگہ پر نکلتے ہیں اور ایسی جگہوں پر بھی نکل آتے ہیں جہاں پہلے سے کوئی زخم نہ تھا۔

یہ گوشت ایک حد تک بڑھتا چلا جاتا ہے پھر ایک مرحلہ پر اس کا مزید پھیلاؤ رک جاتا ہے اور وہ اپنی جسامت کو مدتوں قائم رکھتے ہیں۔ اگرچہ ایسے گوشت کی پیدائش کا اصل سبب معلوم نہیں۔ لیکن یہ بات اکثر مشاہدے میں آتی ہے۔ جسم میں جب بھی کوئی باہر کی چیز رکھی جائے تو اس کے ردعمل کے طور پر گوشت کے لوتھڑے نمودار ہو جاتے ہیں۔ زخم کو ٹانکے لگانے والا دھاگہ بھی ایسے ردعمل کی پیدائش کا سبب بن سکتا ہے۔ افریقی ممالک میں لوگ اپنے جسم میں مختلف معدنی نشان داخل کر لیتے ہیں۔ باہر کی ان چیزوں کو جسم قبول نہیں کرتا اور ان کے ارد گرد فالتو گوشت تھوپ دیا جاتا ہے۔

یورپ میں ایسے لوتھڑے خاندانی طرز عمل سمجھا جا رہا ہے اور مشاہدات سے اس کا ایک ہی خاندان کے مختلف افراد کو ہونا 10-15 فیصدی تک ہونا پایا گیا ہے۔ عام خیال یہی ہے کہ یہ زائد گوشت چوٹ لگنے۔ گندے زخموں کے بھرنے اور جلنے کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ لیکن ہم نے ایسے مریض بھی دیکھے ہیں جن کے جسموں پر ایسے لوتھڑے اپنے آپ بیماری کی صورت پیدا ہوئے۔ اور جسم کے کئی مقامات پر نکلے۔

لاہور کی ایک خاتون کے جسم پر ایک لوتھڑا تھا ہم نے اسے کاٹ کر نکال دیا۔ چھ ماہ بعد آئی تو مختلف مقامات پر چار لوتھڑے تھے۔ اور پہلی جگہ پر بھی ایک نیا پیدا ہو چکا تھا اور اس کو کبھی چوٹ یا زخم نہ ہوا تھا۔ ہم نے بہت کوشش کی لیکن ایکسرے لگانے والے تیار نہ ہوئے۔ معلوم نہیں اس غریب کا انجام کیا ہوا۔

یہ لوتھڑے ساخت کے لحاظ سے رسولیاں ہیں۔ ان رسولیوں کو معصوم رسولی یا innocent tumor کہا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ ممکن ہے کہ کچھ عرصہ بعد ان میں سے کوئی ایک کینسر میں تبدیل ہو جائے۔ اس لئے علاج پر فوری توجہ ضروری ہے۔

علاج

1- امریکہ سے Kutapressin کے ٹیکے آیا کرتے تھے۔ ہم نے بچاسوں مریضوں کو یہ ٹیکے نہایت عمدہ نتائج کے ساتھ لگائے۔ مگر اب وہ پاکستان میں نہیں ملتے۔

2- ان لوتھڑوں میں Decadron یا Solucortef کا ٹیکہ لوتھڑے میں پھیلا کر ہفتے میں 1-2 مرتبہ 3-4 ہفتے لگایا جاتا ہے۔

3- اگر ادویہ سے فائدہ نہ ہو تو اسے جلد سمیت کاٹ کر نکال دیا جائے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ یہ دوبارہ نمودار ہو جاتا ہے اس لئے طریقہ یہ ہے کہ

آپریشن سے تھوڑی دیر پہلے X-Ray Superficial کی ایک خوراک دی جائے اور جب زخم بھر جائے اور ٹانکے نکالنے لگیں تو ایکسرے کی ایک اور خوراک دی جائے۔ اگرچہ ہم نے کئی مریضوں کو ایکسرے ایک ہی مرتبہ ٹانکے کاٹتے وقت لگوایا اور نتائج اچھے رہے۔

یہ تمام علاج ہوتے رہتے ہیں مگر گوشت کے اضافی لوتھڑے لوگوں کے لئے مصیبت کا باعث بنے رہتے ہیں۔

طب نبوی ﷺ

نبی ﷺ نے بصارت کو بہتر بنانے کے لئے سرمہ تجویز فرمایا۔ اس کے فوائد کا تذکرہ کرتے ہوئے ابن القیم بیان فرماتے ہیں۔

ویذھب اللحم الزائد من القروح ویدملھا (طب نبویؐ)

(یہ زخموں پر جمع ہونے والے فالتو گوشت کو نکالتا ہے اور ان زخموں کو مندمل کرتا ہے۔)

ان کا یہ بیان ہمارے لئے مسئلے کے لئے بڑی اہمیت کا باعث تھا۔ ابتداء میں ہم اسے آنکھ میں ہونے والے ناخونہ تک محدود رکھتے رہے مگر جب "اللحم الزائد" کی بات سمجھ میں آئی تو جس جگہ بھی فالتو گوشت نمودار ہو رہا ہو، آزمائش کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ اس کیفیت کے لئے سرمہ آزمانے کا شوق پیدا ہوا۔ لیکن سرمہ کہاں سے آئے؟ کیونکہ خالص سرمہ تو تقریباً عنقا ہے۔

کیمیاوی طور پر سرمہ کیمسٹری میں Antimony Sulphide ہے۔ اسے ڈاکٹر خالد لطیف شیخ کی عنایت سے حاصل کیا گیا اور ایک فیصد مرہم بنا کر جلے ہوئے زخموں پر آزمایا گیا۔ اتفاق سے ابن القیمؒ نے آگ کے زخموں کے بارے میں خصوصی مشاہدات شامل کئے ہیں۔

اسے چکنائی کے ساتھ ملا کر آگ سے جلے ہوئے زخموں پر لگایا جائے تو ان کو خراب ہونے نہیں دیتا اور ان کو جلد مندمل کر دیتا ہے۔

انہی مشاہدات کی روشنی میں جلنے کے بعد کے مسائل، خاص طور پر Keloids کے لئے سرمہ بہترین دوائی ہے۔ ہم اب تک جلے ہوئے زخموں پر بننے والے فالتو گوشت کے ابھاروں کے 100 سے زائد مریضوں کو Antimony Sulphide کی ایک فیصدی مرہم ویسلین میں بنا کر لگا چکے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو فائدہ ہوا چونکہ ابن القیم نے چربی میں مرہم بنانے کی تجویز کی تھی اس لئے ہم نے ویسلین استعمال کی۔ بعد میں ویسلین کو ترک کر کے مرہم روغن زیتون میں بنائی گئی۔ جن کے لوتھڑے زیادہ تھے ان کو دو فیصدی مرہم کپڑے پر لگا کر زخم کے پورے رقبہ پر پھیلا کر لگا دیا گیا۔

یہ ترکیب ایسے فالتو گوشت کے کسی بھی علاج سے زیادہ یقینی اور محفوظ ہے۔

تیراکی کے جلدی مسائل

نہانے کے لئے اسلام نے وہی پانی پسند کیا ہے جو پینے کا ہو، پینے کے پانی کے اسلامی معیار کے مطابق اس میں کوئی بدبو نہ ہو۔ اس کا رنگ تبدیل نہ ہوا ہو ذائقہ خراب نہ ہو۔ نہانے کے لئے ہر شخص کو علیحدہ پانی لینا چاہئے۔ یہ درست ہے کہ پانی کا ذخیرہ یا ٹب ایک ہو۔ لیکن نہانے والے افراد کسی صاف برتن کے ذریعہ اس سے پانی باہر نکال کر اپنے اپنے جسم پر ڈالیں۔

ابتدا میں پومپیائی اور روم میں ایسے غسل خانے مروج تھے جن میں لوگ نہانے کی بجائے عیاشی کے لئے جاتے تھے اور وہاں سے رنگ برنگ کی بیماریاں حاصل ہوتی رہیں۔ بدنامی۔ بیماریوں اور ان کی مہنگائی نے لوگوں کو ان سے دور کر دیا۔ آہستہ آہستہ ان میں سے اکثر بند ہو گئے۔

اسلام نے اجتماعی غسل کے ان طریقوں کو نہ صرف یہ کہ مجموعی طور پر ناپسند کیا ہے بلکہ یہاں غسل کے ہر اسلوب کو اپنی تعلیمات کے مطابق مرتب کیا ہے اور یوں چلتے پانی کے علاوہ ایک ہی پانی سے دو افراد کے غسل کو ناجائز قرار دیا گیا۔ مزید ہدایت دی کہ

○ صاف پانی کے ساتھ جسم کے ہر حصے کو ہی نہیں بلکہ ہر بال کی جڑ کو صاف کیا جائے۔

○ جسم کا کوئی حصہ (کسی بیماری کی مجبوری کے علاوہ) اگر دھویا نہ جائے تو غسل نہیں ہوتا۔

○ غسل خانہ میں پیشاب نہ کیا جائے۔

غسل خانے کے اس صاف ستھرے اور آسان طریقہ کو چھوڑ کر جب ہم نے غسل کے جدید طریقے اختیار کئے تو اپنے لئے مسائل کا ایک بوجھ خرید لیا۔ ایک اندازہ کے مطابق مغربی ممالک میں ان مسائل کی نشاندہی میں اب تک کم از کم نو کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔

نہانے کا ٹب

پانی بھرے ٹب میں صابن لگانے کا مطلب یہ ہے کہ جسم کی اتری ہوئی غلاظت دوبارہ سے جسم پر تھوپ دی جائے رانوں کے درمیان اور سر میں جوؤں اور خارش کی بعض ایسی قسمیں ہوتی ہیں جو جسم کے دوسرے حصوں کو بھی متاثر کر سکتی ہیں۔ لیکن ان کے لئے آسانی کے ساتھ سر سے بغلوں یا جسم کے دوسرے حصوں تک جانا ممکن نہیں ہوتا وہ خارش یا تکلیف جو جسم کے کسی ایک حصہ تک محدود تھی اسے ٹب کے ذریعہ پورے جسم پر بہ آسانی پہنچایا جا سکتا ہے۔

نہانے کے پانی میں خوشبو یا جراثیم کش ادویہ کی شمولیت ان خطرات میں کسی کمی کا باعث نہیں ہوتی۔

نہانے والا تالاب

بہت سے لوگ کھڑے پانی کے ایک ذخیرہ

میں بڑے شوق سے نہانے کے لئے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہاں نہانے سے پہلے ہر شخص کسی قریبی غسل خانے میں جاکر سادہ غسل کرتا ہے۔ جسم کو صاف کرنے کے بعد وہ تالاب میں ڈبکی لگاتا ہے۔ نیز کہا جاتا ہے کہ ان تالابوں میں روزانہ تازہ پانی بھرا جاتا ہے یہ دونوں بیانات مشاہدوں سے درست نہیں پائے گئے لاہور میں نہانے والے چھ تالابوں میں، بہت کم لوگوں کو نہاکر تالاب میں گھستے دیکھا گیا ہے۔

ایک عام انسانی عادت یہ ہے کہ نہانے کے دوران پیشاب ضرور آتا ہے جب سر اور کمر پر پانی پڑتا ہے تو پیشاب آنا ایک لازمی نتیجہ ہے۔ کیا کوئی نہانے والا حاجت محسوس ہونے پر تالاب سے باہر جاکر کسی بیت الخلاء کو استعمال کرتے دیکھا گیا ہے؟ مزید یہ کہ جسمانی اور جلدی بیماریوں کی متعدد اقسام کے مریض یہاں غسل کرتے ہیں اور اپنی بیماریاں دوسروں میں تقسیم کرتے ہیں۔ امریکی ماہرین جلد نے خارش کی ایک خصوصی قسم تالاب میں نہانے والوں میں دریافت کی ہے جسے

SWIMMING Poll ITCll

کا نام دیا گیا ہے۔

ہم نے ذاتی طور پر ان تالابوں میں نہانے والوں کو چھیپ' پھوڑے' پھنسیاں' مسے' بغہ' آبلوں کی بیماریوں' پیروں کے گلنے کے علاوہ آنکھوں کی متعدد بیماریوں کا شکار ہوتے دیکھا ہے۔

ہوٹلوں کے جن تالابوں میں خواتین بھی نہاتی ہیں ان میں بعض اضافی خطرات اور غلاظت کی نادر اقسام بھی شامل ہوتی ہیں۔ کیونکہ عورتیں سارا مہینہ پاک صاف نہیں ہوتیں۔

سمندری غسل

سمندر کا پانی تیزابیت کی طرف مائل ہوتا ہے اگر یہ جلد پر زیادہ دیر لگا رہے تو جلد پھٹ جاتی ہے۔ عام صابن سمندر کے پانی میں جھاگ نہیں دیتے بلکہ ان کو لگانے کی کوشش کی جائے تو وہ بدن پر جم جاتے ہیں۔ بندرگاہوں پر سمندری پانی کے لئے خاص قسم کے صابن علیحدہ سے ملتے ہیں۔

وہ لوگ جنہوں نے سمندری پانی میں دیر تک رہنا ہو یا وہ کسی مقابلہ میں حصہ لے رہے ہوں تو وہ اپنے جسم پر خاصی مقدار میں ویسلین تھوپ لیتے ہیں۔ اگرچہ ویسلین ان کی کھال کو سمندری پانی کے برے اثرات سے بچائے رکھتی ہے۔ لیکن اپنے جسم کے مسام زیادہ دیر تک ویسلین لگا کر بند رکھنے سے تو پسینہ کے بند ہونے اور جلد کے تنفس کے رک جانے کی وجہ سے دور رس نقصانات لاحق ہوسکتے ہیں۔

یورپ میں جو لوگ سمندر پر نہانے جاتے ہیں وہ رات کو اپنے جسموں پر ایک مصنوعی تیل ملتے ہیں اور اس کے بعد پھر سے غسل کرتے ہیں گویا غسل کرنا بھی اچھا خاصا عذاب ہوگیا۔

سمندر کے کنارے بغیر لباس یا برائے نام لباس کے ساتھ دھوپ میں پڑے رہنے سے سورج کی شعائیں جلد کو جھلسا سکتی ہیں۔ اگرچہ گرم ممالک کے رہنے والوں کو یہ Sun Burn اکثر نہیں ہوتا۔ لیکن جب ہوتا ہے تو ایک دم سے ہو جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کسی نے گرم گرم پانی سارے جسم پر ڈال دیا ہو۔

سمندر میں غوطہ خوری قدرے محفوظ ہے۔ کیونکہ غوطہ لگانے والے ربڑ کا لباس پہن کر پانی میں اترتے ہیں۔ اس مصنوعی ربڑ سے جسم میں حساسیت نمودار ہوسکتی ہے۔

نہانے کا بہترین اور محفوظ طریقہ وہی ہے جو اسلام نے سکھایا کہ برتن سے پانی ہر شخص اپنے لئے علیحدہ لے اور اس سے جسم کی غلاظت دھل کر باہر چلی جائے۔

نعتیہ نظم

بڑی تیز دھوپ ہے چار سو
میرے آقا ؐ
دشت نصیب میں
کہیں سایہ ہے
نہ ہی سائباں کا گماں ہے
مرے آسمان حیات پر
بڑی تند دھوپ کا راج ہے
کہیں آبلوں کی کہانیاں
کہیں بے یقین سافتوں کا
مزاج ہے
سر رہگذار جنون اب
وہی سلسلے ہیں حیات کے
وہی صبح، صبح فراق سی
وہی شام، شام ملال سی
وہی دن طویل اذیتوں سے بنا ہوا
وہی دوپہر کسی ان کہی کے غبار سے ہے
اٹی ہوئی
وہی رات، پچھلی قدیم شب سے جڑی ہوئی
وہی منزلوں پہ پہنچ کے
گھری تھکن کی گرد میں
جسم و جاں ہیں اٹے ہوئے
وہی موج دشت بلا ہے
اور ہیں
کاروان لٹے ہوئے
کسی رائیگانی کی دھند میں
سبھی راستے ہیں مٹے ہوئے
میرے مصطفیٰؐ شہہ دو جہاں
کوئی لمحہ، لمحہ حشر ہے

بشریٰ اعجاز

سفیرانِ رسالت

دوسرا حصہ

مراسلہ۔ رانا محمد اقبالؒ گوجرہ

اور حضورؐ کی راستبازی کا اقرار کرتا میں بھی اسی کے منہاج پر تھا لیکن خداوند قدوس نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی۔

عبد۔ تم کب سے محمدؐ کے پیرو ہو گئے ہو؟

عمرو ابن العاصؓ۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا ہے۔

عبد۔ کس جگہ مسلمان ہوئے تھے؟

عمرو ابن العاصؓ۔ نجاشی کے دربار میں۔ اور نجاشی بھی مسلمان ہو گیا۔

عبد۔ وہاں کی رعایا نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

عمرو ابن العاصؓ۔ اسے بدستور بادشاہ رہنے دیا اور ایک ایک فرد نے اسلام قبول کر لیا۔

عبد۔ (تعجب سے) کیا بشپ پادریوں نے بھی؟

عمرو ابن العاصؓ۔ ہاں۔

عبد۔ دیکھو عمرو کیا کہہ رہے ہو۔ جھوٹ انسان کیلئے سب سے بڑی ذلت ہے۔

عمرو ابن العاصؓ۔ میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوں اسلام میں جھوٹ بولنا جائز نہیں۔

عبد۔ ہرقل نے کیا کیا۔ کیا اسے نجاشی کے اسلام لانے کا حال معلوم ہے؟

عمرو ابن العاصؓ۔ ہاں۔

عبد۔ تم کیونکر ایسا کہہ سکتے ہو؟

عمرو ابن العاصؓ۔ نجاشی ہرقل کو خراج دیتا تھا جب سے وہ دولت اسلام سے متمول ہوا ہے اس نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ اب ایک درہم بھی خراج نہیں دوں گا۔ ہرقل کو نجاشی کے ان ارادوں کا پتہ چلا تو اس نے کہا نجاشی نے اچھا کیا ایک مذہب پسند کر لیا۔ میں کیا کروں؟ مجھے شہنشاہیت کا خیال نہ ہوتا تو میں بھی وہی کرتا جو نجاشی نے کیا۔

عبد۔ دیکھو عمرو کیا کہہ رہے ہو؟

عمرو بن العاصؓ۔ بخدا درست کہہ رہا ہوں۔

عبد۔ اچھا بتاؤ وہ کن چیزوں کے کرنے کا حکم دیتا ہے اور کن چیزوں سے منع کرتا ہے۔

عمرو بن العاصؓ۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی و اطاعت کا حکم دیتے ہیں۔ سرکشی و معصیت الٰہی سے روکتے ہیں۔ زنا، شراب کے استعمال اور پتھروں، بتوں اور صلیب کی پرستش سے منع کرتے ہیں۔

عبد۔ کیسے عمدہ احکام ہیں جن کی وہ دعوت دیتے ہیں کاش میرا بھائی میری رائے قبول کر لے تو ہم دونوں محمدؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لے آئیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر میرا بھائی دنیا طلبی سے مسحور ہو گیا اور اس نے دعوت اسلام قبول نہ کی تو وہ اپنے ملک کے لئے سراپا نقصان ثابت ہو گا۔

الغرض عمرو ابن العاصؓ چند دن عبد کے پاس مقیم رہے پھر جیفر ابن قلندر کے پاس آئے۔ اور حضورؐ کا نامہ مبارک دیا۔ جیفر نے مہر توڑ کر خط کھولا اور پڑھا۔ پھر قریش کا حال پوچھا۔ حضرت عمرو ابن العاصؓ نے بتایا کہ وہ ایمان لے آئے ہیں۔ اور حضورؐ کے ساتھ وہ لوگ ہیں جو حضورؐ پر رضا و رغبت ایمان لائے ہیں۔ انہوں نے سب کچھ اور سب کو چھوڑ کر خدا کے نبیؐ کو اختیار کر لیا ہے۔ جیفر کہنے لگا اچھا تم کل ملنا۔

دوسرے روز حضرت عمرو ابن العاصؓ جیفر کے بھائی سے پہلے ملے وہ کہنے لگا کہ اگر ہماری حکومت قائم رہے تو میرا بھائی اسلام قبول کر لے گا۔

عمرو ابن العاصؓ پھر جیفر سے ملے۔ جیفر نے چند باتیں کر کے اسلام قبول کر لیا۔ اور دونوں بھائیوں کے علاوہ رعایا کا اکثر حصہ اسلام سے مشرف ہوا۔ (رحمتہ اللعالمین)

حضرت علامہ ابن الحضرمیؓ

آپؓ حضورؐ کے آٹھویں سفیر ہیں۔ آپ کو کاتب وحی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ طبیعت میں صبر و شکر اور قناعت کے جوہر بھرے ہوئے تھے۔ آپ علاقہ حضرت الموت کے رہنے والے تھے۔ بنی امیہ کے حلیف تھے۔ صاحب کرامت و صاحب شرف صحابی تھے۔ مستجاب الدعوات تھے۔ حضورؐ نے انہیں بحرین کا عامل مقرر فرما دیا تھا۔ آپ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ کی خلافت تک گورنر رہے۔

آپؓ کو نبی پاکؐ نے منذر بن ساوی شاہ بحرین کے پاس بطور سفیر بھیجا۔ منذر بن ساوی شہنشاہ ایران کا باجگذار تھا۔ علاء الحضرمیؓ اس کے پاس حضورؐ کا نامہ مبارک لے کر گئے۔ منذر بن ساوی کو اللہ تعالیٰ نے دین اسلام قبول کرنے کی توفیق دی۔ اس کی بیشتر رعایا بھی دولت اسلام سے بہرہ ور ہوئی۔ خط کے جواب میں ابن ساوی نے عرض کی کہ بعض لوگوں نے اسلام قبول نہیں کیا۔ بعض نے مخالفت کی اور اکثر نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ میرے علاقے میں یہودی و مجوسی بہت ہیں۔ ان کے لئے جو ارشاد ہو اس سے بندہ کو مطلع فرمائیں۔

حضورؐ نے جواب میں تحریر فرمایا!

جو شخص نصیحت پکڑتا ہے وہ اپنے آپ کے لئے نصیحت پکڑتا ہے اور جو یہودیت یا مجوسیت پر قائم رہے وہ جزیہ ادا کرے۔

حضرت مہاجر بن ابی امیہ مخزومیؓ

آپؓ حضورؐ کی زوجہ محترمہ حضرت ام المومنین ام سلمہؓ کے بھائی ہیں۔ ان کا پہلا نام ولید تھا جو حضورؐ کو پسند نہیں تھا۔ سیدہ ام سلمہؓ نے عرض

کی یارسول اللہ! میرے بھائی مہاجر ہو کر آئے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا! ھوالمھاجر۔ ان کا نام مہاجر ہی ہے۔ اس کے بعد وہ مہاجر کے نام سے مشہور ہو گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے انہیں یمن کا حاکم بنایا۔ آپ نے خداداد شجاعت و بہادری سے حضرموت کے قلعہ البحر کو فتح کیا۔

حضورؐ نے انہیں حارثہ بن کلال حمیری شاہ یمن کے ہاں بطور سفیر بھیجا۔ حارث بن کلال حمیری نے حضور پاکؐ کا نامہ مبارک کھولا تو پڑھ کر کہا۔ ہم اس بارے میں غور کریں گے۔ چونکہ حضورؐ کی غزوہ تبوک سے مراجعت کے بعد شاہان حمیر کو آپؐ نے قبول اسلام کے خطوط بھیجے اور ان میں حارث بن کلال بھی شامل تھا اس لئے حضرت مہاجر مخزومیؓ کی سفارت کے بعد وہ مسلمان ہو گئے۔ حارث بن کلال نے حضورؐ کے خط کے جواب میں مندرجہ ذیل شعر لکھ کر بھیجا۔

ودینک دین الحق فیھا طھارۃ الحق
آمر' دانت بمافیہ من

اور آپؐ کا دین ایسا سچا ہے جس میں طہارت و لطافت پائی جاتی ہے۔ اور آپؐ حق و صداقت کا حکم دینے والے ہیں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ

ان کا نام عبداللہ بن قیس ہے۔ لیکن آپ اپنی کنیت سے زیادہ مشہور ہیں۔ آپ کے آباؤ اجداد یمن کی اولاد سباء میں سے ہیں آپ مکہ میں آکر سعید ابن العاص بن امیہ کے حلیف بن گئے۔ مکہ میں اسلام لائے۔ ہجرت حبشہ اختیار کی۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے انہیں بصرہ کا حاکم مقرر کر دیا۔ آپ کے ہاتھوں اہواز اور اصفہان فتح ہوئے۔ حضرت عثمان ذوالنورین کی ابتدائے خلافت تک بصرہ کے حاکم رہے۔ قضیہ تحکیم کے حاکم مقرر ہوئے۔ آپ نے چھیاسٹھ سال کی عمر میں مکہ مکرمہ کوفہ میں وفات پائی۔
حضورؐ نے انہیں غزوہ تبوک سے مراجعت کے بعد حضرت معاذ بن جبلؓ کی معیت میں یمن بھیجا تاکہ وہاں کے لوگوں کو دعوت اسلام دیں۔ انہوں نے اہل یمن کے سامنے حضورؐ کی دعوت کچھ اس موثر انداز میں پیش کی کہ اکثر و بیشتر برضا و خوشی بغیر کسی جدال و قتال کے مسلمان ہو گئے۔ ان کے بعد حضورؐ نے حضرت علی المرتضیٰ کو وہاں کے لوگوں کی اصلاح احوال کے لئے بھیجا۔

حضرت جریر بن عبداللہ البجیلی الیمانیؓ

یہ حضورؐ کے سفیر منور ضمیر ہیں۔ حضرت جریر بن عبداللہؓ نہایت حسین و جمیل اور صاحب فضل و کمال صحابی تھے۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ اور ابوعمرو تھی۔ یہ حضورؐ کی رحلت سے تقریباً چالیس دن پہلے دولت اسلام سے بہرہ ور ہوئے۔ حضرت جریر بن عبداللہؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورؐ نے اپنی چادر مقدس بچھا کر ان کی تکریم فرمائی اور صحابہؓ سے فرمایا کہ تمہارے پاس کسی قوم کا بزرگ آئے تو اس کی تعظیم و تکریم کرو۔ آپؐ کے حق میں حضورؐ نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان کی سیرت بھی اچھی کرے۔ حضرت فاروق اعظمؓ آپ کو امت محمدیہ علی صاحبھا الصلوۃ والسلام کا یوسف کہتے تھے۔ ان کی بڑی عزت کرتے۔ حضرت جریر بن عبداللہ کو ذوالحلیفہ میں بت خانہ تباہ کرنے پر مامور کیا گیا۔ آپ نے اسے تباہ و برباد کر کے جلا دیا۔ آپ نے آخری عمر میں گوشہ نشینی اختیار کرلی۔ آخر 54ء میں کوفہ میں انتقال کیا۔

حضورؐ نے ان کو ابوشرجیل ذوالکلاع حمیری اور ذوعمر حمیری کی جانب بحیثیت سفیر بھیجا۔ ذوالکلاع یمن و طائف کے بعض اضلاع کا حاکم تھا اور حمیری قبیلہ کا بادشاہ تھا۔ اپنے آپ کو خدا کہلاتا اور لوگوں سے سجدہ کراتا لیکن جب ان دونوں بھائیوں پر اسلام پیش کیا گیا تو مسلمان ہو گئے۔ حضرت جریرؓ ابھی ان کے پاس پہنچے ہی تھے کہ سرور عالمؐ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ ذوالکلاع اور ذوعمر حمیری حضورؐ کی دنیوی حیات طیبہ میں مدینہ منورہ میں حاضری دینے سے قاصر رہے۔ یہ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں مدینہ طیبہ آئے۔ امیر المومنین اور ذوالکلاع کے مابین بہت مکالمے ہوئے۔ ذوالکلاع نے مسلمان ہونے کی خوشی میں اٹھارہ ہزار غلام آزاد کئے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ

آپؓ حضورؐ کے بارھویں سفیر ہیں۔ آپ کا پورا نام معاذ بن جبل ابو عبدالرحمٰن انصاری خزرجی ہے۔ آپ علم حلال و حرام (فقہ الاسلامی) کے امام مقدم اور نجباء و اخیار صحابہؓ میں سے تھے۔ جواں مردی اور بلند ہمتی میں بے مثال تھے آپ ان بزرگوں اور صحابیوں میں سے تھے جن کے ذکر کے وقت بیساختہ سبحان اللہ اور اللہ اکبر کی آواز بلند ہوتی ہے۔
آپ قاری قرآن' حافظ قرآن اور اس جماعت کے ایک فرد تھے جس نے

حضورؐ کے عہد مبارک میں قرآن جمع کیا تھا۔ حضرت فاروق اعظمؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر قرآن سیکھنا چاہتے ہو تو معاذ بن جبلؓ سے سیکھو۔ رسول اللہؐ نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اور معاذ بن جبلؓ کے درمیان رشتہ اخوت جوڑا۔ علاوہ ازیں ان کے اور حضرت جعفر بن ابی طالب کے درمیان بھی مواخاۃ قائم کی۔

حضرت معاذؓ بدر اور بعد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ ان کو سید عالمؐ نے 28 سال کی عمر میں یمن کا عادل و قاضی اور معلم بنا کر بھیجا۔ آپ یمن میں مقرر عمال سے اموال و صدقات وصول کرکے مستحقین میں تقسیم کرنے پر بھی مامور ہوئے آپ کے تبحر علمی کا یہ عالم تھا کہ رسول اللہؐ نے ان کے حق میں فرمایا۔ "معاذ بن جبلؓ قیامت کے دن امام العلماء بن کر اٹھیں گے۔ پھر جب تمام علماء رب العالمین کے حضور میں حاضر ہوں گے تو معاذؓ بن جبل ان کے آگے آگے ہوں گے اور فرشتے آپ پر فخر و مباہات کریں گے۔

حضورؐ نے ان کو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے ہمراہ اہل یمن کو دعوت اسلام دینے کے لئے بھیجا۔ پھر انہیں ایک عرصہ کے لئے عہدہ قضاء تفویض فرمایا۔ آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد ہمایوں ساعت میں واپس آئے۔ فاروق اعظمؓ نے انہیں حضرت امین الامت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کے انتقال کے بعد شام کا حاکم مقرر فرمایا۔ آپ اپنی تقرری کے پہلے سال ہی اردن میں طاعون عمواس میں 34 یا 38 سال کی درمیانی عمر میں انتقال فرما گئے۔

حضرت عروہ بن مسعود ثقفیؓ

آپؓ حضورؐ کے تیرھویں سفیر ہیں۔ ان کی کنیت ابو مسعود ہے۔ آپ حضور اکرمؐ کی خدمت میں صلح حدیبیہ میں حالت کفر میں آئے۔ 9ھ میں حضورؐ کی طائف سے واپسی پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان کے پاس کئی بیویاں تھیں۔ مسلمان ہونے پر انہیں حضورؐ نے ہدایت فرمائی کہ چار بیویاں روک لو باقی کو طلاق دے دو۔ آپ نے نبی اکرمؐ سے طائفہ جانے کی اجازت چاہی تو حضورؐ نے فرمایا! اگر تم اپنی قوم میں واپس جاؤ گے تو وہ تمہیں قتل کر دیں گے۔ حضرت عروہ نے عرض کی یارسول اللہؐ میں اپنی قوم میں تمام اکابرین میں سے زیادہ محبوب ہوں۔ چنانچہ جب طائف گئے تو اپنی قوم پر دین اسلام پیش کیا۔ مگر انہوں نے بشومئی قسمت قبول نہ کیا۔ ایک دن آپ نے اپنے گھر کی کھڑکی میں کھڑے ہو کر نماز کے لئے اذان دی تو شہادتین کے وقت کسی شخص نے انہیں تیر مار کر شہید کر دیا۔

حضورؐ نے فرمایا میرے سامنے انبیاء علیہم السلام کو لایا گیا تو میں نے موسیٰ علیہ السلام کو چھریرے بدن کا دیکھا۔ ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو وہ میرے مشابہ تھے عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو عروہ بن مسعود ثقفیؓ کے مشابہ تھے اور جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا تو وہ حضرت وحید کلبیؓ کے مشابہ تھے۔

حضرت دبرہ بن محصنؓ

آپ حضور سرور کائناتؐ کے چودھویں سفیر تھے۔ انہیں رسول اللہؐ کی صحبت کا شرف اس وقت حاصل ہوا جب مسیلمہ کذاب نے ابن النواحہ کی سرکردگی میں ایک جماعت مدینہ منورہ بھیجی۔

حضرت خبیب بن زید بن عاصمؓ

حضرت خبیبؓ حضور سید عالمؐ کے پندرھویں سفیر ہیں آپؓ نے بدر واحد اور خندق کے غزوات کے علاوہ دیگر غزوات میں بھی حصہ لیا۔ حضورؐ نے آپ کو مسیلمہ کذاب کی طرف یمامہ بھیجا۔ آپ نے مسیلمہ کذاب سے زبردست مکالمات کئے جب مسیلمہ کہتا کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمدؐ خدا کے رسول ہیں تو یہ کہتے ہاں میں گواہی دیتا ہوں۔ اور جب کہتا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں خدا کا رسول ہوں تو آپ فرماتے میں بہرہ ہوں مجھے کچھ سنائی نہیں دیتا۔ یہ فقرات کئی بار دہرائے گئے۔ بالاخر مسیلمہ لعین نے سفارتی اقدار کو پامال کرتے ہوئے حضرت خبیبؓ کو شہید کر دیا۔ اور نعش کا مثلہ کر دیا۔ جنگ یمامہ میں ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن زیدؓ اپنے بھائی کا بدلہ لینے کے لئے میدان میں نکلے لیکن مسیلمہ خبیث حضرت وحشی کے ہاتھوں جہنم واصل ہوا۔

حضرت رافع بن مکیثؓ

آپ حضور پاکؐ کے سولھویں سفیر ہیں آپؓ کا

حسبی و نسبی تعلق قبیلہ جہنیہ سے ہے۔ آپ حضورؐ کی خدمت میں بیعت رضوان میں حاضر ہوئے۔ آپ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے دن علم اٹھائے ہوئے تھے۔

آپؓ کو حضورؐ نے قبیلہ جہنیہ پر عامل مقرر فرمایا اور ساتھ ہی ساتھ تبلیغ واشاعت کا کام بھی کرتے رہے۔ آپ سے حضورؐ کی ایک حدیث مروی ہے کہ قیامت کے قریب ایسی آگ برآمد ہوگی جو لوگوں کو محشر کی طرف گھیر کرلے جائے گی۔

حضرت ضحاک بن سفیانؓ

آپ حضورؐ کے سترھویں سفیر ہیں۔ ان کا پورا نام ضحاک بن سفیان بن عرف بن ابی بکر بن کلاب الکلابی ہے۔ اور ابو سعید کنیت ہے۔ ابو عبیدہؓ کے قول کے مطابق انہیں سرکار دو عالم کی صحبت حاصل تھی۔ ان کے لئے آپ نے علم (جھنڈا) تیار کرایا تھا۔ آپ بڑے شجاع وجواں مرد تھے۔ انہیں تنہا سوجواں مردوں کے مقابل سمجھا جاتا تھا۔ آپ اکثر حضورؐ کی پاسبانی کیا کرتے۔

حضرت عبداللہ بن لبیۃؓ

آپ کو حضورؐ فخر آدم ونازش عالمؐ نے بنی وتیان کے صدقات کی وصولی کے لئے عامل مقرر فرمایا۔ وصولی کے صدقات کے علاوہ تبلیغ دین اسلام بھی کرتے رہے۔ لوگوں نے ان کے لئے ہدایا اور تحائف بھیجے۔ واپس آئے تو کہنے لگے یہ اموال و صدقات تمہارے لئے ہیں اور یہ ہدایا وتحائف میرے لئے ہیں۔ آپ نے نہایت دیانتداری سے کام لیتے ہوئے کہا کہ میں حضورؐ کو صورت حال سے آگاہ کروں گا۔ آگے جیسے وہ فرمائیں گے ہو گا۔ حضورؐ کو خبر ہوئی تو آپؐ نے ایک خطبہ دیا۔ جس میں حمد وثنا باری تعالیٰ کے بعد فرمایا!

میں تم کو کسی ایسے کام کی بجا آوری کے لئے بھیجتا ہوں جس کی ولایت حق تعالیٰ نے مجھے فرمائی ہے۔ پھر تم میں سے ایک شخص آتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ مال تمہارے لئے ہے اور یہ پیش کش میرے لئے ہے۔ وہ شخص اپنی ماں یا باپ کے گھر کیوں نہ بیٹھا رہا تاکہ دیکھا جاتا اور معلوم ہوتا کہ اس کے لئے پیشکش بھیجی جاتی ہے؟ پھر فرمایا! قسم ہے اس ذات بابرکات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کوئی شخص اس مال زکواۃ میں سے کوئی چیز نہ لے ورنہ قیامت کے دن اپنی گردن پر اٹھا کر اس حال میں لائے گا کہ وہ چیز آواز دیتی ہوگی کہ میں یہ ہوں' میں وہ ہوں۔

حضرت عیینہ بن حصین فزاریؓ

ان کو نبی مکرمؐ نے بنی تمیم پر جو اپنی خست طبع کے لئے مشہور تھے۔ عامل زکوۃ اور مبلغین دین بنا کر بھیجا۔ ان کے جانے کی وجہ یہ ہے کہ جب حضرت بشر بن سفیان کعبیؓ کو حضورؐ نے بنی کعب کے ہاں بھیجا کہ وہ ان کے اموال وسوائم سے زکواۃ وصول کریں تو وصولی کے وقت بنی تمیم مزاحم ہوئے اور حضرت بشر بن سفیان مدینہ منورہ واپس آگئے اور حضورؐ کی ذات اقدس کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کون ہے جو بنو تمیم کی سرکشی کا بدلہ لے۔ عیینہ بن حصینؓ نے عرض کی' حضورؐ میں حاضر ہوں۔ چنانچہ حضورؐ نے پچاس چاک وچوبند صحابہؓ کے ہمراہ انہیں بنو تمیم کو راہ راست پر لانے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے ان پر حملہ کرکے ان کو سیدھا کردیا۔ لیکن بنو تمیم اپنی مفافرت جتانے سے باز نہ آئے۔ یہ واقعہ 9ھ میں ہوا۔

حضرت بشر بن سفیان کعبیؓ

ان کو کعبی کے علاوہ عدوی بھی کہا جاتا ہے۔ حضورؐ نے انہیں بنی کعب کے اموال وسوائم سے زکوۃ صدقات لینے کے لئے بھیجا تھا لیکن ابو تمیم کے مزاحم ہونے پر یہ مدینہ منورہ واپس چلے آئے۔ بعدازاں عیینہ بن حصین نے جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہے ان کا بدلہ لیا۔

حضرت عیاش ابن ابی ربیعہ مخزومیؓ

حضرت عیاش ان صحابہ کرامؓ میں سے ہیں جنہوں نے دین اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لئے دشمنان خدا و رسولؐ کے ہاتھوں درد ناک اذیتیں برداشت کیں۔ یہ حضرت خالدؓ کے ابن عم اور ابوجہل کے ابن ام ہیں۔ ابوجہل لعین ہجرت کے بعد انہیں مکہ مکرمہ لے گیا اور بڑی درد ناک ایذائیں دیں حضورؐ کو ان ایذاؤں کا علم ہوا تو آپؐ نے ان کے لئے قنوت میں دعا فرمائی۔

حضورؐ نے ان کو حارث' مسروح اور نعیم ابن عبد کلال کی جانب بھیجا تھا۔

ان سفیران ذیشان کے علاوہ حضرت سائب ابن العوام حضرت عباد بن بشر اور حضرت فرات بن حبان کو بالترتیب مسیلمہ کذاب (یمامہ) بنی سلیم اور ثمامہ بن اثال حاکم کے بخد کے پاس بھیجا گیا۔

ہومیوڈاکٹرز کے لئے خوشخبری

سلسلہ عالیہ سے منسلک ہومیوپیتھک ڈاکٹرز کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ حضرت جی نے تنظیم الاخوان کے زیر سرپرستی ہومیو پیتھک ڈاکٹرز ایسوسی ایشن بنانے کی اجازت دے دی ہے۔ ضلع لکی مروت میں الاخوان ہومیوپیتھک ڈاکٹرز ایسوسی ایشن کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ ملک بھر کے تمام سلسلہ عالیہ اور الاخوان سے منسلک ہومیو ڈاکٹر صاحبان سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ ضلعی' صوبائی اور ملکی سطح پر الاخوان ہومیو ڈاکٹرز ایسوسی ایشن کے قیام کے لئے جدوجہد کریں۔

منجانب:- ضلعی دفتر الاخوان ہومیوپیتھک ڈاکٹرز ایسوسی ایشن' درہ پیزو' لکی مروت (صوبہ سرحد)

فون 0961-780237

اپیل برائے دعائے مغفرت

جڑانوالہ کے ساتھی رائے مراتب علی کے والد ماجد قضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں۔ ان کے لئے دعائے مغفرت کی اپیل کی جاتی ہے۔

مجاہد کی اذاں اور

تحریر۔ ذوالقرنین حیدر علوی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہم سے ہندوستان میں جہاد کا وعدہ فرمایا ہے اگر میں نے اپنی زندگی میں اس کو پالیا تو میں اپنا سارا مال وجان اس پر خرچ کردوں گا پھر اگر میں قتل کر دیا گیا تو افضل الشہداء ہو جاؤں گا اور اگر زندہ لوٹا تو میں جہنم سے آزاد کردہ ابوہریرہ ہونگا (نسائی شریف) حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ دو جماعتیں میری امت میں ایسی ہیں جن کیلئے اللہ تعالیٰ نے جہنم سے نجات لکھ دی ہے ایک وہ جماعت جو غزوات ہند میں حصہ لے گی دوسری وہ جماعت جو آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کے بعد ان کے ساتھ ہوگی۔ (طبرانی)

ان دونوں احادیث پاک میں آنحضرت ﷺ نے غزوات ہند میں شرکت کرنے والوں کیلئے بشارت جنت اور فضائل عالیہ ارشاد فرمائے ہیں۔

اللہ کریم کا بے حد احسان ہے کہ اس نے ہمیں اشرف المخلوقات میں پیدا فرمایا' ایمان کی دولت نصیب فرمائی اور سب سے احسان عظیم یہ فرمایا کہ ہمیں حضور نبی کریم ﷺ کی امت میں شامل فرمایا جس امت کو اپنے پاک کلام میں خیرامت کے اعزاز سے نوازا یہ اللہ پاک کا ہم پر بے حد احسان ہے بقول فرمان حضرت شیخ المکرم مدظلہ

حد نہیں ہوتی تیرے احسان کی
سمجھ میں آتا نہیں انسان کی

اب یہاں سے ہمارا کام شروع ہو جاتا ہے کہ اب ہمیں کرنا کیا ہے جبکہ ہم نے خیرامت کا تاج سر پہ سجا لیا' خاتم امت کے منصب کو سنبھالا تو ذمہ داریوں کا کوہ گراں بھی ہمیں اٹھانا ہوگا کیونکہ امت رسول ہاشمی کے تمام تر فضائل کا دارومدار احکام باری کی بجا آوری اور ارشادات رسالت ﷺ کی پیروی میں ہے اس کے علاوہ بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہیں۔ بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

چوں می گویم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلات لا الہ را

حضور نبی کریم ﷺ کی زندگی مطہرہ کے مدنی دس سالوں میں چوراسی (84) غزوات وسرایہ ہیں جن کا آپ ﷺ کو اہتمام فرمانا پڑا۔ اگر مشرکین مکہ کے بتوں کی خدائی کی نفی نہ کی جاتی' ان کے سودی کاروبار کو حرام نہ کہا جاتا' نظام سیاست کو ظلم نہ کہا جاتا تو سرداران مکہ آپ ﷺ کے ساتھ اپنے باطل مذاہب کی موجودگی میں معاہدہ کیلئے تیار تھے بلکہ انہوں نے پیش کش کی تھی لیکن دین متین کی تکمیل وعظمت کی خاطر مکہ سے ہجرت فرمانا پڑی۔ جانثاران کی جماعت ہمراہ تھی' اللہ پاک کی جانب سے باطل قوتوں سے مقابلہ کرنے کی اجازت ملی کہ جن لوگوں نے تم سے گھر تک چھڑا دیئے ہیں ان سے لڑائی کرو حکم ملا کہ

اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا اس حکم باری کے نزول کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سوتے میں بھی اسلحہ اوزار زیب تن رکھتے تھے' دن رات شجر اسلام کی اپنے خون سے آبیاری فرماتے رہے یہاں تک کہ ایک وقت آیا جب اپنے خالق حقیقی سے رضی اللہ عنہم و رضو عنہ کا رضوان سرٹیفکیٹ لینے میں کامیاب ہو گئے۔

آج ہم کہاں کھڑے ہیں ہمیں اس پر غور و فکر کی ضرورت ہے ہم بھی انہی سلف صالحین کے خلف ہیں۔ اے نوجوان مسلم ذرا سوچ وہ کیا گردوں تھا تو ہے جس کا اک ٹوٹا ہوا تارا ہم بھی اسی امت کے افراد ہیں ہمارے لئے بھی آیت پاک کے حکم کتب علیکم القتال کی فرضیت جہاد اسی طرح ہے جس طرح حضرات صحابہ کرام اس آیت پاک کے مکلف تھے۔ دین اسلام کی حقانیت منوانے کیلئے اگر حضرت محمد ﷺ کو زرہ زیب تن فرمانا پڑی ہے اور اپنے رحمتہ اللعالمینی دست اطہر میں شمشیر اٹھانا پڑی ہے تو ہم کون لوگ ہیں کہ ہمارا دین صرف نماز روزہ حج زکوٰۃ سے مکمل ہو جائے گا۔ یہ سب احکام اپنی جگہ یہ ساری عبادات اپنے مقام پر لیکن یہ سب کچھ کر چکنے کے علاوہ غلبہ اسلام کی خاطر ادیان باطلہ کو مٹانے کیلئے لیظہرہ علی الدین کلہ پر عمل کروانے کیلئے ہمیں میدان میں آنا ہوگا اور اس کیلئے ہمیں اپنے مالک کا حکم ہے کہ ہم اپنی استطاعت کے مطابق تیاری کریں۔

اعدو الھم ما استطعتم من قوۃ رباط الخیل ترھبون بہ چاہے مسلمان کسی بھی

عقیدہ کا ہو وہ نماز سینہ پر ہاتھ باندھ کر پڑھتا ہو یا ناف کے نیچے وہ فرض نماز میں امام کی قرات پر آمین بالجہر کا قائل ہو یا نہ ہو' وہ رسول اللہ کو نور کہتا ہو یا بشر............ وہ سر پر سبز صافہ باندھتا ہو یا سفید 'ان سب مسلمانوں کی راہیں مختلف ہیں منزل تو ان سب میں ایک ہی ہے۔ سجدہ تو یہ ایک ہی رخ پر کرتے ہیں۔ اس وقت مرکز اسلامیہ (کعبۃ اللہ) کی حرمت و تقدس خطرے میں ہے یہود و نصاریٰ مختلف حیلوں اور بہانوں سے اس حد تک کامیاب ہو چکے ہیں کہ انہوں نے اپنی فوجوں کو مقامات مقدسہ کے اطراف لا کھڑا کیا ہے جب کہ حضور نبی ﷺ کا ارشاد مبارک موجود ہے الحدیث اخرجو الیہود و انصاری من جزیرۃ العرب. ترجمہ۔ یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔

آج جس دور میں ہم زندگی بسر کر رہے ہیں ہمیں آج کی ضرورت کو دیکھنا ہے کہ آج وقت ہم سے کیا تقاضا کر رہا ہے آیا ہم اپنی ذاتی عبادات نماز روزہ وغیرہ سرانجام دے کر میدان محشر میں اپنے آپ کو بری الذمہ کروالیں گے جبکہ ہمارا معاشرہ ہمارے گھر کی گلی سے لیکر نظام عالم تک قوانین کفر کی لپیٹ میں ہے ظلم وجبر کا دور دورہ ہے انصاف نام کو نہیں ملتا۔ معیشت سود پہ چل رہی ہے قوانین حکومت کافرانہ ہیں عزت آبرو مسلم غیر مسلم کسی کی محفوظ نہیں ہے۔ حق بات کرنے والوں کو گولیوں سے سربازار دن دیہاڑے اسلام آباد جیسے شہر میں بھون دیا جاتا ہے اور قاتل کا پتہ نہیں ملتا یہ سب کچھ سن کر اور دیکھ کر بھی اگر ہم اپنی مسلمانی پر مطمئن ہیں تو ہمیں اپنی دین داری پر نظر ثانی کرنا ہوگی راہ وہی اپنانا ہوگی جو ہمیں قیامت کے روز اپنے مالک کے حضور آپ ﷺ کی موجودگی میں سرخروئی سے بھی ہمکنار کر سکے ہمیں نفاذ اسلام کیلئے بنیاد پرست بننا پڑے گا۔ دہشت گرد کہلانا پڑے گا۔ کیونکہ کفر نے یہ لفظ صرف ایسے سچے مسلمان کیلئے جاری کئے ہیں جو قوت اسلامی کا حقیقی مظہر ہو جس کے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار ہو اور وہ اللہ پاک کے اس فرمان کا نمونہ ہو جس میں آیت پاک کا حکم ہے کہ ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم یعنی مجاہد کی تیاری اور حاضری کو دیکھ کر اللہ کے دشمن اور مومنین کے دشمن خوف کھاتے ہیں مندرجہ بالا آیت پاک میں ترھبون کا لفظ استعمال ہوا ہے اور آج یہی لفظ گالی بنا کر مسلمان کے خلاف استعمال ہوتا ہے چنانچہ اسلامی قوت رکھنے والے مسلمانوں کو ارہابی (دہشت گرد) کہا جاتا ہے تو اب اس گالی سے مسلمانوں کو شرمانے کی کیا ضرورت ہے اللہ پاک نے خود

ہمارا معاشرہ' ہمارے گھر'
گلی سے لیکر نظام عالم تک
قوانین کفر کی لپیٹ میں ہیں'
ظلم و جبر کا دور دورہ ہے'
انصاف نام کی کوئی چیز نہیں'
ان حالات میں ہمیں اپنی دین داری
پر نظر ثانی کرنا ہوگی

مسلمانوں کے اور اللہ کے دشمنوں کو خوف زدہ اور دہشت زدہ کرنے کا حکم دیا ہے تو جو مسلمان اللہ کا یہ حکم پورا کرے گا وہ یقیناً" ارہابی ہوگا تو ارہابی ہونا قابل فخر ہوا نہ کہ باعث شرم۔

اللہ کریم کا ہمارے ساتھ وعدہ ہے کہ جب ہم معاشرہ کو کفریہ نظام سے پاک کرنے کے لئے نکلیں گے اور اس کیلئے پوری دل جمعی کے ساتھ جدوجہد کرتے رہیں گے تو نصرت خداوندی ہمارے ساتھ ہوگی اور انجام کار غلبہ حق، تمکین فی الارض' استخلاف فی الارض یہ سب انعامات باری مومنین کیلئے قرآن کریم میں موعودہ ہیں آیت پاک وعدہ اللہ الذین آمنوا منکم وعملو الصالحات لیستخلفنہم فی الاض اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے ان لوگوں سے جو تم میں ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کئے کہ وہ ضرور بالضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا۔ ہمیں انشاء اللہ تعالیٰ ملک پاکستان کو قوانین رذیلہ سے پاک کرنا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فرمودہ خوشخبری پر عمل کرکے حضور نبی اکرم ﷺ کی خصوصی توجہ میں غزوہ ہند میں شرکت کرنا ہے اور الحمد للہ ہم وہ خوش نصیب لوگ ہیں کہ ہمیں وہ زمانہ اور وہ حالات نصیب ہوئے ہیں جن کی پیشن گوئی آپ ﷺ نے آج سے چودہ سو سال قبل فرمائی تھی انشاء اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی خبر صادقہ کے مطابق غلبہ اسلام کا عمل ہند سے شروع ہو چکا ہے۔ ہند کا جغرافیہ کابل سے بنگالہ تک ہے اور اب یہ سیلاب صداقت بڑھتا اور پھیلتا جائے گا اور انشاء اللہ تعالیٰ پوری دنیا پر اسلام کی حکومت ہوگی بقول حضرت شیخ المکرم مدظلہ

مہر نبوت علم بنا کر دنیا پہ لہرائیں گے
دیکھنا یہ سیماب تم اک دن آخر ہم کر جائیں گے

فضیلت اسلام کو پوری دنیا پر منوانے کیلئے لشکر اسلام کا قافلہ جب برصغیر سے روانہ ہوگا اور اپنی اگلی منزل مشرق وسطی میں حرمین شریفین کی اور بیت المقدس کی آزادی کیلئے یہود سے لڑائی کرے گا تو اس ضمن میں آپ ﷺ کا ارشاد مبارک صحیح مسلم شریف میں موجود ہے کہ "

مسلمانوں اور یہودیوں میں ایک عظیم الشان جنگ ہوگی' یہودی شکست کھا کر چٹانوں اور درختوں کے پیچھے چھپیں گے تو وہاں بھی ان کو پناہ نہ ملے گی اور ان میں سے آواز آئے گی کہ اے مسلمان دیکھ! یہ یہودی چھپا ہے"

یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آج چودہ سو سال بعد ایک بار پھر غزوہ بدر کی طرح ہمیں غیبی مدد ملا ئکہ کی نصرت' چٹانوں اور درختوں کی مدد حاصل ہوگی ہم اس کے سزاوار ٹھہرائے گئے ہیں انشاء اللہ تعالی مخبر صادق علیہ الصلواۃ والسلام کی پیشن گوئی کی صداقت کا منظر ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اور محمد عربی کے دیوانے بہت جلد دنیائے کفر کو یہ سب کچھ کر کے دکھائیں گے بقول حضرت شیخ المکرم مدظلہ

یہ ہوگی اک نعت نرالی خون سے لکھی جائیگی
ہیں دنیا میں عاشق باقی کافر کو بتلائے گی

کچھ خوش نصیب ایسے ہوں گے جو اس اصولی نعرہ یعنی شریعت یا شہادت کے دوسرے انعام مرتبہ شہادت کو پالیں گے بقول اقبال رحمۃ اللہ علیہ

شہادت ہے مقصود و مطلوب مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

نفاذ اسلام کی جدوجہد میں آنیوالی موت کی فضیلت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے آرزو فرمائی کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤ پھر قتل کیا جاؤں ایک روایت میں تین بار اور ایک روایت میں آپ ﷺ نے پانچ بار یہ کلمات فرمائے۔

قرون اولی کے ایک صوفی مجاہد (عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے ہم عصر حرمین شریفین کے عبادت گزاروں کے نام طوسوس کے میدان کا رزار سے چند اشعار لکھ بھیجے جن میں سے دو اشعار یہ تھے۔

یا عابد الحرمین لو ابصرتنا

اے حرمین شریفین کے عبادت گزار اگر تو ہمیں دیکھ لے

لعلمت انک فی العبادة تلعب

تو تجھے اپنی عبادت ایک کھیل معلوم ہو

هذا کتاب اللہ ینطق بیننا

لیجئے یہ اللہ کی کتاب ہمارے درمیان فیصلہ کر رہی ہے

لیس الشهید بمیت لایکذب

کہ شہید مردہ نہیں ہے' یہ بات غلط نہیں

جب حرم شریف کے ولی کامل شیخ فضل بن عیاضؒ نے ان اشعار کو پڑھا تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمانے لگے ابو عبدالرحمن (کنیت عبداللہ بن مبارک) نے سچ کہا ہے

اسی تفاوت مقام کو ظاہر کرنے کیلئے شاعر مشرق نے کچھ یوں کہا ہے

گو الفاظ ومعانی میں تفاوت نہیں لیکن
ملاں کی اذاں اور مجاہد کی اذاں اور

لودھی برادرز
ہول سیل ڈیلر
لائٹ ڈیزل' کیروسین' فرنس آئل' موبل آئل
PSO
ڈسٹری بیوٹر PSO
پروپرائیٹرز
شمس الرحمن خاں لودھی
نور الرحمن خاں لودھی
حفیظ الرحمن خاں لودھی
لال مل چوک فیکٹری ایریا فیصل آباد
فون:۔ 618946-624353' موبائل:۔ 0341-7651946

تقاضائے محبت

خطاب امیر محمد اکرم اعوان

مورخہ 99-5-21 دار العرفان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللہ تبارک و تعالےٰ والذین امنوا اشد حبا اللہ و قال اللہ تبارک و تعالی فی مقام اخر عسی ان یاتی اللہ بقوم یحبھم و تحبونہ۔

اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی حدیث قدسی کی صورت میں حدیث اور سیرت کی کتب میں موجود ہے۔ فرمایا

کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف مخلقت الخلق

میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا میری ذات ایسی تھی جسے کوئی نہیں جان سکتا تھا میرے حکم کے سب مطیع تھے لیکن میری ذات سے تعلق رکھنے والا کوئی نہیں تھا مجھے پہچاننے والا کوئی نہیں تھا۔

فاحببت ان اعرف مجھے یہ بات بھلی لگی میں نے یہ بات پسند فرمائی کہ کوئی ایسی مخلوق بھی ہونی چاہئے جو مجھے پہچانتی ہو۔ کچھ ایسے بھی افراد ہونے چاہئیں میری مخلوق میں' کوئی ایسی قسم بھی مخلوق کی ہونی چاہئے جو میری ذات کو جانے پہچانے تو میں نے انسان کو پیدا کر دیا۔ اللہ کو پہچاننے کی قوت و استعداد یا روشنی' انبیا علیھم الصلوۃ والسلام کے روپ میں ودیعت فرمائی۔ نور نبوت میں وہ طاقت رکھ دی کہ اگر اس نور سے انسانیت کا کوئی فرد کسی زمانے میں بھی اپنے دل کے دیئے کو روشن کرے گا وہ اللہ کو پہچان جائے گا۔ اور پہچان یہ ہے کہ اس کی ذات کیسی ہے اور اس کی صفات کیسی ہیں اس نے کارگہ حیات کو کس طرح تخلیق فرمایا کس فعل میں اس کی رضا ہے۔ اور کیا کام یا کونسا کام اس سے بغاوت قرار پائے گا۔ کس چیز پہ وہ ناراض ہو جائے گا کن امور پہ اس کی رضا مندی منحصر ہے۔ یہی ایمان ہے اور اس کی شرط پہچان ہے۔

اور فرمایا والذین امنوا جنہیں ایمان نصیب ہوتا ہے اشد حب اللہ اللہ کے ساتھ انہیں وہ محبت نصیب ہوتی ہے جو تمام محبتوں پہ غالب آجاتی ہے۔ انسان کی ضروریات ہیں وہ محتاج ہے رشتوں کا محتاج ہے اسباب کا محتاج ہے زندگی کی ضروریات کی تکمیل کے لئے بے شمار چیزوں کا' محتاج ہے مال و دولت کا محتاج ہے مقام و مرتبے کا۔ اسے گھر کی' جائیداد کی' زمین کی ضرورت ہے۔ وہ سرمایہ جمع کرنا چاہتا ہے یہ ساری مختلف محبتیں ہیں جو بیک وقت ایک فرد کے دل میں موجود ہیں۔ وہ خود کو دوسروں سے ممتاز دیکھنا چاہتا ہے وہ اپنے لئے بہترین جگہ' بہترین گھر' بہترین گاڑی بہترین لباس چاہتا ہے وہ بہترین غذا اور دوا چاہتا ہے اچھی صحت کا خواہش مند ہے وہ اقتدار و وقار و عزت و احترام چاہتا ہے۔ وہ دوستوں کی بہن بھائیوں کی رشتہ داروں کی اولاد کی محبت کا اسیر ہے' لیکن فرمایا جب مجھے پہچان لیتا ہے تو جو محبت اسے میری ذات کے ساتھ ہوتی ہے وہ ان سب محبتوں پہ غالب آتی ہے۔ یعنی اگر کبھی ایسا مقام آئے کہ یا یہ خوبصورت گھر اور جائیداد رکھو یا اللہ کا نام رکھو دو میں سے ایک چھوڑنا ہوگا پھر وہ گھر اور جائیداد کو چھوڑے گا مجھے نہیں چھوڑے گا۔ جس طرح مہاجرین مکہ رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین نے سب کچھ چھوڑ دیا رشتے ناطے چھوڑ دیئے گھربار چھوڑ دیئے' زمین جائیداد سرمایہ چھوڑ دیا' اللہ کو نہیں چھوڑا۔ اسی طرح اس کی رضا کے لئے جان دینا پڑتی ہے میدان کارزار میں اترنا پڑتا ہے برائی سے جس چیز کو وہ پسند نہیں کرتا اسے روکنا پڑتا ہے جو اس کی پسند ہے اس کا حکم دینا یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر محبت الٰہی کا اثر یہ ہے کہ جن باتوں کو اللہ پسند کرتا ہے ان باتوں کو رواج دینے کی کوشش کرتے ہیں اور ایک ایسی قوت پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ بھلائی کا حکم دے سکیں۔ ینھون عن المنکر اور برائی کو روکا جاسکے۔ یہ محبت الٰہی کا تقاضا ہے۔

ایمان کیا ہے؟ فرمایا جس میں ایمان در آتا ہے وہ میری محبت کا اسیر ہو جاتا ہے میرے ساتھ اسے اتنی محبت ہوتی ہے کہ باوجودیکہ وہ انسان ہے فرشتہ نہیں ہے' جن نہیں ہے' پتھر نہیں ہے اس میں ساری محبتیں موجود رہتی ہیں لیکن میری محبت سب پر غالب آجاتی ہے۔ اشد حبا اللہ پھر باقی محبتیں اگر قربان بھی کرنا پڑیں تو وہ ایک ایک کرکے نچھاور کرتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ جان بھی ہار جاتا ہے لیکن میری محبت نہیں ہار سکتا۔

یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون و یقتلون اللہ کی راہ میں میدان کارزار میں اتر جاتا ہے خدا کے دشمنوں کو ظالموں کو قتل کرتا ہے اور کبھی خود شہید ہوجاتا ہے اور پھر فرمایا

ولا یخافون لومۃ لائم کسی کی باتوں کی اعتراضات کی پراپیگنڈے کی پرواہ نہیں کرتا اگر آج کی زبان میں اس آیت کریمہ کا ترجمہ کیا جائے تو حضرت گرامی! جب قرآن حکیم نازل ہو رہا تھا' لوگ الگ الگ جیتے تھے ہر قوم کا الگ طرز حیات تھا الگ تہذیب و تمدن الگ لباس اپنا کسی دوسرے کے ساتھ کوئی قابل ذکر رابطہ نہیں ہوتا تھا اور جہاں تک لوگ پیدل چل سکتے تجارتی سفر کیا کرتے تھے اس کے علاوہ دور دراز کوئی کسی کو نہیں جانتا تھا جبکہ آج الیکٹرانک میڈیا کا دور ہے اور اس میڈیا نے دنیا کو ایک نیا نام دیا ہے جسے اصطلاح میں کہتے ہیں گلوبل ویلج' ساری دنیا ایک گاؤں بن گئی ہے امریکہ میں ریسلنگ ہو رہی ہے اور جاپان میں کرکٹ کھیلا جا رہا ہے' برطانیہ میں ہاکی کا میچ ہو رہا ہے اور چین میں احتجاج ہو رہا ہے افریقہ میں گولی چل رہی ہے اور سری لنکا میں لڑائی ہو رہی ہے تو دنیا کا ہر شخص اپنے گھر میں بیٹھا سارا کچھ دیکھ رہا ہے۔ مشرق کو بھی مغرب کو بھی شمال کو بھی جنوب کو بھی بیک وقت دیکھ بھی رہا ہے اور جو کچھ اس پہ کہا جا رہا ہے وہ سن بھی رہا ہے۔ جب یہ سہولتیں آئیں تو سب سے پہلے نیا ہتھیار ایجاد ہوا وہ پراپیگنڈہ تھا اور جسے باقاعدہ ایک سائنس کے طور پر استعمال کیا جس نے وہ ہٹلر اور اس کا وزیر تھا گوئبلز جس نے پراپیگنڈے کو ایک سائنس کے طور پر استعمال کیا آج کی دنیا کا سب سے بڑا ہتھیار بن چکا ہے۔ پراپیگنڈہ گوئبلز کے بعد اب ہر قوم نے' ہر انسٹی ٹیوشن' ہر ادارے نے' اسے اپنایا اور آج یہ عالم ہے کہ آج ایٹم بم سے خطرناک ہتھیار جو ہے وہ پراپیگنڈہ ہے۔ اسلام چودہ سو سال پہلے اس کی خبر دے رہا ہے کہ ایسا وقت بھی آئے گا جب لوگ پراپیگنڈے سے متاثر ہو کر لومۃ لائم سے متاثر ہو کر' لوگوں کی باتوں سے متاثر ہو کر لوگوں کے کہنے سے' اپنی روش تبدیل کرلیں گے کہ جی دیکھو جی فلاں یہ کہتا ہے یہ نہیں ہونا چاہئے فلاں یہ کہتا ہے یہ نہیں ہونا چاہئے حتیٰ کہ آج آپ دیکھ لیں ملک میں جب بات کی جاتی ہے کہ ہم مسلمان ہیں' ہمارا آزاد اسلامی ملک ہے اور اس میں اسلامی ضابطہ حیات ہونا چاہئے تو آج کا دانشور ہمارا آج کا سنجیدہ طبقہ جو بات سب سے پہلے کہتا ہے یہ ہوتی ہے کہ کیا یہ امریکہ برداشت کرلے گا۔ یہی وہ قوت ہے پراپیگنڈہ کی جس نے ہر ایک کو مسحور کر رکھا ہے اگر کوئی امریکہ کی بات نہیں مانے گا تو امریکہ کیا کرے گا۔

> **جب اللہ کا قرآن کہتا ہے سود حرام ہے تو پھر وہ کون سی عدلیہ ہے جو سود کے بارے مقدمات سن رہی ہے کہ یہ حرام ہونا چاہئے یا نہیں ہونا چاہئے' اگر یہ مقدمہ کسی کافر ملک کی عدالت سنتی تو حیرت نہ ہوتی**

فیڈل کاسترو چھوٹے سے ملک کا صدر ہے اور ہماری تو عمر اسے دیکھتے دیکھتے بیت گئی وہ لڑکپن میں تھا اب وہ بوڑھا ہو گیا اور امریکہ کی بغل میں بیٹھا ہے۔ اس نے آج تک امریکہ کی بات نہیں سنی۔ رشین بلاک ختم ہو گیا روس ختم ہو گیا اس کی طاقت ختم ہو گئی لیکن فیڈل کاسترو نے امریکہ کی بات نہیں مانی' امریکہ کیا کر گزرا۔ ہمارے سامنے کرنل قذافی نے اس کی بات نہیں مانی کیا کر لیا اس نے' ایران میں جب انقلاب آیا تو انہوں نے امریکی سفارت خانے میں جتنے لوگ تھے انہیں یرغمال بنا لیا اور برسوں بنائے رکھا کیا کر لیا امریکہ نے' ایک کافر ریاست چھوٹی سی ہو چی منہ کی "ویت نام" امریکہ نے عمر کھپا دی حتیٰ کے امریکہ نے لازمی قرار دے دیا ہر امریکی کے لئے' کہ جو "او" لیول یا میٹرک پاس کرے گا وہ دو سال آرمی میں رہے گا۔ ویت نام جنگ میں جائے گا قانون بنا دیا گیا جس پر محمد علی' مشہور باکسر جو ہے جس نے جانے سے انکار کیا تھا میں ویت نام میں نہیں لڑوں گا۔ اس پر مقدمہ چلا اسے سزا ہوئی یعنی امریکہ نے اتنا زور لگایا کہ ہر نوجوان جو ہوش سنبھالے وہ ویت نام میں لڑنے جائے کیا کر لیا امریکہ نے' ویت نام والوں کا۔ امریکہ کو وہاں سے سوائے ذلت اور رسوائی کے کیا حاصل ہوا اس سے پہلے کوریا میں لڑتا رہا کتنا لڑا' کیا کمایا امریکہ نے۔ زندہ قومیں جو ہوتی ہیں ان کا ایک اپنا تشخص' ایک اپنا آئیڈیل' ایک اپنا نظریہ ہوتا ہے وہ اس پر مر سکتی ہیں' بے شمار لوگ مرے ویت نام کے' بے حساب مرے کوریائی اقوام کے لیکن امریکہ کی بات انہوں نے نہیں مانی' امریکہ نے کیا کر لیا مرنے والوں کو تو مرنا تھا کسی مقصد پر تو مرے۔

یہ مصیبت صرف مسلمانوں کی ہے کہ امریکہ خفا نہ ہو جائے۔ اور آپ اپنے طور پر فیصلہ کیجئے میں نہیں کہتا اپنے طور پر فیصلہ کیجئے کہ اگر واقعی ہم اللہ کی بات پر اس لئے عمل کرنے پہ تیار نہیں کہ امریکہ خفا نہ ہو جائے تو ہمارا ایمان کس پر ہے؟ اللہ پر یا امریکہ پر؟ تو فکر کی بات یہ ہے کہ کل عرصہ محشر میں وہ ہمیں کس کا بندہ کرکے اٹھائے گا اپنا یا کہیں ایسا نہ ہو کہ وہاں بھی وہ کہے تم تو ان کے بندے ہو جس طرح قوم نے فرعون کی پیروی کی اور اللہ نے فرمایا یقدمہ قومہ و اوردھم النار قوم کی قیادت کی اس نے اور سب کو لے کر جہنم میں جا گرا۔

یہ جو تعلق محبت کا ہوتا ہے اس کی ادا اپنی ہی ہوتی ہے جو تعلق نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے دیا جو محبت اللہ کو صحابہ کرام کی تھی صحابہ کرام کو اللہ سے تھی جو اللہ کے نبی ﷺ سے تھی آپ اسے ایک طرف رکھیں وہ بہت بلندی کی

بات ہے میں آپ کو کافروں کی محبت بتاتا ہوں۔ یہودیوں کا قبیلہ جس پہ قتل کا حکم ہوا تھا حضرت سعد رضی اللہ عنہ زخمی تھے۔ یہودیوں نے بدعہدی کی جنگ میں اہل مکہ کو اسلحہ بھی دیا ساتھ بھی دیا ان مکے والوں کی شکست کے بعد نبی ﷺ نے ان کا محاصرہ کرلیا بات ہوئی آپس میں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم مدینہ خالی کردو تم بد عہد لوگ ہو ہم تمہیں معاف کردیں گے۔ انہوں نے کہا نہیں ہمیں آپ ﷺ کا فیصلہ نہیں چاہئے ہم کسی اور کو ثالث بنائیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا جسے چاہو بنالو۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ زخمی تھے۔ انہوں نے کہا ہمارا فیصلہ سعد رضی اللہ عنہ کرے گا۔ اس لئے کہ وہ انصار میں تھے اور قبول اسلام سے پہلے اس قبیلے کے ساتھ ان کی دوستی تھی تعلق تھا ان کے روسا کے ساتھ لیکن کیسے بدبخت تھے کہ رحمت للعلمین ﷺ کا فیصلہ قبول نہ کرپائے آپؐ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا نبی کریمؐ نے ان کا خیمہ مسجد نبوی ﷺ میں لگوا دیا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دعا کی تھی بار الہا مجھے تب تک مہلت دے دے جب تک ان یہود کا فیصلہ نہیں ہوجاتا اس کے بعد مجھے اسی زخم سے شہادت نصیب فرمالیکن تب تک مجھے مہلت دے دے میں اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہوں فیصلہ ہی اللہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا انہوں نے فیصلہ کیا کہ ان کے بالغ مردوں کو قتل کر دیا جائے' ان کی بالغ عورتوں کو کنیزیں بنالیا جائے اور ان کے بچوں کو غلام بنالیا جائے ان کے اموال بحق سرکار بیت المال میں ضبط کرلئے جائیں ان کے جرم کی سزا یہ ہے اور حضور ﷺ نے فرمایا سعد رضی اللہ عنہ نے وہ فیصلہ کیا جو کتاب اللہ کے مطابق ہے اس پر عمل درآمد ہوا بڑی بڑی کھائیاں کھود دی گئیں اور یہود کے روسا کو اور جوانوں کو لایا جاتا اور قتل کرکے کھائی میں پھینک دیا جاتا عمل درآمد شروع ہوگیا ایک یہودی پکڑا ہوا آیا اور اس نے پکڑنے والے سے کہا میں نے ایک زمانے میں ایک مسلمان کی جان بچائی تھی اس کا نام فلاں تھا صحابی ہے نبی کریمؐ کا ان سے پوچھا گیا انہوں نے تصدیق کی ہاں' اس نے میری جان بچائی تھی اس نے کہا پھر آج تم میری جان بچاؤ وہ اسے حضورؐ کے سامنے لے گیا سارا واقعہ سنایا آپ ﷺ نے فرمایا تم اسے جان کی امان دے سکتے ہو یہودی نے عرض کی حضور ﷺ اگر میں بچ بھی گیا میرا مال حکومت نے ضبط کرلیا میری بیوی کنیز بن گئی میرے بچے غلام ہوگئے میرے زندہ رہنے کا کیا فائدہ ہوگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسے اس کی بیوی بھی دے دو اسے اس کے بچے بھی دے دو اور اسے اس کا مال بھی دے دو اور اسے اجازت دے دو کہ یہ اپنے اونٹوں پر اپنا سامان لاد کر چلا جائے یہاں سے ہجرت کرجائے اس نے اپنا سارا سامان جمع کیا بیوی بچوں کو اونٹوں پر بٹھایا غلاموں کو ساتھ روانہ کیا انہیں بھیج دیا باہر جو اپنے قبائل تھے ان کی طرف اور پھر وہیں آگیا وہ جو عمل درآمد کر رہے تھے احکام نبوی ﷺ پر ان سے پوچھا کہ ہمارے قبیلے کا جو ں سردار تھا اس کا کیا ہوا انہوں نے کہا وہ تو قتل ہوچکا ہے کب کا تو کہنے لگا خدا کے لئے میری گردن بھی مار دو میں اس کے بعد زندہ نہیں رہنا چاہتا اور موجود۔ تاریخ میں کہ وہ وہیں قتل ہوا اتنی دوستی تو کافر بھی وں سے نبھا گئے ایک معیار ہے نا دوستی کا محبت کا یا تعلق کا ایک معیار ہے ناکہ ایک کافر نے بھی کافر سے کتنی دوستی کی' اس نے کہا میرے پاس کوئی ایسا تصور نہیں ہے کہ میں اس کے بغیر زندہ رہوں وہ قتل ہو جائے اور میں زندہ رہوں۔

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم اگر محمد رسول اللہ ﷺ کا اتباع کریں گے اور آپؐ کے احکام اپنے ملک میں نافذ کریں گے تو کیا امریکہ برداشت کرے گا۔ خدا کی قسم جتنی اس یہودی کی یہودی سے دوستی تھی ہمارا اتنا بھی تعلق نہیں بنتا محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ' کیسی عجیب بات ہے کہ چودہ کروڑ مسلمانوں کا ملک ہے اور نفاذ اسلام کے لئے سارے کمزور ہیں چند مغرب پرست جو ایک فیصد نہیں بنتے چند خاندان جو انگریزوں کے کتے نہلانے والے تھے جو غدار تھے شروع سے جدی پشتی غدار' جنہوں نے قوم کا دین قوم کا خون' قوم کی آبرو بیچ کر انگریزوں سے جاگیریں لیں وہ سارے ملک کو یرغمال بنائے بیٹھے ہیں اور کوئی ان کے ڈر سے منہ نہیں کھولتا۔ کوئی بات تک نہیں کرتا' سوچنا بھی جرم ہوگیا ہے کونسا قانون ہے وہ کون سی عدالت ہے وہ اور کیا جواز ہے اس کا جب اللہ کا قرآن ایک چیز کو حرام قرار دیتا ہے' جب قرآن کہتا ہے سود حرام ہے وہ کونسی عدلیہ ہے جو سود کے بارے مقدمات سن رہی ہے کہ یہ حرام ہونا چاہئے یا نہیں ہونا چاہئے کسی کافر ملک کی کوئی قانونی عدالت سنتی تو حیرت نہ ہوتی۔ آپ نے شرعی عدالت بنائی' شریعت کورٹ بنائی اس نے کہہ دیا کہ جناب سود کے حلال کرنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ سود حرام ہے قطعاً" حرام ہے اس کی کوئی اجازت نہیں پھر آپ کہتے ہیں جی اس پر حکومت نے اپیل کردی تو جس کے پاس اپیل کی جاتی ہے اصل عدالت وہ ہوتی ہے فیصلہ نافذ جو ہوتا ہے وہ اس عدالت کا ہوتا ہے جسے اپیل سننے کا اختیار دیا جاتا ہے اس سے نیچے جس عدالت کے خلاف اپیل ہوتی ہے وہ اپنے فیصلے پر تب تک عمل درآمد کرانے کی مجاز نہیں ہوتی جب تک اپیلٹ اتھارٹی اسے قبول نہ کرلے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو قانون جو نظام انگریز نے بنایا تھا وہ معتبر ہے اور جسے آپ اسلام اور شریعت اور

شرعی عدالت کہتے ہیں وہ غیر معتبر ہے۔ یہاں تو ہم یہ اپنے سونے کے زور پر منوا رہے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں لیکن ایک دن آنے والا ہے جب فیصلے حق پر ہوں گے ہم کیسے مسلمان ہیں یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ الحمد اللہ نصف صدی ہو گئی مجھے اس فیلڈ میں کام کرتے یار پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمارے اندر بھی کچھ نہیں رہا ہم میں باتیں ہی رہ گئی ہیں۔ شاید حقیقت ہم میں بھی نہیں رہی کچھ ہوتا تو لوگ ضرور بدلتے اور یا پھر لوگ اس سطح پر گر گئے ہیں کہ اب وہ تبدیلی کے قابل بھی نہیں رہے یا دونوں باتیں واقع ہو چکی ہیں یا دو میں سے ایک یقیناً ہو چکی ہے آپ دیکھیں اسلام میں کیا جذبے تھے محبتیں اسلام کس طرح بانٹتا تھا کس طرح تبدیلی ہوتی تھی کہ شام کو ایک آدمی نے آکر مغرب کے وقت مسجد نبوی ﷺ میں اعلان کر دیا کہ مجھے سمجھ آگئی یا رسول اللہؐ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ مجھے کلمہ پڑھائیے میں آپؐ کا خادم ہوں صبح ایک لشکر جہاد پہ جارہا تھا فرماتے ہیں تم اس کے جرنیل ہو تم امیر ہو کمانڈر ہو تم اس کے، بھئی اسے تو مجلس کا موقع بھی نہیں ملا ساتھ رہنے کے لئے چند دن بھی نہیں ملے پورے عبادات سیکھ بھی نہیں پایا آپؐ نے اسے کمانڈر بنا کر بھیج دیا ایک نہیں کتنے ایسے کمانڈر ملتے ہیں جو شام کو آئے اور صبح جرنیل بن کر اپنی فورس لیکر چلے گئے کہو مورخ سے کہ ان میں سے کسی جرنیل کو ناکام جرنیل ثابت کرے اور جرنیل بنانے کے لئے ایک شخص کی عمر لگ جاتی ہے اس کی بھنویں سفید ہو جاتی ہیں۔ اربوں روپے قوم کے خرچ ہوتے ہیں دنیا کے بہترین اداروں میں وہ کورسز کرتا ہے کہو مورخ سے کہ آپ کے سارے جرنیلوں میں سے چنے آپ کو گزشتہ پچاس سالوں میں چند نام نظر آئیں گے جنہیں تاریخ قبول کرے گی کہ یہ کامیاب جرنیل تھے ورنہ سب کے سامنے ڈیش ڈیش ڈیش ہی آئے گا۔ وہ کیا بات تھی؟

والذین امنو اشد حبا اللہ جسے نور ایمان نصیب ہوتا تھا عشق الٰہی میں مبتلا ہو جاتا تھا اور جب دل میں عشق الٰہی آتا ہے او علمنہ من الدنا علما علم کے خزانے اس کی ذات سے اس دل پہ مترشح ہونے لگتے ہیں۔ وہ سمندر بن جاتا ہے علوم کا ہر کام کرنا سیکھ جاتا ہے یہاں تو یہ حال ہے کہ دس دس بارہ بارہ سال جو لوگ ہم سفر رہتے ہیں اس کے بعد وہ پھر کہتے ہیں جی میرے لئے دعا کریں میرے دل میں بڑے شکوک آرہے ہیں۔ ارے تیرا دل کبھی سلامت تھا ہی نہیں کیسی عجیب بات ہے روز اخباروں میں ہم پڑھتے ہیں فلاں محلے سے لڑکی اغوا ہو گئی، فلاح لڑکی کی شادی تھی اغوار ہو گئی۔ یہ جو اغوا ہو جاتی ہیں کیوں ہو جاتی ہیں؟ دماغ خراب ہوتا ہے؟ ان کا ایک معزز باپ نہیں ہوتا، ان کی ایک محبت کرنے والی ماں نہیں ہوتی، ان کے بڑے چھوٹے بہن بھائی نہیں ہوتے، ان کا ایک خاندان نہیں ہوتا ان کے چچے ماموں پھوپھیاں، خالائیں نہیں ہوتیں وہ ایک خاندان میں پندرہ بیس سال گزار نہیں چکی ہوتیں وہ سب کو کیوں لات مار دیتی ہیں کسی ایک فرد کے ساتھ انہیں محبت ہو جاتی ہے یعنی بندے کی بندے سے محبت میں اتنی طاقت ہے اور یہ جو ہمارے پاس اللہ کی محبت کے مدعی بیٹھے ہیں انہیں شک پڑ جاتے ہیں ان کے لئے دعا کرو انہیں وہم ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ ارے جسے اللہ سے تعلق پر بھی وہم آئے اس کے لئے کوئی کیا دعا کرے گا۔ آخر ہم نے بھی اس معاشرے میں عمریں گزاری ہیں، ہم نے بھی کسی سے محبت کی تھی، ہم بھی کسی کی محبت کے اسیر ہیں ہم بھی کسی سے محبت نبھائے جارہے ہیں ہمیں تو آج تک کوئی وہم نہیں آیا ہمیں کسی نے تو آج تک اس پر طعنہ دینے کی جرات بھی نہیں کی ہم سے آج تک کسی نے پوچھا بھی نہیں کہ تم اس شخص سے اتنا پیار کیوں کرتے ہو اس لئے نہیں کہ ہم میں کوئی کمال تھا ہم تو خطا کار ہیں گنہگار ہیں ہزاروں خطائیں ہیں لیکن ہماری محبت میں انشاء اللہ نہ بال آیا ہے اور نہ آئے گا۔

محبت جذبہ ہی ایسا ہے کہ جس میں سود وزیاں نہیں ہوتا محبت جذبہ ہی ایسا ہے کہ جس میں لوگوں کی باتوں کی پرواہ نہیں کی جاتی محبت جذبہ ہی ایسا ہے کہ جس میں نفع و نقصان تولا نہیں جاتا وہ ہو جاتی ہے وہ کی جاتی ہے اور صرف کی جاتی ہے نتائج کی پرواہ نہیں کی جاتی ہم کیوں ناکام ہیں؟ ہمیں محبت کرنا نہیں آیا۔

ہم نماز پڑھتے ہیں بیگار کاٹتے ہیں آپ غور سے بیٹھ کر دیکھئے کبھی لوگوں کو وضو کرتے آدھے اعضا گیلے ہوں گے آدھے خشک ہوں گے اور بھاگ جائیں گے۔ نماز پڑھتے دیکھئے جو رکوع میں گیا واپس نہیں آئے گا وہیں سے سجدے میں گر جائے گا سجدے میں گیا تو جلسہ نہیں کرے گا وہیں دو ٹھونگیں مارے گا ایسے جیسے پولیس لگی ہوئی ہے اس کے پیچھے اور اسے بھاگ کر نکلنا ہے اس پراسس سے۔ کیوں؟ گلے پڑ گئی ہے ہم نبھا رہے ہیں ہمارا دل اس میں نہیں ہے۔

ہندوستان کے ایک بزرگ تھے ان کا ایک برخوردار حج پر گیا اور ان دنوں ایک سال لگتا تھا مکہ مکرمہ آنے جانے میں۔ پہلے ریل کے سفر کرتے کرتے بمبئی پہنچو پھر بمبئی کی بندر گاہ سے جہاز جدے لے کے جاتا مہینے کا سفر ہوتا تھا پھر آگے یا پیدل یا اونٹوں پہ سارا عرب گھوما کرتے تھے تو ایک سال لگ جاتا تھا تو اس نے اپنے بزرگ کو وہاں سے پیغام بھیجا کہ فلاں کام بھی تھا فلاں بھی تھا فلاں بھی تھا اس کی نگرانی فرمائیے گا۔ تو انہوں نے اسے جواباً لکھا کہ تم وجود تو مکہ لے گئے دل ہندوستان

میں چھوڑ گئے۔ اس سے تو بہتر تھا کہ تمہارا وجود یہیں رہتا اور تمہارا دل مکے میں ہوتا۔ تو نے کیوں یہ سفر کیا جب تمہاری توجہ' تمہارا دل' تمہارے خیالات سب کچھ یہاں ہیں۔ اس وجود کو اٹھا کر وہاں کیوں لے گئے کیوں دھکے کھا رہے ہو؟

ہم نے وجود سے تو مسلمانی منوائی دل سے منوا نہیں پارہے اور یاد رکھئے جب تک ہمیں عشق الٰہی نصیب نہیں ہوگا جب تک ہمیں اللہ سے محبت نہیں ہوگی' جب تک ہمیں رسول اللہ ﷺ سے محبت نصیب نہیں ہوگی عشق نصیب نہیں ہوگا تب تک ہم پر چمار ہی حکومت کریں گے۔ یہ سزا ہے اللہ کی طرف سے اللہ کریم کی طرف سے سزا ہے کہ ملک کے بدترین لوگوں کو قوم پر حکمران بنادے' لٹیروں کو چوراچکوں کو عزتوں کے لٹیروں کو مال کے لٹیروں کو اخلاق و کردار کے لٹیروں کو قومی امور پر حاوی کردے اور حکمران بنادے اس لئے کہ قوم کے دل میں اس کی جگہ کوئی اور لیتا ہے ہماری محبتیں ہماری نفسانی خواہشات کے لئے وقف ہوگئیں' ہماری محبتیں ہماری دنیوی حاجات کے لئے وقف ہوگئیں۔ حالانکہ محبت صرف اور صرف اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا حق تھا۔ باقی سب محبتیں ضروریات کے تحت ہیں اور وہ رہتی ہیں اور وہ رہیں گی لیکن ان میں کسی میں وہ جان نہیں ہونی چاہئے کہ وہ محبت الٰہی کے راستے میں دیوار بن جائے۔

حضرات! کسی خاص فرد کی' کسی ایک بندے کی کسی ایک ذات کی بات نہیں ہے یہ ہماری اجتماعی صورت حال ہے بحیثیت قوم کے ہم جس قعر ذلت میں ہیں ہم اس کے جو مختلف علاج سوچتے رہتے ہیں میری ذاتی رائے میں' جو اللہ نے مجھے توفیق دی ہے سمجھنے کی' ہمارا علاج یہ ہے کہ ہم اللہ سے اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرلیں اور ایسی کہ ہم انہیں ٹوٹ کر چاہیں۔ نتائج سے بالاتر ہو کر' اسباب اور وسائل سے بالاتر ہو کر۔ میں تو دعا ہی دے سکتا ہوں مجھے نہیں پتہ یہ دعا ہے یا بددعا تصور ہوگی میں تو یہ چاہتا ہوں کہ اللہ میرے سمیت ہم سب کے دلوں کو اپنے عشق سے روشن کردے ایک شعر تھا کسی پرانے شاعر کا اور بڑا مزے دار تھا اس نے بھی دعا دی تھی کہ

اللہ کرے عشق کا بیمار تجھے بھی
روتا ہوا دیکھوں پس دیوار تجھے بھی

کرنل صاحب تشریف رکھتے ہیں انہوں نے یہ شعر سنا تو کہنے لگے نہیں! صحیح نہیں ہے اس کا دوسرا مصرعہ تبدیل ہونا چاہئے۔

کیا ہونا چاہئے؟

روتا ہوا دیکھوں سربازار تجھے بھی

پس دیوار کا کیا مزا آئے گا

اللہ کرے عشق کا بیمار تجھے بھی
روتا ہوا دیکھوں سربازار تجھے بھی

یہ تبدیلی اس بابے نے کی تھی اس عمر میں بھی عشق لڑائے پھرتا ہے اللہ سے اور عشق کے لئے عمروں کی قید نہیں ہے' ذاتوں کی قید نہیں ہے کسی علم کی قید نہیں ہے بس کرنے کا کام ہے اور اللہ آپ سب کو نصیب کرے

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین۔

ضرورت رشتہ

سلسلہ عالیہ کے ساتھی کی بچی عمر 24 سال خلع یافتہ' سلسلہ عالیہ سے نسبت ہے۔ تعلیم بی۔ اے امور خانہ داری سے واقف' کے لئے سلسلہ عالیہ کے ساتھی کا رشتہ درکار ہے۔

رابطہ کے لئے۔ حافظ غلام قادری

دارالعرفان' راولپنڈی فون 051-504575

بحر آرزو کے پار چلیں

آسیہ اعوان' چکوال

اس سا کوئی خوش نصیب کیا ہوگا
جو شخص خیر القرون میں جیا ہوگا
ان لوگوں نے کیا نصیب تھے پائے
فیض صحبت سے اصحاب کہلائے
بات سن کر نگاہ جھکاتے تھے
نگاہ اٹھاتے تھے سامنے پاتے تھے
راہ چلتے ملاقات ہو جایا کرتی
جاکے مسجد میں بات ہو جایا کرتی
لڑ کر مر جاتے ہم رکابی میں
سب سے آگے تھے فیض یابی میں
زندگی عشق رسولؐ تھی ان کی
قبر میدان کی دھول تھی ان کی
فرشتے آتے تھے غسل دینے کو
خاطر فردوس پھول لینے کو
رشک ان پر تو آسمان کرے
باتیں ان کی دنیا بیان کرے
آؤ ہم بھی اس سفر کو چلیں
لوٹ کر آج اپنے گھر کو چلیں
شائد ہو ان کا ادراک ہمیں
مل سکے جرات بے باک ہمیں
ان کی راہوں پہ ہم بھی ڈٹ جائیں
ان کی عظمت پہ ہم بھی کٹ جائیں
قدم پیچھے کبھی نہ ہٹ پائیں
سانسیں ساری اسی میں کٹ جائیں
دنیا فانی کو ٹھوکروں پہ دھریں
جینا دین پہ ہو اور اسی پہ مریں
آؤ چلتے ہیں واں پلٹ کر ہم
بچھڑے ہیں جس سے کٹ کر ہم
کوئی قیمت نہیں ہے یہ بھاری
نسل آدم ہوئی ہے کیوں عاری
آؤ جان سے قرض اتار چلیں
بحر آرزو کے پار چلیں
اس کی جنت کو ہم کریں آباد
کسی گوشے میں ہو سکیں دلشاد

مہنگائی کا جن اور بوتل ....چند تجاویز

تحریر۔انجینئر میجر راشد مفتی

پاکستان کو معرض وجود میں آئے ہوئے باون برس گزر چکے ہیں۔ ہم ایٹمی قوت بھی بن چکے ہیں۔ لیکن پاکستان اس وقت بھی شدید معاشی بدحالی کا شکار ہے۔ اربوں روپے کے قرضے لیکر بیرون ملک محل اور جائیدادیں بنانے والے سیاست دان اور بیورو کریٹ عیاشی کی زندگی بسر کر رہے ہیں' ملک بھر میں بے روزگاروں پر نوکریوں کے دروازے بند ہیں۔ شدید مہنگائی اور بیروزگاری کے ہاتھوں پریشان حال شہری خودکشی کر رہے ہیں۔ وہ اس انتہائی اقدام پر مجبور ہیں۔ ملک کی زیادہ تر آبادی ناخواندہ ہے جس کی وجہ سے ترقی کی رفتار کم ہوئی ہے۔ اس سے معاشی زندگی تقریباً" ختم ہو چکی ہے۔ غربت نے غریبوں کے گھروں میں ڈیرے ڈال دیئے ہیں۔ گذشتہ باون برسوں سے ایک طبقہ ملک کو خوش حال دیکھنے کا آرزو مند ہے۔ یہ طبقہ یہ آرزو لئے قبروں میں جا لیٹا ہے۔

دوسرا طبقہ بھی یہی حسرت لئے غربت کے ہاتھوں آگے جانے کے لئے تیار بیٹھا ہے۔ خوشحالی تو صرف وی آئی پی اور مراعات یافتہ لوگوں کے لئے ہے جنہوں نے بھاری مینڈیٹ دیا وہ غریب اپنے لئے پیکیج کا انتظار ہی کرتا رہا ہے۔ مہنگائی کا جن بوتل سے باہر نکل آیا ہے۔ جب بھی قربانی کی ضرورت ہوتی ہے مراعات یافتہ طبقہ تو اس قربانی کے نزدیک بھی نہیں آتا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اب قربانی اس مراعات یافتہ طبقے کو دینی چاہئے یا پھر حکمرانوں کو۔

مڈل کلاس یعنی متوسط طبقہ معاشرے میں بسنے والے ان افراد کا مجموعہ ہے جو ہر روز کسی نہ کسی مسئلہ کا شکار ہوتے ہیں ہر صبح ان کے لئے کوئی نئی مشکل لے کر آتی ہے اور ہر شام ان کی جائز خواہشات کا گلا گھونٹ دیتی ہے۔ اس بے بس اور مجبور طبقہ سے تعلق رکھنے والے افراد مر مر کر اور جی جی کر مرتے ہیں۔ اپنی سفید پوشی کا بھرم قائم رکھنے کے لئے وہ اپنے اوپر کئی خول چڑھا کر رکھتے ہیں۔ بچوں کی تعلیم سے لیکر جوان بیٹی کی شادی تک اور گھر کے سودا سلف سے لیکر بیٹے کے روزگار تک ان کو سو طرح کے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کی وجہ سے یہ طبقہ مختلف بیماریوں کی فیکٹری بن گیا ہے۔

ہمارا ملک کن لوگوں کے ہاتھ میں ہوگا۔ یہ پود جو آج کل ٹی وی پر نظر آتی ہے یہ دو ٹکے کے ناچے' بھانڈ' مسخرے گلوکار بلے باز کھلاڑی' اداکار جن کو ہیرو کا درجہ دیا جا رہا ہے۔ ان کی پیروی کا سبق قوم کو دیا جا رہا ہے۔ ان کو ہر ٹی وی پروگرام کے آخر میں کہا جاتا ہے کہ قوم کے نام پیغام دیں۔ سکرین پر لمبے بالوں کی پونی ٹیل میں ربڑ کا چھلا ڈال کر کانوں میں بالیاں پہن کر رقص کرتے ہیں ان کے ارد گرد سینکڑوں پاکستانی جوان ان کے ساتھ بازو اٹھا اٹھا کر لٹک رہے ہوتے ہیں۔ یہ ہیں ہمارا مستقبل۔ ہم اپنے بچوں کو یہ شکل دینا چاہتے ہیں یہ پاکستان کے مستقبل کے معمار ہیں۔ یہ سنواریں گے پاکستان کو؟

گذشتہ دو سالوں میں موجودہ حکومت مزید قرضوں کے حصول اور ان کی ری شیڈولنگ کے لئے جو پاپڑ بیلتی رہی ہے اگر ملکی معیشت کو سنوارنے کے لئے کمر ہمت کس لیتی تو صورت حال قطعی مختلف اور اطمینان بخش ہو سکتی تھی۔ ایک اندازے کے مطابق بیرونی ممالک میں پاکستانیوں نے ڈیڑھ کھرب ڈالر جمع کروا رکھے ہیں۔ اس خطیر رقم کو پاکستان واپس لانے کے لئے بھی کوئی ٹھوس کاوش نہیں کی گئی۔ اگر اس کا ایک چوتھائی بھی واپس لایا جائے تو ہم اپنے قرضوں کو بے باق کر سکتے ہیں۔ مگر مراعات یافتہ طبقہ بدعنوان اور مفاد پرست لوگوں نے قومی مفادات کو ذاتی منافع کی خاطر داؤ پر لگا دیا ہے۔ بے حسی اور ڈھٹائی کا یہ عالم ہے کہ جناب آفتاب شیرپاؤ جو غریبوں کے ہمدرد بنتے ہیں فخر کے ساتھ اعلان کر رہے ہیں کہ انہوں نے پانچ لاکھ پونڈ کا سرمایہ انگلستان کے بینکوں میں جمع کرایا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ملک کے بااختیار اور مراعات یافتہ طبقہ ملکی قانون کا کیسے مذاق اڑاتا ہے۔ جس قوم کے ہیرو ناچے' اور بھانڈ گلوکار بلے باز' اداکار کھلاڑی ہوں اس قوم سے یہ توقع کیسے کی جاسکتی ہے کہ وہ اربوں روپے کے قرضے آئندہ ملک کو ترقی کے لئے استعمال کریں گے۔ یہ قوم کے تو بسنت جیسے ہندو میلے پر کروڑوں اربوں روپے خرچ کر دیتے ہیں اور فخریہ اس کا ذکر کرتے ہیں۔ ایک فاقہ پرست قوم آج کی دنیا میں خودداری' غیرت اور آزادی کی نعمتوں سے کیونکر بہرہ ور ہو سکتی ہے۔ اس سے پہلے کہ یہ بھانڈ اور ناچے

اس ملک کو کھا جائیں ہمیں ابھی سے ہی توانائی کے ذرائع تلاش کرنے چاہئیں۔

قدرت نے ہمیں بے شمار اور لامحدود ذرائع دیئے ہیں جن کو استعمال کرنے سے ہم توانائی میں خود کفیل ہو سکتے ہیں۔ ہم اس ضمن میں کچھ گزارشات پیش کرنا چاہتے ہیں تاکہ بجلی کے اس جن کو بوتل میں بند کیا جاسکے۔ اس میں توانائی' زراعت' گھریلو صنعتوں کا فروغ ہے۔

توانائی

ہم بجلی اور گیس پر اس قدر انحصار کرنے لگے ہیں کہ زندگی کا کوئی شعبہ اس کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا۔ ہمارے معمولی سے معمولی معمولات ان کے بغیر پورے نہیں ہو سکتے۔ ان کے متواتر استعمال سے ان کے ذخائر بتدریج کم ہوتے جا رہے ہیں۔ اگر ہم نے متبادل ذرائع تلاش نہ کئے تو ہم جلد ہی سخت بحران میں مبتلا ہو جائیں گے۔ ہمارے ملک میں توانائی حاصل کرنے کے مندرجہ ذیل ذرائع ہیں(1) گیس (2) کوئلہ (3) پٹرول (4) پانی (5) جوہری طاقت (6) سمندری لہریں اور مدوجزر (7) سورج کی روشنی (سولر انرجی) (8) ہوا (پن چکی) ان ذرائع کو مد نظر رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل طریقوں سے توانائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ ان طریقوں سے چھوٹے پیمانے پر فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ ان طریقوں کو استعمال کرنے سے کم از کم واپڈ اور سوئی گیس سے جان چھوٹ سکتی ہے۔

تیل پانی۔ چولہا

اس طریقے سے فوج میں بہت عرصہ تک لنگروں پر چولہے جلائے جاتے تھے۔ اس کا طریقہ یوں ہے کہ استعمال شدہ تیل (موبل آئل) جو گاڑیوں سے تیل بدلی کرنے پر نکلتا ہے اس کو پانی کے ساتھ ملا کر استعمال کرتے ہیں یعنی دو حصے تیل اور ایک حصہ پانی۔ استعمال شدہ تیل اور پانی کو الگ الگ ڈرموں میں ڈال دیتے ہیں اور پھر ٹونٹی لگا کر چولہے کے اندر ایک لوہے کی پلیٹ پر 2:1 کی نسبت سے ڈالتے ہیں۔ اس طریقے سے چولہے جلائے جاتے تھے۔ یہ طریقہ انتہائی سستا ہے۔ خرچ نہ ہونے کے برابر اور حرارت بھی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اس طریقہ سے جو دھواں بنتا ہے اس میں بغیر جلے کاربن کے ذرات زیادہ ہوتے ہیں۔ ان کو کم کرنے کے لئے ایک گڑھا کھود کر اس میں پانی بھر دیں۔ پھر دھوئیں کے لئے پائپ اس پانی بھرے گڑھے میں اس طرح رکھیں کہ پائپ پانی سے صرف چھ انچ اوپر ہو اور دھواں پانی سے ٹکرائے۔ اس طرح بغیر جلے کاربن کے ذرات پانی میں رہ جائیں گے اور صاف دھواں باہر نکل جائے گا۔ دوسرا یہ کہ اس دھواں میں بہت حرارت ہوتی ہے۔ اس کو بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس کے لئے ایک لوہے کی ہلکی چادر کا پائپ بنا کر سارے گھر کے کمروں میں سے گزاریں اور اس کا دوسرا سرے پانی کے پاس ہو۔ اس طرح آپ کا سارا گھر سردیوں میں گرم رہے گا اور کسی قسم کے ہیٹر کی ضرورت نہیں رہے گی۔

سولر انرجی۔ (شمسی توانائی)

آج کل شمسی توانائی عام ہے۔ باہر کے ممالک اس سے ہزاروں کام لے رہے ہیں۔ انہوں نے اس کو کار چلانے کے لئے استعمال کیا ہے۔ یہ طریقہ انتہائی سستا ہے اور اس کا کوئی خرچ نہیں آتا۔ چھوٹے پیمانے پر اس کا استعمال کیا ہے۔ یہ طریقہ انتہائی سستا ہے اور اس کا کوئی خرچ نہیں آتا۔ چھوٹے پیمانے پر اس کا استعمال فائدہ مند اور سستا ہے۔ پتہ نہیں ہماری حکومت اس طرف توجہ کیوں نہیں دے رہی۔ اس طریقہ سے گھروں میں بجلی اور گیس کی ضرورت کو کسی حد تک پورا کیا جاسکتا ہے۔

ونڈمل (ہوائی چکی)

اس طریقہ سے بڑے بڑے پنکھوں کی مدد سے بجلی حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس سے دریاؤں کنوؤں' ندی نالوں اور دوسری جگہوں سے پانی حاصل کیا جاسکتا ہے جو زراعت میں استعمال ہو سکتا ہے۔ دیگر ممالک میں اس سے بجلی حاصل کی جاتی ہے جو کئی صنعتوں میں استعمال ہوتی ہے۔ ہمارے ملک کے کئی ایسے علاقے ہیں جہاں پر ہر وقت تیز ہوا چلتی رہتی ہے۔ خاص طور پر شمالی علاقہ جات اور مکران میں تو یہ ہوائی چکیاں بہت بہتر طریقے سے استعمال ہو سکتی ہیں۔ اس سے وہاں بجلی اور پانی حاصل کیا جاسکتا ہے۔

بائیو گیس (گوبر گیس)

توانائی حاصل کرنے کا ایک اور طریقہ گوبر گیس کا طریقہ ہے۔ یہ طریقہ بھی انتہائی سستا ہے۔ اس کا پلانٹ اب بھی پنجاب گورنمنٹ کے پاس موجود ہے۔ چند سال پہلے گورنمنٹ نے کئی جگہوں پر یہ پلانٹ نصب کئے تھے۔ پھر نہ جانے اس طریقے کو کیونکر نہیں اپنایا گیا۔ حالانکہ اس طریقہ سے جو گیس پیدا ہوتی ہے وہ انتہائی سستی ہوتی ہے۔ اس کے لئے صرف ایک بھینس کے گوبر کی ضرورت ہے۔ ایک پلانٹ سے تقریباً چار پانچ گھر بڑی آسانی سے استعمال کر سکتے ہیں۔ اس طریقہ سے گاؤں کا تقریباً ہر گھر گیس حاصل کر سکتا ہے۔ اس طرف بھی حکومت کی توجہ کی ضرورت ہے۔

مٹی کے تیل کے پنکھے

ہمارے ملک میں لوڈشیڈنگ عام ہے۔ گرمیوں میں تو اس کی زیادتی انتہائی تکلیف دہ ہوتی ہے۔ گرمی سے بچنے کے لئے ہم مٹی کے تیل سے پنکھے چلا سکتے ہیں۔ یہ ایک بہت ہی سستا طریقہ ہے۔ ایک دیا تقریباً تمام رات کے استعمال کے لئے کافی ہے۔ اس قسم کے پنکھے اب بھی فوج میں استعمال ہوتے ہیں۔ ہماری فین انڈسٹری کو

چاہئے کہ اس کو رواج دیں۔ مٹی کے تیل سے جو توانائی حاصل ہوتی ہے اس کو ہم گھروں میں دوسری بجلی کی چیزیں بھی چلا سکتے ہیں۔ اس طرف بھی حکومت کی توجہ کی ضرورت ہے۔

پن بجلی (پانی سے بجلی حاصل کرنا)

یہ ایک سب سے آسان طریقہ بجلی حاصل کرنے کا ہے۔ بڑے پیمانے پر ہم بجلی پیدا کر سکتے ہیں۔ ہمارے ہاں دریاؤں اور نہروں کا جال بچھا ہوا ہے۔ ان کو استعمال کر کے ہم بجلی میں خود کفیل ہو سکتے ہیں۔ پنجاب' سرحد' سندھ میں نہروں کا سسٹم عام ہے۔ ان صوبوں میں ہم ان سے بجلی حاصل کر سکتے ہیں۔ ہر نہر پر 8-10 میل کے فاصلے پر ہائیڈرل پاور (بجلی گھر) بنائے جا سکتے ہیں۔ یہ سب بجلی گھر آپس میں ملے ہوئے ہوں تاکہ اگر ایک نہر صفائی کے لئے بند کرنی پڑے تو اس کی ضرورت دوسرے پن بجلی گھر سے پوری کی جا سکے۔ میں چند برس پہلے گلگت میں پوسٹڈ تھا۔ وہاں پر کینیڈا سے ایک وفد آیا تو اس کے ایک ممبر نے دریا سندھ کو دیکھ کر کہا تھا کہ اربوں ڈالر اس دریا کے پانی کی وجہ سے ضائع ہو رہے ہیں۔ اس کے کہنے کے مطابق اربوں ڈالر لے رہے ہیں جو کہ ضائع ہو رہے ہیں۔ شمالی علاقہ جات میں تو اس قسم کے پن بجلی گھر لگائے جا سکتے ہیں کیونکہ وہاں پر پانی کی فراوانی ہے۔ دیگر صوبوں میں اس قسم کے پن بجلی کے چھوٹے چھوٹے پلانٹ ہر محلے میں لگائے جا سکتے ہیں۔ ہر محلے کے علاوہ یہ ہر گھر میں لگ سکتے ہیں۔

آج کل تقریباً" ہر گھر میں چھت پر پانی کی سپلائی کے لئے ایک ٹینکی بنی ہوئی ہوتی ہے اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ ایک پانی کا ٹینک نیچے زمین کے اندر بھی بنالیں۔ نیچے پانی کے ٹینک کے لئے ایک عدد لکڑی یا ٹین کا پنکھا لگالیں۔ یعنی تقریباً" چھ انچ کا پائپ کی مدد سے اوپر والی ٹینکی کا پانی اس پنکھے کے اوپر گرائیں۔ پنکھے کے لئے ایک عدد چھوٹی سی ٹربائن لگالیں جو بجلی پیدا کر سکے۔ اس طریقہ سے ہر گھر میں بجلی پیدا کی جا سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اس قسم کے پلانٹ ہر محلہ میں لگائے جا سکتے ہیں جو کہ ایک محلے میں بجلی پیدا کر سکتے ہیں۔ حکومتی سطح پر اس قسم کے پلانٹ ڈیزائن پکے کئے جا سکتے ہیں۔ میں نے خود اپنے پولٹری فارم کے لئے چھوٹا سا پن بجلی پیدا کرنے والا ٹربائن کینیڈا سے ڈیزائن کروایا تھا۔ حکومت اس قسم کے چھوٹے چھوٹے پلانٹ درآمد کر کے نصب کر سکتی ہے۔ اس قسم کے چھوٹے پلانٹ گلگت اور چترال میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ اس قسم کے پلانٹ فوج میں لوکل طریقے سے استعمال ہو رہے ہیں اور خوب کامیاب ہیں۔

اسٹیلین گیس

آپ نے عموماً" دیکھا ہو گا کہ بازار میں گیس ویلڈنگ کے لئے ایک کیمیائی پتھر استعمال ہوتا ہے جس کو کیلشیم کاربائیڈ کہتے ہیں اس اگر پانی سے ملائیں تو اس میں گیس بنتی ہے جو کہ سفید رنگ کا شعلہ دیتی ہے اور اس کی حرات بہت زیادہ ہوتی ہے۔ کیلشیم کاربائیڈ بہت سستی چیز ہے گیس ویلڈنگ والے اس پتھر کو پانی کے ساتھ ملا کر گیس حاصل کرتے ہیں۔ اس کو استعمال کرنے کرنے کے پلانٹ بازار سے عام مل جاتے ہیں اس میں صرف ڈرم استعمال ہوتے ہیں اس طرح جو توانائی پیدا ہو گی اس کو گھریلو سطح پر استعمال کیا جا سکتا ہے جو کہ بہت سستی چیز ہے۔

اس طریقہ سے جو چونا پیدا ہو گا اس کو گھروں میں سفیدی کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے خاص طور پر ان جگہوں پر جہاں دیواروں پر نمی اور سفیدی اتری ہوئی ہوتی ہے اگر اس چونے سے سفیدی کی جائے تو دوبارہ نمی بھی نمودار نہیں ہوتی۔ کیونکہ گھروں میں عموماً" دیواروں پر کلر سا نکل آتا ہے۔ اگر ہم چونے سے سفیدی کریں تو کلر ختم ہو جاتا ہے۔

کارخانوں میں عموماً" چمنیوں سے دھواں نکلتا رہتا ہے جو کہ فضا میں آلودگی پیدا کرتا ہے۔ یہ دھواں بہت گرم ہوتا ہے اس دھواں کو یوں فضا میں چھوڑنے کی بجائے اس کو سردیوں میں کارخانے کو گرم رکھنے کے لئے استعمال کر سکتے ہیں اس کے علاوہ اس سے توانائی بھی پیدا کر سکتے ہیں۔ ہمارے سائنس دانوں کو اس طرف توجہ دینی چاہئے۔

ہمارے ہاں گھروں میں عموماً" پانی حاصل کرنے کے لئے موٹریں استعمال ہوتی ہیں لیکن لوڈ شیڈنگ کے زمانے میں پانی حاصل کرنے میں بہت دقت ہوتی ہے۔ گاؤں میں تو بجلی کئی گھنٹے تک بند رہتی ہے اس لئے پانی کا حصول بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ واٹر پمپ کا کنکشن جو کہ ایک بیلٹ کے ذریعے موٹر سے ہوتا ہے لوڈ شیڈنگ کے زمانے میں اس کا بیلٹ اتار دیں پھر واٹر پمپ کے ساتھ موٹر سائیکل یا سائیکل کا پہیہ ساتھ لگا کر اس کو چلائیں تو پانی نکلنا شروع ہو جائے گا۔ سائیکل یا موٹر سائیکل کا پہیہ وہی کام سرانجام دیتا ہے جو بجلی کی موٹر کرتی ہے۔

زراعت

ہمارا ملک ایک زرعی ملک ہے لیکن بہت افسوس کا مقام ہے کہ زرعی ملک ہونے کے باوجود ہم کئی اجناس درآمد کرتے ہیں۔ خاص طور پر گندم درآمد کرنا تو بڑے ہی شرم کی بات ہے۔ زراعت میں خود کفیل ہونے کے لئے میں نے چند سفارشات مرتب کی ہیں جس پر عمل کرنے سے کسی حد تک ہم مہنگائی پر قابو پا سکتے ہیں۔ زندگی کو رواں دواں رکھنے کے لئے گندم بہت ضروری ہے۔ ابھی ہم جتنی گندم پیدا کر رہے ہیں وہ ناکافی ہے اس کے لئے ہمیں اور محنت کی ضرورت ہے تاکہ ہم اس شعبہ میں خود کیل ہو سکیں۔ گندم کے بعد ہمیں دوسری اجناس کی بھی

اتنی ہی ضرورت ہے جتنی گندم کی ہے۔ پھر سبزیاں اور پھل بھی ضروری ہیں۔ ان چیزوں کو اگانے کے لئے ہمارے پاس زمین کی کمی نہیں ہے لیکن ہمیں اجتماعی طور پر اس کا شعور نہیں ہے۔ میں نے چین میں ایک زرعی فارم دیکھا تھا یہ فارم دو کنال زمین پر محیط تھا۔ اس میں اس کسان نے پانچ قسم کے پراجیکٹ شروع کر رکھے تھے۔ ان دو کنال زمین پر اس نے دو مچھلی کے تالاب بنائے پھر اس نے ان میں مچھلیاں ڈالیں۔ ان ہی تالابوں میں اس نے مرغابیاں اور بطخیں پالیں۔ تالابوں کے کنارے شہتوت کے درخت لگائے ان کے اوپر اس نے ریشم کی کیڑے پالے۔ درختوں کے نیچے اس نے کاشت کیں۔ تالابوں کے ایک طرف اس نے مرغابیاں اور بطخوں کے لئے انڈے دینے کی جگہ بنائی ہوئی ہے۔ ان تالابوں کے اوپر اس نے لوہے کی جالی لگائی ہوئی تھی تاکہ دوسرے پرندے ریشم کے کیڑوں کو نقصان نہ دے سکیں۔ تالابوں کے ایک طرف تو اس نے انڈوں کے لئے جگہ بنائی ہوئی تھی اور دوسرے کنارے پر اس نے مرغیاں پالی ہوئی تھیں۔ درختوں کے اوپر جو ریشم کا کیڑا کمزور ہو جاتا تو وہ تالابوں کے اندر گر جاتا تھا اور مچھلیوں کی خوراک بنتا تھا۔ ایسا ہم کیوں نہیں کر سکتے۔ ہم کسی سے دفاعی لحاظ سے کم نہیں ہیں۔ ہم یہ سب کچھ کر سکتے ہیں بس ہمیں اجتماعی شعور نہیں ہے۔ میں شمالی علاقہ جات میں کافی عرصہ رہا ہوں وہاں پر قدرتی طور پر زیرہ، جنگلی انار، چلغوزے اور سٹرابری ہوتے ہیں اس کے علاوہ پھل دار درخت بہت ہوتے ہیں۔ اور خوب پھل دیتے ہیں۔ زیرہ سٹرابری جب برف پگھلتی ہے تو نیچے سے زیرہ کے پودے نکلتے ہیں۔ اگر ان کو حکومت کی سرپرستی میں کاشت کیا جائے تو ہم کو کافی زرمبادلہ مل سکتا ہے۔ خاص طور پر ان علاقوں پر چلغوزوں اور انار کے بیج ہیلی کاپٹر کے ذریعے پھینکیں جائیں تو کافی فائدہ ہو سکتا ہے۔ اس طرح دوسرے پھل دار پودے کے بیج بھی پھینکے جاسکتے ہیں۔ اگر ان میں سے بیس یا تیس فیصد تک بھی اگ آئیں تو بہت فائدہ ہوگا۔

ہمارے پاس زمین کی کمی نہیں ہے۔ بے تحاشہ زمین فالتو پڑی ہوئی ہے۔ اس زمین میں ہم حکومت کی سرپرستی میں گندم یا دوسری اجناس موسم کے مطابق کاشت کر سکتے ہیں۔ خاص کردہ اجناس جو بارانی علاقے میں ہوتی ہیں۔ ہمارے ہاں سڑکوں کے کنارے بہت ساری زمین خالی پڑی ہوتی ہے۔ اس زمین میں موسم کے مطابق بیج ڈالا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ چین اور جاپان میں لوگ کرتے ہیں اس کے علاوہ کیکر شیشم اور دوسرے غیر ضروری درخت لگانے کی بجائے پھل دار درخت لگائے جائیں۔ اگر ہر جگہ خالی زمین پر سبزیاں اور دوسری اجناس کاشت کی جائے تو کافی فائدہ ہو سکتا ہے۔ پہلے پہل تو لوگ ایک دو سال ان کو مال مفت دل بے رحم کے طور پر استعمال کریں گے۔ بلکہ اجاڑنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ پھر دو تین سال میں ان چیزوں کے عادی ہو جائیں گے اور انہیں پتہ چل جائے گا کہ یہ چیزیں صرف ان کے لئے ہیں تو وہ اسے ضرورت کے مطابق استعمال کریں گے۔ ان چیزوں کا تصور دلانے کے لئے ہر روز ایک پروگرام ٹی وی پر ہونا چاہئے یہ پروگرام ٹی وی پر ناچوں گلوکاروں 'بھانڈوں' بلے بازوں کے پروگرام کم کر کے کیا جاسکتا ہے۔ ان میں چھوٹے چھوٹے پروگرام لوگوں کو دیئے جائیں۔ یہ محکمہ زراعت اور دوسرے ماہرین کر سکتے ہیں ہماری قوم بہت محنتی ہے۔ ان کو صرف شعور دینے کی بات ہے۔

سب سے دکھ والی بات یہ ہے کہ گاؤں کے لوگ بھی سبزیاں بازار سے خریدتے ہیں۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ گاؤں میں ہر گھر کے پاس کچھ نہ کچھ زمین گھر کے اندر خالی پڑی ہوتی ہے جو کہ استعمال میں نہیں ہوتی اور دوسرا لوگ گھروں میں عموماً" پھل دار درختوں کی بجائے کیکر وغیرہ کے درخت لگاتے ہیں۔ ان کو چاہئے ان درختوں کی بجائے پھل دار درخت لگائیں تاکہ فائدہ ہو۔ ٹی وی اور دوسرے میڈیا کے ذریعے لوگوں کو شعور دلایا جائے کہ خالی زمین پر سبزیات کاشت کریں تاکہ بازار سے نہ خریدنی پڑیں اور کچھ بچت ہو۔ جن کے پاس گھروں میں زمین نہیں ہے یا پکی جگہ ہے وہ سبزیات گھی کے خالی ڈبوں یا اس طرح کی دوسرے میٹریل میں یہ کام کر سکتے ہیں۔ گاؤں کے ہر گھر میں گھڑے اور دوسرے برتن استعمال ہوتے ہیں۔ ٹوٹنے پر ان میں مٹی ڈال کر سبزیاں لگائی جاسکتی ہیں۔ تاکہ ہروقت استعمال ہو سکیں اس کی تعلیم کے لئے ہم ریڈیو ٹی وی اور دوسرا میڈیا استعمال کر سکتے ہیں۔ انشاء اللہ لوگ دو تین سال میں ان چیزوں کے عادی ہو جائیں گے اور یہ چیزیں ان کی زندگی کا حصہ بن جائیں گی۔ اس کے علاوہ گوشت کے اور انڈوں کے لئے گھر میں بٹیر بطخیں اور مرغیاں پالی جاسکتی ہیں۔ شہروں میں جہاں جگہ نہیں ہے وہاں پر چھت کے اوپر مٹی ڈال کر ہی کام لیا جاسکتا ہے۔ چین اور جاپان میں یہ چیز عام ہے۔ یہ چیزیں تو گائیڈ لائن کے طور پر بتائی جارہی ہیں۔ ایسے ہزاروں طریقہ سوچے اور اپنائے جاسکتے ہیں جس سے فائدہ ہو سکے گا۔ پہلے پہلے حکومت کی سرپرستی میں خالی زمینوں میں پہاڑوں اور میدانوں میں ہیلی کاپٹر یا جہاز سے بیج سپرے کرنے پڑیں گے۔ بعد میں خود بخود روٹین میں کام ہوتا رہے گا۔ اس بات کی منصوبہ بندی کے لئے ہمارے ماہرین چین اور جاپان سے مدد لے سکتے ہیں۔ گھریلو سطح پہ یہ سب کام عورتیں کر سکتی ہیں۔ کیونکہ ان کے مرد حضرات جب کام پر چلے جاتے ہیں تو عورتیں گھروں میں فارغ ہوتی ہیں۔

یا پھر وہ آپس میں مل کر لڑائی جھگڑے کرتی ہیں اگر ان کو یہ کام سپرد کر دیئے جائیں تو کافی حد تک گھروں میں سکون ہو جائے گا۔ اس میں کچھ کام حکومت کے کرنے کے ہیں جیسا کہ اگر کسی گاؤں کے پاس زمین خالی ہے یا حکومت کی زمین ہے تو اس میں موسم کے مطابق اجناس ڈال کر اس کی ذمہ داری نزدیکی گاؤں والوں کو دے دیں اور ان کا دوسرے گاؤں والوں سے مقابلہ کروا دیں کہ کس کی فصل اچھی اور زیادہ ہوتی ہے اس کے انشاء اللہ خاطر خواہ نتائج بر آمد ہوں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کو میڈیا سے سادگی کی تلقین بھی کریں تاکہ ملک کا قرضہ اتر سکے۔ لیکن اس کے لئے حکومتی سطح بھی عملی نمونہ پیش ہونا چاہئے گھروں میں عموماً ہماری بیگمات صبح سے دوپہر تک فارغ ہوتی ہیں اس فارغ وقت میں وہ خوب کام کر سکتی ہیں مثلاً وہ اس علاقے کی صنعتوں کے مطابق استعمال ہونے والی چیزیں، حصے پرزے وغیرہ گھر میں بنا سکتی ہیں۔ مثلاً گجرات میں پنکھوں کی صنعت عام ہے عورتیں گھر بیٹھ کر اس کے پلاسٹک کے حصے پرزے بڑے آسانی سے بنا سکتی ہیں اور گھر چلا سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ عورتیں گھروں میں سویاں وغیرہ بنا سکتی ہیں اس کے علاوہ وہ ہزاروں ایسی چیزیں ہیں جو کہ وہ گھر بیٹھ کر کر سکتی ہیں۔ اس کے لئے حکومت کا فرض ہے کہ وہ ان کی حوصلہ افزائی کرے اور تقریباً پچاس ہزار روپے تک ان کو بغیر سود کے قرضہ دے انشاء اللہ ان کے نتائج بہت بہتر بر آمد ہوں گے۔

یہ چند گزارشات میں نے مثال کے طور پر پیش کی ہیں۔ اگر ان پر ہی عمل کیا جائے تو انشاء اللہ ہم ان سے کافی فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور ملک کا قرضہ اتارنے میں حصہ دار بن سکتے ہیں لیکن اس کے لئے تھوڑی سی قربانی کی ضرورت ہے جو کہ صرف غریب ہی نہ دے بلکہ سرمایہ دار اور وڈیرے اور جاگیردار بھی اس میں حصہ لیں۔ اب ہم اکیسویں صدی میں داخل ہو رہے ہیں اور ہم خدا کے فضل و کرم سے ایٹمی قوت بھی بن چکے ہیں اب ہمیں وہ پرانے سکہ بند طریقے چھوڑ کر نئے طریقے سوچنے چاہئیں اس کے ساتھ ساتھ سرکاری طور طریقے بھی بدلنے چاہئیں تاکہ بہتر نتائج مل سکیں۔ اس کے علاوہ دوسرے ملکوں کے بھی طریقوں کا مشاہدہ کرنا چاہئے تاکہ توانائی زراعت اور صنعت و حرفت کو بہتر طریقوں سے عمل میں لایا جاسکے۔ اس کے علاوہ سرکاری محکموں کی بدعنوانیوں، لوٹ کھسوٹ اور قومی خزانے کو نقصان پہنچانے والوں کو کیفر کردار تک پہنچانے اور ان سے ضائع شدہ رقوم واپس وصول کرنے کے لئے مثبت کارروائی عمل میں لانے کی بھی ضرورت ہے تاکہ پاکستان پر قرضوں کا بوجھ ہلکا ہو سکے اور بیرون ممالک کی بلیک میلنگ سے جان چھوٹ جائے تو حکومت بہتر طور پر سوچ سکے۔

ملک کو معرض وجود میں آئے ہوئے باون سال کا عرصہ گزر چکا ہے ہم ایٹمی قوت بھی بن چکے ہیں لیکن تعلیمی میدان میں ہماری کارکردگی صفر ہے قوم کی اکثریت ان پڑھ ہے۔ شرح خواندگی تسلی بخش نہیں سائنس کے میدان میں تحقیقی کام صفر ہے۔ امتحانی بدعنوانیاں عروج پر ہیں۔ بوٹی مافیا تعلیمی نظام پر چھایا ہوا ہے۔ حکومت کو اس شعبے میں خاص توجہ دینی چاہئے جب تک تعلیم عام نہیں ہوگی ملک ترقی نہیں کر سکتا۔ تاریخ عالم گواہ ہے کہ وہ ممالک دنیا میں ترقی یافتہ سمجھے جاتے ہیں جو اعلیٰ انسانی و اخلاقی قدروں کے بعد تعلیمی اور صنعتی ترقی کو خصوصی اہمیت دیتے ہیں اور کوشاں رہتے ہیں۔ اس ترقی یافتہ اور جدید دور میں اس حقیقت کو تسلیم کیا جا چکا ہے کہ فنی تحقیق اور تجارتی لحاظ سے بھی ہمیشہ ایسے ہی ممالک نام پاتے ہیں اور اقوام عالم کی راہنمائی کرتے ہیں پاکستان کو معرض وجود میں آئے ہوئے باون برس سے زیادہ گزر چکے ہیں۔ ایٹمی قوت بھی بن چکے ہیں لیکن ابھی ہمیں صنعتی ارتقاء کی شاہراہ پر تیز رفتاری سے سفر جاری رکھنا ہے۔ صنعتی ترقی کی منزل ابھی دور ہے اگر ہم ایک ایک خاص لمحہ ملکی و ملی ترقی و خوشحالی کے بلند ترین مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے جدوجہد کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنے لئے شایان شان مقام حاصل نہ کر سکیں۔

ابھی ہمیں چھوٹی چھوٹی ضروریات کی اشیاء باہر سے درآمد کرنی پڑتی ہیں جو کہ ہمارے لئے فخر کی بات نہیں ہے۔ اس کو روکنے کے لئے ہمیں ابھی سے منصوبہ بندی کرلینی چاہئے تاکہ اس میدان میں سرخرو ہو سکیں۔ اس کے لئے گھریلو صنعت کو ترقی دینے کی ضرورت ہے یہ کام فارغ وقت میں ہماری گھریلو عورتیں کر سکتی ہیں۔ حکومت کو چاہئے کہ اس میدان میں ان کی مدد کریں اور چھوٹے چھوٹے قرضے ان کو ضرورت کے مطابق سود کے بغیر دیں۔ لیکن اس کے ساتھ حکومت کو چاہئے کہ وہ اس شعور کو اجاگر کرنے کے لئے ٹی وی اور دوسرے میڈیا سے روزانہ پروگرام نشر کریں تاکہ لوگوں کی دلچسپی بڑھے اور وہ دل لگا کر کام کریں۔

بہ شکریہ روزنامہ نوائے وقت

اعتذار

ماہنامہ "المرشد" لاہور کے جولائی 1999ء اور اگست 1999ء کے شمارے میں جلد نمبر اور شمارہ نمبر سہواً شائع نہ ہو سکے۔ جولائی 1999ء کے شمارے کو جلد نمبر 20 شمارہ نمبر 12 اور اگست 1999ء کے شمارے کو جلد نمبر 21 شمارہ نمبر 1 تصور کیا جائے۔

(ادارہ)

بچوں کی تربیت کیسے کی جائے

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی

مسلم امہ مغرب کی ثقافتی یلغار میں جکڑی ہوئی ہے۔ اہل مغرب اور دیگر آزاد خیال ممالک کی زبردست ثقافتی یلغار ہمارے لئے تباہ کن ہے۔ یہ صورت حال ہمارے لئے خطرے کی گھنٹی ہے۔ اس وقت ہمارا معاشرہ باہر کی ہواؤں سے بری طرح متاثر ہو رہا ہے۔ اسکولوں اور کالجوں کی فضا خطرناک اور زہریلی ہے۔ نئی نسل تباہ ہو رہی ہے۔ بچوں کی بطرز احسن گھریلو تربیت کی ضرورت ہے تاکہ اسلامی فکر کی بنیاد قائم ہو۔

سوال یہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کیسی کریں؟ علامہ شبلی نعمانیؒ اور علامہ سید سلیمانؒ، سیرت النبی ﷺ کی جلد ششم کے صفحہ پر 98 پر رقم طراز ہیں۔

"آنحضرت ﷺ کی بعثت تعلیم اور تزکیہ کے لئے ہوئی، یعنی لوگوں کو سکھانا اور بتانا اور نہ صرف سکھانا اور بتانا بلکہ عملاً" ان کو اچھی باتوں کا پابند اور بری باتوں سے روک کر آراستہ و پیراستہ بنانا"۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہے

"وہ (رسول ﷺ) ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں سکھاتا اور پاک وصاف کرکے نکھارتا ہے"۔ (بقرہ-151)

جسمانی نشوونما کے بعد اولاد کی باطنی اور روحانی تربیت کا درجہ ہے۔ سورۃ تحریم کی آیت نمبر چھ میں ارشاد ہے۔

"اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ"۔

خاندان کے بزرگ کا فرض ہے کہ وہ اپنے اہل خانہ کو جہنم کی آگ سے بچائے۔ اس سے مقصود ان تمام برائیوں اور خرابیوں سے حفاظت ہے جو بالآخر انسان کو دوزخ کی آگ کا مستحق بنا دیتی ہیں۔ گھر کے سربراہ یعنی والدین پر اپنی اولاد کی اخلاقی تربیت، دینی تعلیم اور نگہداشت کا فرض عائد کیا گیا ہے۔

ایک دفعہ ام المومنین حضرت عائشہؓ کے پاس ایک غریب عورت سائل بن کر آئی اس کے ہمراہ اس کی دو کمسن بچیاں تھیں۔ کاشانہ نبوی ﷺ میں ایک کھجور کے سوا کھانے کو کچھ نہ تھا۔ حضرت عائشہؓ نے ایک کھجور اس عورت کو دی۔ اس عورت نے اس کھجور کے دو ٹکڑے کئے اور دونوں بچیوں کو دیئے۔ ام المومنینؓ اس غریب ماں کی محبت دیکھ کر متاثر ہوئیں اور سارا واقعہ حضور اکرم ﷺ کو بیان فرمایا۔ حضور ﷺ نے سن کر ارشاد فرمایا۔

"جب کسی کی لڑکیوں کو کوئی مصیبت پیش آئے اور وہ ان کے ساتھ نیکی کرے تو دوزخ کی آگ سے اس کے لئے آڑ بن جائیں گی" نیز فرمایا!

"جو شخص دو لڑکیوں کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ عمر تمیز کو پہنچ جائیں تو قیامت کے دن ان کا یہ رتبہ ہوگا کہ وہ اور میں (دو انگلیوں کو جوڑ کر فرمایا) اس طرح ملے ہوں گے"۔

بچوں کی تربیت اخلاقی سطور پر ہو تو وہ قوم وملت کا بہترین سرمایہ اور دین اسلام کے سپاہی بن سکتے ہیں۔ مغرب کے سکالرز سیگمنڈ فرائڈ، پیاجے، شیلڈن شاف، اور ہربرٹ شوارڈز سے لیکر اریکسن تک اس بات پر متفق ہیں کہ بچپن کی تربیت کے اثرات بچے کی ساری زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اچھی تربیت ہوگی تو اچھے تاثرات ہوں گے۔ بری تربیت کے اثرات بھی برے ہوں گے۔

تربیت کے اسلامی اصول

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ نے اپنے مضمون "بچوں کی گھریلو تربیت کا اہتمام کیجئے" میں تعمیر شخصیت و کردار کے اسلامی اصول اور طریقے بتائے ہیں۔ یہ طریقے قرآن اور سنت کی روشنی میں درج ہیں۔ ان کا خلاصہ بیان کیا جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو تفصیل کے لئے ماہنامہ الاشراف۔ کراچی، اگست 1994ء صفحات 84-80)- اب میں ان اصولوں اور طریقوں کی فہرست درج کرتا ہوں تاکہ اسلامی تعلیمات کا خلاصہ تیار ہو سکے۔

1- رضاعت وحضانت اولاد کا حق ہے۔ ماں اپنے بچوں کو دو سال تک اپنا دودھ پلائے۔ ملاحظہ ہو سورۃ بقرہ کی آیت نمبر233

"اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس دودھ پلائیں، یہ مدت ان کے لئے جو چاہے کہ رضاعت کی مدت پوری کرے اور لڑکے والے (باپ) پر ان دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق واجب ہے"۔

اگر ماں بیمار ہے تو نیک بخت اور دیندار عورت کا دودھ بچے کو پلایا جائے۔ نومولود بچے کے کانوں میں اذان دینا دراصل بچے کی تربیت کا آغاز ہے۔ جب نیک مائیں دودھ پلائیں گی تو دودھ کے اثرات اس بچے کے خون اور جسم میں رچ جائیں گے۔

2- بچے سیانے ہوں تو انہیں کلمہ طیبہ سکھایا

جائے۔

3- بچوں کو ضروری آداب کی تعلیم دی جائے۔

4- انہیں سلام کرنے کی تلقین کی جائے۔

5- انہیں مرغوب چیزیں کھلائیں تاکہ لالچی اور ضدی نہ بنیں۔

6- بچے اشیاء تنہا نہ کھائیں بلکہ دوسروں میں بھی تقسیم کریں۔

7- بچوں کو جھوٹ سے نفرت دلائی جائے۔

8- انہیں پردہ اور حیا کی تعلیم دی جائے۔

9- غلطی کریں تو معافی مانگیں۔

10- انہیں تکبر سے نفرت دلائی جائے۔

11- لڑکے اور لڑکیاں ایک جگہ نہ کھیلیں۔

12- والدین بچوں کے سامنے نامناسب (مثلاً بے حیائی کی گفتگو وغیرہ) کام نہ کریں۔

13- فضول ہنسی سے نفرت دلائی جائے اس سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔

14- اگر بچے کھیلیں تو خاندان کا بزرگ ان میں موجود رہے تاکہ بہتر نگرانی ہو سکے۔

15- بچے علماء اور مشائخ کی مجالس میں شریک ہوں۔ بزرگان دین کی توجہ اور صحبت سے بچے فیض یاب ہوں گے۔

16- مکتب میں شفیق معلم سے تربیت حاصل کریں۔

17- لڑکیاں زنانہ مکتب میں پڑھیں۔

18- بچوں کو قرآن حکیم حفظ کروایا جائے یا پھر کم از کم ناظرہ قرآن حکیم کی تعلیم دی جائے۔

19- عورتیں بالخصوص مائیں بچوں کو خوفناک چیزوں سے نہ ڈرائیں۔ اس طرح بچے بزدل ہو جاتے ہیں۔

20- خوراک کے اوقات مقرر ہوں۔

21- بچوں کی حفظان صحت کا خیال رکھا جائے۔

22- بچوں کا بناؤ سنگار زیادہ نہ ہو۔

23- لڑکے بال نہ بڑھائیں۔

24- لڑکیوں کو زیور نہ پہنچایا جائے یہ ان کے لئے خطرہ جان بھی ہو سکتا ہے اور اس سے ان میں دولت کا لالچ پیدا ہو سکتا ہے۔

25- بچوں کو زیادہ کھانا نہ کھلایا جائے۔

26- لڑکا سفید کپڑے پہنے' اسے رنگین اور پر تکلف کپڑوں سے متنفر کیا جائے۔

27- جب غریبوں کو کھانا کھلایا جائے تو بچوں کے ہاتھوں سے کھانا تقسیم کرایا جائے تاکہ وہ سخی اور غرباء کے ہمدرد بنیں۔

28- لڑکی مناسب کپڑے پہنے۔

29- بچے چلا کر بولیں تو انہیں منع کیا جائے۔

30- بچوں کو بری صحبت اور خطرات سے بچایا جائے۔

31- بچوں کو رذائل سے نفرت دلائی جائے مثلاً" غصہ' حسد' جھوٹ' چوری وچغلی وغیرہ۔

32- بے جا پیار اور لاڈ بچوں کو بگاڑ دیتا ہے۔

33- غلطیاں کریں تو پیار سے سمجھایا جائے۔ باز نہ آئیں تو مارا جائے۔

34- صبح جاگنے کی عادت ڈالی جائے۔

35- بچے سات برس کے ہوں تو انہیں نماز کی عادت ڈالی جائے۔

36- بچوں کو دیندار اساتذہ سے تعلیم دلوائی جائے۔

37- بچوں کو نیک لوگوں کی حکایتیں سنائی جائیں۔

38- بچے دینی لٹریچر پڑھیں۔ فضول لٹریچر نہ پڑھنے دیا جائے۔

39- کھیلوں کی ترغیب دلائی جائے۔

40- بچوں کو ہنر سکھائے جائیں۔

41- لڑکیوں کو تعلیم دلائی جائے۔

42- کام خود کرنے کی عادت ڈالی جائے۔ حضور ﷺ کی سیرت طیبہ کے واقعات اور صحابہ کرامؓ کی مبارک زندگیوں کے واقعات بچوں کو سنائے جائیں۔

43- لڑکیاں گھر کا کام کاج کریں۔

44- اگر بچے اچھے کام کریں تو انہیں شاباش دی جائے انعام بھی دیا جائے۔ بری بات کریں تو علیحدگی میں سمجھایا جائے۔ باز نہ آئیں تو سزا دی جائے۔

45- صحیح چلنے کی عادت سکھائی جائے یعنی نگاہ جھکا کر چلیں۔

46- بچے شیخی نہ ماریں' انکساری کریں۔

47- بچوں کو مناسب نقدی دی جائے تاکہ وہ مرغوب چیز کھا سکیں۔

48- کھانے کا طریقہ سکھایا جائے۔ کھانے سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھیں اور دیگر آداب کو ملحوظ خاطر رکھیں۔

49- بچوں کو محفل میں اٹھنے بیٹھنے کے طریقے سکھائے جائیں مثلاً" ادب سے ملیں' نرمی سے بولیں' گناہ کی بات ہو تو نہ سنیں اور اٹھ جائیں۔

50- بچے والدین اور بزرگوں کا حد درجہ احترام کریں۔ ان میں خدمت خلق اور حب الوطنی کا بھی جذبہ ابھارا جائے۔

اگر مندرجہ بالا اصول اپنائے جائیں تو بچوں کی تربیت احسن انداز میں ہو سکتی ہے۔

دعائے مغفرت

تنظیم الاخوان ٹوبہ ٹیک سنگھ کے سٹی صدر محمد انعام داور قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد صدیق (ٹوبہ ٹیک سنگھ) کی والدہ ماجدہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں' ان کے لئے ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

درخواست دعا

سلسلہ عالیہ کے ساتھی حافظ جمیل احمد شاہ کے والد ماجد رضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں' احباب سے دعا کی درخواست ہے۔

متقین کے اوصاف

ماخوذ۔ تفسیر اسرار التنزیل

قرآن کریم رہبری کرتا ہے ان لوگوں کی جو متقی ہوں ھدی للمتقین ہدایت' رہنمائی کے معنوں میں تو ساری انسانیت کے لئے ہے' دعوت الی الحق تو سب کے لئے ہے مگر رہبری صرف ایسے لوگوں کے لئے جو اپنے میں اس کے ساتھ چلنے کی استطاعت پیدا کرلیں۔ یہ قوت ہے تقویٰ۔ جس کا اردو ترجمہ "ڈر" لکھا ہوتا ہے مگر یہ لفظ یہاں اس کی مراد کو بیان کرنے سے قاصر ہے۔ اس کا اصل مقصد ایک خاص ڈر ہے جو کسی محبوب ہستی کی ناراضگی کا ڈر ہو' جو کسی کے روٹھ جانے کا اندیشہ ہو' جو ہر حال میں کسی پر نثار ہونے کی تمنا ہو' یہ وہ جذبہ ہے جو تمام خواہشات اور ارادوں کو' تمام آراء اور مشوروں کو صرف اس وجہ سے روک دے کہ ایسا کرنے سے میرا رب مجھ سے خفا نہ ہو جائے اور اگر بمقتضائے بشریت غلطی صادر ہو بھی جائے تو احساس گناہ دل میں کانٹے کی طرح چبھتا اور توبہ پر مجبور کردیتا ہو' یہ تقویٰ ہے ولم یصروا علی مافعلوا حصول تقویٰ کیلئے کونسا راستہ ہے اور متقیوں میں کیا اوصاف پائے جاتے ہیں۔

الذین یومنون بالغیب۔ سب سے پہلی بات ایمان بالغیب ہے کہ ایسے لوگ ان تمام باتوں پر جو حواس انسانی کی رسائی سے باہر ہیں رسول پاک ﷺ کے بتانے سے ایمان لاتے اور تصدیق کرتے ہیں سب سے بڑا غیب خود ذات باری ہے جس کی قدرت اس کی تخلیق سے تو ہویدا ہے مگر جو نہ نظر آتا ہے نہ جس کی کوئی مثال بیان کی جاسکتی ہے پھر تمام حقائق اخرویہ' دوزخ وجنت' عذاب وثواب' قبر' سوال وجواب قبر' حشر ونشر' فرشتے' لوح محفوظ' غرض ہر وہ شے جس کی خبر رسول اللہ ﷺ نے دی ہے مگر مادی حواس انسانی کے ادراک سے بالاتر ہے اسے صدق دل سے مانتے ہیں اور یہ ماننا صرف اعتماد علی الرسول ﷺ پر منحصر ہے ورنہ کوئی حیلہ عقلی وہاں تک رسائی نہیں رکھتا۔

آج کے دور میں چونکہ اس اعتماد میں بہت کمی آگئی ہے ایک طویل دور درمیان میں حائل ہے اور بقول

دخل الزمان بیننا وفرق بیننا
ان الزمان مفرق الاحباب

(زمانہ ہمارے درمیان در آیا اور ہمیں جدا کردیا بے شک زمانہ دوستوں کو جدا کرنے والا ہے)

اس درازی مدت اور نئی روشنی کے اندھیروں نے آج کے مسلمان سے وہ درد چھین لیا ہے جو قرب نبوی ﷺ سے پیدا ہوتا ہے اور بغیر کسی عقلی دلیل کے سب سے بڑی دلیل پہ اعتبار کراتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا فرمادینا سب سے بڑا ثبوت ہے اور بس اس ساری حقیقت پر ایمان انسان کو مجبور کردیتا ہے کہ عملی زندگی کو اس روش پر ڈھالے جو قرب الٰہی کا سبب ہو۔ جس کا سب سے پہلا زینہ صلوۃ ہے۔

ویقیمون الصلوۃ یعنی صلوۃ کو قائم کرتے ہیں اقامت صلوۃ صرف نماز پڑھنا ہی نہیں بلکہ صلوۃ کا ایک خاص اہتمام کرنا ہے وقت جماعت مسجد میں حاضری کا احساس ایک فکر جو ارکان وضو سے لیکر ارکان صلوۃ تک کار فرما ہو۔ اور پھر نہ صرف صلوۃ ادا کرتا ہو بلکہ حقیقتاً" تو اقامت صلواۃ یہ ہے کہ جہاں جہاں سے گزرتا جائے وہاں کے لوگوں کو بھی صلوۃ کا عادی بناتا جائے تب لطف ہے نماز قائم کرنے کا مگر یہ ماوشما کا مقام نہیں تو کم از کم وقت پر اور درست طریقے سے اپنی صلوۃ ادا کرنے والے ہوتے۔

ومما رزقنھم ینفقون۔ ایمان باللہ اور حضور باری کے اس اثر کو دیکھو کہ جن چیزوں پہ کافر جان دیتے ہیں وہ ان سب چیزوں کو اللہ کے حکم پر نثار کرتا ہے اگرچہ انفاق کا ترجمہ ادائے زکوۃ اور صدقات کیا جاتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ تو فرائض واجبات کی ہی بات نہیں بلکہ عملی زندگی کے معاشی پہلو پہ بات ہو رہی ہے۔

یہ صرف معاشیات ہی ہیں جو انسانی زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ ہیں جو چوری چکاری' سود ورشوت کا سبب ہیں جن کی اصلاح تمام مکاتب فکر کے ماہرین چاہتے ہیں بلکہ یہ ایک تمدن کا حصہ ہے اور قرآن کریم نے اس کی اصلاح کا جو طریقہ اختیار فرمایا ہے وہ ان سب سے الگ ہے یعنی وہ خرچ اللہ کے حکم کے مطابق کرتے ہیں ظاہر ہے جس شخص کو اللہ کے قانون کے مطابق خرچ کرنا ہوگا اسے غلط راستے سے کمانے کی کیا ضرورت ہے پھر یہاں تو بات سیدھی سی ہے کہ مما رزقنھم یعنی اس رزق میں سے جو ہم ان کو دیتے ہیں۔ کہ جب دینے والا اللہ ہے تو حصول زر کے لئے ناجائز ذرائع کی کیا ضرورت؟ ظاہر ہے کہ صرف انسانی نقطہ نظر کا فرق ہے ورنہ جب رزق

اللہ کی طرف سے ہے تو یقیناً" وہی ملے گا جو مقرر ہے چاہے چوری کرے چاہے تو مزدوری کرے اور پھر انسان کو تمام چیزیں اللہ کی طرف سے بطور رزق ہی ملی ہیں۔ جسم و جان' عقل و خرد' قوت وطاقت' علم وہنر' ہر کمال اللہ کی طرف سے ہے۔ اس کا مصرف اللہ کی راہ میں اور اللہ کی رضا کے لئے ہے۔ یہ صرف حکایت نہیں بلکہ تاریخ عالم اس مقدس معاشرے کی گواہ ہے جو اس طرز پر تعمیر ہوا اور جس کے آثار اب بھی باقی ہیں اور جو انشاء اللہ تاقیامت رہیں گے۔

تصوف چھپا کر رکھنے کی چیز نہیں

اس میں تصوف کے لئے بھی اشارہ ملتا ہے کہ جس قدر بھی چیزیں اللہ کی طرف سے عطا ہوئی ہیں ان سب میں تصوف قیمتی دولت ہے اسے چھپا کر نہ رکھے بلکہ اللہ کی مخلوق تک پہنچائے۔ ایک مسلمان جس طرح حصول رزق کے لئے حلال وحرام کا مکلف ہے اسی طرح خرچ کرنے کے معاملے میں بھی اس کی کوئی پائی مرضیات باری کے خلاف خرچ نہ ہو اور یہی وہ سنہری اصول ہے جسے سوائے اسلام کے کسی نے بیان نہیں حالانکہ یہ سب سے موثر ہے کہ جب اخراجات محدود ومقرر ہونگے تو بے حد آمدنی کی خواہش بھی نہ ابھرے گی اور یہ سب اس وقت ہوگا جب انسان کلی طور پر اطاعت رسول اختیار کرے۔

والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک

جو آپ ﷺ پر نازل ہوا اس سب کو صدق دل سے مانیں اور جو کلام الٰہی آپ ﷺ سے قبل تمام انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوا اس سب کو اللہ کا کلام مانتا ہو۔ اگرچہ عمل اس آخری کلام پر ہوگا مگر ایمان تمام ارشادات باری پر ضروری ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اللہ کا کلام اس قدر عظیم المرتبت ہے کہ جب کبھی اور جہاں کہیں کوئی بات اللہ کی طرف سے نازل ہوئی اس کا منکر کافر ہوگا۔ خواہ وہ بات بھی اس تک نہ پہنچی ہو جیسے کوئی کہہ دے کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل ہونے والے صحائف کو نہیں مانتا اگرچہ اسے علم ہی نہ ہو کہ ان میں کیا بات ارشاد ہوئی تھی وہ مومن نہ رہے گا۔

وبالاخرۃ ھم یوقنون

اور آخرت کے ساتھ پختہ یقین رکھتے ہیں

اگرچہ آخرت بھی ایمان بالغیب ہی کا ایک رکن ہے مگر ایسا عظیم رکن ہے کہ جس پر ساری انسانی زندگی کی تعمیر کی بنیاد ہے۔ اس پر بہت پختہ یقین کی ضرورت ہے ایک ایسا یقین جو قدم اٹھنے سے پہلے تھام لے اور یہ سوچنے پر مجبور کر دے کہ اس

> جب رزاق اللہ تعالیٰ کی ذات ہے تو پھر حصول زر کے لئے ناجائز ذرائع کی کیا ضرورت؟ ظاہر ہے کہ صرف انسانی نقطہ نظر کا فرق ہے ورنہ ملے گا تو وہی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے

کا اخروی نتیجہ کیا ہوگا اب اسے اس "کیا ہوگا؟" کا جواب بھی اور "پھر کیا کروں؟" کا جواب بھی محمد رسول اللہ ﷺ سے مل سکے گا۔ اور اس کی زندگی سنت کے مطابق ڈھلتی چلی جائیگی۔ یہاں یومنون کی جگہ یوقنون اسی بات کو واضح کر رہا ہے اور دور حاضر کی بداعمالی کا سبب اسی یقین کی کمی ہے۔ یقین کامل نام ہے دل کی تصدیق کا' دل کے مان جانے اور دل کے اعتبار کرنے کا لہٰذا جن لوگوں کو اوصاف بالا نصیب ہیں۔

اولیک علیٰ ھدی من ربھم واولئک ھم المفلحون

یہ ایسے لوگ ہیں جو اپنے رب کی طرف سے بتائے ہوئے راستے پر گامزن ہیں جو اس نے اپنی شان ربوبیت سے بتایا کہ اس کی شان ربوبیت کا تقاضا تھا جس طرح بدن کی ضرورتوں کا احساس اور تکمیل کے طریقے ہر ذی روح کو فرمائے اسی طرح روح انسانی کی زندگی اور آرام کے لئے بھی طریقے ارشاد فرما دیئے جن لوگوں نے اسے اختیار فرمایا وہی لوگ ہیں جو حقیقی کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔

دنیا کا ہر انسان ہر کام میں فلاح اور کامیابی کے لئے کوشاں ہے' ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ کامیاب ہو مگر لوگوں نے کامیابی وناکامی کے معیار اپنی طرف سے مقرر کر رکھے ہیں جو کسی طور درست قرار نہیں دیئے جاسکتے حقیقی معیار وہ ہے جو اس کائنات کے خالق نے ارشاد فرمایا ہے اور جس کی تعلیم حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر ہر دور میں انسانی معاشرے کی راہنمائی کرتی رہی اور بالاخر نبی کریم ﷺ پر یہ سلسلہ تمام ہوا' اگر آپ ﷺ کی بعثت کے بعد بھی کسی کو ایمان نصیب نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ قبول ایمان کی استعداد ہی نہیں رکھتا اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے ضائع کر چکا ہے۔

دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے پرانے ساتھی محمد مسکین ایبٹ آباد کی اہلیہ رضائے الٰہی سے فوت ہوگئی ہیں' احباب سے دعائے مغفرت کی گزارش ہے۔